صحیح اور مستند روایات پر مشتمل

تاریخ خلفائے راشدین

سیرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ابو نعمان سیف اللہ خالد

اللہ
کے نام سے شروع کرتا ہوں
جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے
www.KitaboSunnat.com

صحیح اور مستند روایات پر مشتمل
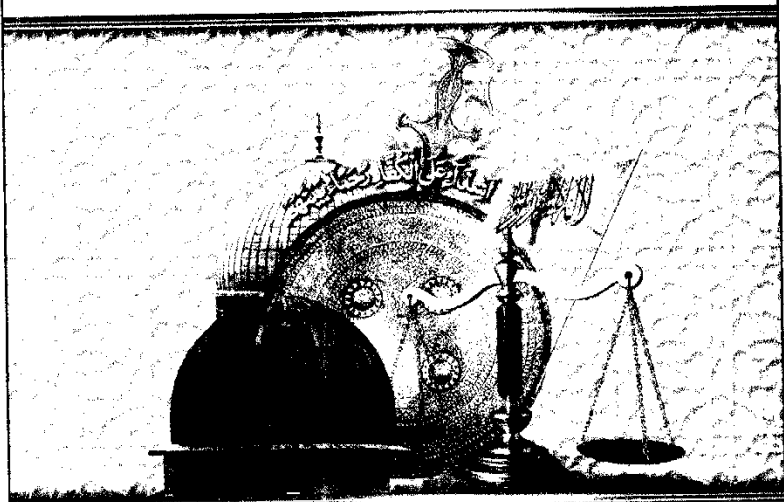
تاریخ خلفائے راشدینؓ

سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تالیف: ابو نعمان سیف اللہ خالد

تحقیق وتخریج: ابوالحسن سید تنویر الحق — تہذیب وتسہیل: ابو عمر محمد اشتیاق اصغر

سیرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تالیف: ابونعمان سیف اللہ خالد

تحقیق وتخریج: ابوالحسن سید تنویر الحق تہذیب وتسہیل: ابوعمہ محمد اشتیاق اصغر

سرورق .... راشد امین
تزئین .... محمد شفیق، ظہیر الدین بابر
کمپوزنگ .... محمد بن خضر، حافظ نعمان خالد

دارالاندلس
4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314
مین یونیورسٹی روڈ بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502

فہرست

ولادت تا ہجرت

جہادی میدانوں میں

مدنی معاشرہ میں کردار اور بعض فضائل

عہدِ صدیقی میں کردار

عہدِ فاروقی

عہدِ فاروقی میں اہم اسلامی فتوحات

فتح جابیہ — 382

فتح تُستر — 389

معرکہ نہاوند — 398

باب 07 سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

انسانی تاریخ میں سب سے بڑا اور قابل ذکر کارنامہ افراد کی کردار سازی اور معاشروں کی تشکیل ہے، انبیائے کرام نے یہ دونوں کام بطریقِ احسن انجام دیے۔ خاتم النّبیین سیدنا محمد ﷺ نے آغازِ نبوت ہی سے ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جس میں وہ تمام خوبیاں اور صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں جو دنیا میں عروج حاصل کرنے والی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ خیر القرون سے لے کر آج تک کوئی شخصیت یا ادارہ ایسی صفات کی حامل جماعت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی جماعت کے سالارِ اعلیٰ تھے، نگاہ رسالتِ مآب نے آپ کا انتخاب کیا اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے لیے دعا کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دانش گاہ نبوی کے تربیت یافتگان میں سے ایسی ہستی ہیں جنھیں امت کی راہنمائی اور قیادت کے لیے رول ماڈل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ جنھوں نے جہاں بانی اور جہاں گیری ایسی اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے اسلامی نظام حکومت کو اوج کمال تک پہنچایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فہم و فراست، ادراکِ امور اور فقہ الواقع میں الہامی سوچ کے حامل تھے، جن کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی وجہ سے متعدد آیات ان کے موقف کی تائید میں نازل ہوئیں اور آپ نبوی پیش گوئی کا مصداق اور کئی اعزازات کے حامل تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ''فاروق'' کے لقب سے نوازا۔ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کی اصابت رائے کو دیکھتے ہوئے فرمایا: «لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَّكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ» [بخاري: ٣٦٨٩] ''یقیناً تم سے پہلی امتوں میں سے کچھ لوگوں کو الہام ہوتا تھا، اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسندیدہ جماعت اور اصحابِ رشد و ہدایت کے سرخیل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد امت کی زمام اقتدار سنبھالی اور فلاح و بہبود، عدل و انصاف، امن و سلامتی، خوشحالی اور آسودگی والی حکومت قائم کی۔ ان کا دورِ حکومت ان کے فہم و فراست، حکمت و دانائی اور دور اندیشی پر مبنی فیصلوں، ضابطوں اور قوانین کی تنفیذ کی

بدولت خلافتِ اسلامی کا ایک مثالی نظام تھا۔ اس سنہری دور میں کیے گئے اقدامات و اصلاحات کو تاریخ عالم میں اوّلیاتِ عمر (Umar Laws) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان کے عہد زریں میں عظیم فتوحات کی بدولت اسلامی مملکت تقریباً بائیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی اور انھوں نے دنیا کی دو بڑی ایمپائرز روم اور فارس کو عبرت ناک شکست سے دو چار کرتے ہوئے ان کی عظمت و ہیبت اور رعب و دبدبہ کو خاک میں ملا دیا۔ بالخصوص ''جنگ قادسیہ'' میں تاریخی فتح حاصل کر کے سلطنت ایران (فارس) سے بت پرستی اور آتش پرستی کو نیست و نابود کر دیا اور انھوں نے باطل نظاموں اور سرکش قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط، مستحکم اور عظیم الشان خلافت کو استوار کیا۔

یہ کتاب خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کے حالات و واقعات اور کارناموں پر مشتمل ہے، جسے فاضل دوست ابونعمان سیف اللہ خالد صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور حالات و واقعات کو بیان کرنے میں ثقاہت و صداقت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور موضوع اور ضعیف روایات سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے اس عبقری شخصیت کی زندگی کی حقیقی اور سچی تصویر پیش کی ہے، تاکہ قارئین کے سامنے مستند اور قابل اعتماد تاریخی حقائق آنے کے بعد ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات اور اعتراضات کا ازالہ ہو سکے، موصوف کا یہ علمی اور تحقیقی کام قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' کتب سیر وتواریخ میں ایک شاندار اضافہ ہے، جسے دارالاندلس کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کی تحقیق وتخریج کا محنت طلب کام سید ابوالحسن تنویر الحق شاہ صاحب نے کیا، ابوعمر محمد اشتیاق اصغر نے احادیث و روایات کی اصل مآخذ کے ساتھ مراجعت اور تہذیب وتسہیل کا کام کیا اور پروف خوانی حافظ ثناء اللہ خاں اور حافظ احمد معاذ اصغر نے کی۔ اس کی ترتیب وتزئین محمد شفیق اور ظہیر الدین بابر نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مصنف کے لیے اسے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین!

محتاجِ دعا

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

۸ صفر ۱۴۳۶ھ

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، أَمَّا بَعْدُ!

''تاریخ خلفائے راشدین'' کے سلسلے میں یہ میری دوسری کتاب ہے، جس کا عنوان ''سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' ہے، جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حیات اور کارناموں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی اسلامی تاریخ میں ایک درخشندہ اور تابندہ باب ہے۔ آپ شرافت، بزرگی، اخلاص، جہاد اور دعوتِ الی اللہ کی اعلیٰ مثال ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شمار ان رہبروں میں ہوتا ہے جو لوگوں کے لیے زندگی کے اصول وضع کرتے ہیں اور پھر لوگ اپنی زندگیوں میں ان کے اقوال و افعال سے راہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام کی سچی تعبیر اور فہمِ سلیم کا مظہر بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی پیروی کریں اور ان کے راستے پر چلیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ » [ابن ماجه : ٤٢]

''تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انبیاء و رسل اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل و بہتر ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اِقْتَدُوا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ » [ترمذي : ٣٦٦٢] ''میرے بعد ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرنا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم سے پہلی امتوں میں محدث (صاحب الہام یا درست راہ والے لوگ) ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔''
[بخاري : ٣٦٨٩۔ مسلم : ٢٣٩٨]

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)) [ترمذی : ٣٦٨٦]

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔''

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(میں نے خواب دیکھا کہ) میں ایک کنویں پر کھڑا اس میں سے پانی کھینچ رہا ہوں کہ اس دوران میرے پاس ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) آئے، ابوبکر نے (میرے ہاتھ سے) ڈول پکڑا اور ایک یا دو ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ پھر ابوبکر کے ہاتھ سے وہ (ڈول) خطاب کے بیٹے (عمر) نے پکڑ لیا اور ان کے پاس پہنچتے ہی وہ ایک بہت بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے لوگوں میں ایسا شہ زور اور باصلاحیت (عبقری) نہیں دیکھا جو ان کی طرح پانی نکالتا ہو، انھوں نے اتنے ڈول نکالے کہ لوگوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔'' [بخاري ٣٦٧٦۔ مسلم : ٢٣٩٢/١٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب نیک وصالح لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شروع کرو، کیونکہ ان کا قبول اسلام، اسلام کی مدد تھا، ان کا دورِ امارت اسلام کی فتح تھا اور اللہ کی قسم! زمین پر ایسی کوئی چیز میرے علم میں نہیں جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم محسوس نہ کر رہی ہو، یہاں تک کہ درخت کا تنا بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی

جدائی محسوس کر رہا ہوگا اور اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو انھیں درست وصحیح راستے کی طرف راہنمائی فراہم کرتا تھا اور اللہ کی قسم! میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ شیطان ملعون بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا کہ اگر اس نے کوئی بدعت ایجاد کرائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے اس کے ملعون چہرے پر دے ماریں گے اور اللہ کی قسم! اگر میں کسی ایسے کتے کو جانتا ہوتا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہو تو میں اس کتے سے ضرور محبت رکھتا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٣٥٨/٦، ح: ٣١٩٨٠]

تاریخ کا طالب علم ہونے کے ناتے ایک عرصہ سے میرے دل میں یہ شوق تھا کہ خلفائے راشدین بالخصوص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت، طرزِ عمل اور طرزِ حیات کا مجموعہ مرتب کیا جائے کہ ان چراغوں سے روشنی حاصل کر کے موجودہ دور میں ایسی قندیلیں روشن کی جائیں جن سے عالم اسلام جگمگا اٹھے اور عظمتِ رفتہ کی یاد تازہ کی جا سکے۔ بلاشبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس سے اسلامی تاریخ جگمگا رہی ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ اور دور خلافت کے متعلق کتب حدیث، تاریخ اور سیرت سے مواد جمع کرتے وقت میں نے اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ صرف صحیح اور مستند روایات کو لیا جائے اور ضعیف، موضوع اور بے سند واقعات سے کتاب کو محفوظ رکھا جائے۔ نیز مستشرقین، سیکولر طبقے اور روافض وغیرہ کی ہرزہ سرائیوں سے اسے پاک رکھا جائے۔

''سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' کو مرتب کرنے کے بعد میں نے اسے محقق العصر مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا، مطالعہ کرنے کے بعد انھوں نے کہا کہ صحیح اور مستند روایات کے ساتھ تاریخ خلفائے راشدین مرتب کرنا امت پر ایک قرض تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسے چکانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ان کے یہ الفاظ میرے حوصلوں کو مہمیز دینے کا مزید باعث بنے۔ (الحمدللہ)

اللہ کی خاص توفیق کے ساتھ یہ کتاب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمت کا منہ بولتا

ثبوت ہے۔ یہ کتاب ثابت کرے گی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایمان، علم، اندازِ فکر، سیرت اور کردار کے اعتبار سے نہایت عظیم انسان تھے۔ ان کی عظمت ہمہ جہت تھی اور یہ شریعت پر عمل، اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ثمر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سیرت ہزاروں سال بعد بھی زندۂ جاوید ہے اور رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لیے ان کی مثالی زندگی مشعل راہ کا کردار ادا کرتی رہے گی۔

''سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' کی اشاعت کے اس پُرمسرت موقع پر میں ان تمام احباب گرامی قدر کا مشکور ہوں جنھوں نے کسی بھی اعتبار سے اس کتاب کی تیاری میں تعاون کیا۔ خاص طور پر برادر مکرم سید تنویر الحق شاہ صاحب کہ جن کے ذوق تحقیق کے نتیجے میں یہ صحیح اور مستند تاریخی مجموعہ تیار ہوا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے علاوہ الشیخ جاوید الحسن صدیقی مدیر دار الاندلس اور تمام رفقائے ادارہ خصوصاً ابوعمر محمد اشتیاق اصغر، حافظ ثناء اللہ خاں، حافظ احمد معاذ اصغر، ابوخزیمہ محمد شفیق، ظہیر الدین بابر، محمد بن جعفر اور حافظ نعمان خالد کا بھی ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش میں شریک جمیع معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

[النمل : ١٩]

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

ابونعمان سیف اللہ خالد

۷ صفر ۱۴۳۶ھ

باب 01
ولادت تا ہجرتِ مدینہ

- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیویاں
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی لونڈیاں
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہجرتِ مدینہ
- قرآنِ کریم سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ دعائے نبوی ہی آپ کے قبول اسلام کا سبب تھی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَكَانَ أَحَبُّهُمَا إِلَى اللّٰهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) [مسند أحمد : ٢/ ٩٥، ح : ٥٦٩٨، وإسناده حسن لذاته۔ ترمذي: ٣٦٨١، قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح غريب، وصححه ابن حبان (٦٨٨١)]

''اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے تو اس کے ذریعے سے اسلام کو غالب کر دے۔'' تو اللہ کے نزدیک ان دونوں میں سے عمر (رضی اللہ عنہ) زیادہ پسندیدہ اور محبوب تھے۔''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اشرافِ قریش میں سے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں سفارت کاری کا شعبہ آپ کے خاندان سے متعلق تھا، یعنی جب اہلِ قریش کی کسی دوسرے قبیلے سے لڑائی ہو جاتی تو آپ ہی کے بزرگوں کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ یا جب کوئی تفاخرِ نسب کے اظہار کی ضرورت پیش آتی تو اس کام کے لیے بھی آپ ہی کے بزرگ آگے نکلتے تھے۔ ثقہ محدث امام یعقوب بن سفیان الفارسی الفسوی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے: ''ابو حفص عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر القرشی العدوی۔'' [تاريخ دمشق : ۱۱/۴٤، ت : ٥٢٠٦، وإسناده صحيح إلى يعقوب بن سفيان]

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ بیان کیا ہے۔

[تاريخ دمشق : ۱۰/٤٤، ت : ٥٢٠٦، وإسناده حسن لذاته]

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یوں باب قائم کیا ہے: '' بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ '' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، قبل الحديث : ٣٦٧٩]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب کعب بن لؤی پر آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مبعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم، قبل الحديث : ٣٨٥١]

لقب

امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے اہلِ کتاب نے ''الفاروق'' کہا تھا۔ [الطبقات لابن سعد : ۳/ ۲۰۵، وإسناده صحيح إلى ابن شهاب۔ تاريخ دمشق : ٤٤/ ٥١]

امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ کی بات کی تائید سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« وَجَدْتُّ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ يَوْمَ غَزَوْنَا الْيَرْمُوْكَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ أَصَبْتُمْ اسْمَهُ، عُمَرُ الْفَارُوْقُ قَرْنٌ مِنْ حَدِيْدٍ، أَصَبْتُمْ اسْمَهُ » [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ١/ ١٢٥ ، ح : ٧٤، وإسناده صحيح]

''غزوۂ یرموک کے دن میں نے (اہل کتاب کی) بعض کتب میں یہ بات دیکھی کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ''الصدیق'' (بہت زیادہ سچے) ہیں، تم نے ان کا یہ نام رکھ کر درستی کو پالیا ہے اور عمر (رضی اللہ عنہ) ''الفاروق'' (حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے) ہیں، وہ (گویا) لوہے کے بنے ہوئے ہیں اور تم نے ان کا یہ نام (الفاروق) رکھ کر درستی کو پالیا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کے ہاں یہ بات مشہور و معروف تھی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ''الصدیق'' ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ''الفاروق'' ہیں۔

پیدائش

امام ابن عبدالبر الاندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ (۱۳) سال بعد پیدا ہوئے۔'' [الاستيعاب : ٢/ ٧٥ ، ت : ١٨٨٧]

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کی تائید درج ذیل اقوالِ صحابہ سے بھی ہوتی ہے۔ کاتبِ وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی عمر تریسٹھ (۶۳)

سال تھی۔" [مسلم، كتاب الفضائل، باب كم أقام النبي ﷺ بمكة والمدينة: ٢٣٥٢۔ مسند أحمد: ٤/ ٩٦، ح: ١٦٩٩٨]

ثقہ وصدوق تابعی امام سعید بن جمہان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا:

((أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَعُمَرَ عَشْرًا)) [أبوداود، كتاب السنة، باب في الخلفاء: ٤٦٤٦، وإسناده صحيح۔ صحيح ابن حبان: ٦٩٤٣]

"سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال شمار کرو۔"

یاد رہے کہ اس روایت میں سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے صرف سال کے لحاظ سے مدت بتائی ہے، مہینوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح ابن حبان، حدیث (٦٦٥٧) کے تحت۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال، تین ماہ اور بائیس دن ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عمر وفات کے وقت تریسٹھ (٦٣) سال تھی۔ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے تقریباً دو سال اور تین ماہ چھوٹے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے تقریباً بارہ سال اور دس مہینے چھوٹے تھے۔

جسمانی اوصاف

ثقہ تابعی ابو رجاء عمران بن ملحان العطاردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طَوِيلًا جَسِيمًا أَصْلَعَ شَدِيدَ الصَّلَعِ، أَبْيَضَ شَدِيدَ حُمْرَةِ الْعَيْنَيْنِ، فِي عَارِضَيْهِ خِفَّةٌ سَبَلَتُهُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ، فِي أَطْرَافِهَا صُهْبَةٌ)) [معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصفهاني: ١/ ٤٥، ح: ١٧٠، وإسناده حسن لذاته۔ أبو حامد أحمد بن محمد بن جبلة صدوق

حسن الحديث، وثقه أبو نعيم والضياء المقدسي بتصحيح حديثه۔ معرفة الصحابة : ١/١٩٢، ح : ٦٩٢۔ المختارة : ٣/١٠٣، ح : ٩٠٤]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دراز قامت اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ سر کے اگلے حصے کے بال گرے ہوئے تھے، رنگ خوب سفید تھا، آنکھیں سرخ تھیں، چہرے پر ڈاڑھی ہلکی اور مونچھیں گھنی تھیں اور ان کی رنگت سرخی مائل تھی۔''

ثقہ تابعی زر بن حبیش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے عید کے دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں دیکھا کہ وہ بھاری جسم والے تھے (جو دیکھنے میں اچھا محسوس ہو) سر کے اگلے حصے پر بال نہیں تھے۔ طویل القامت تھے، گویا سواری پر سوار ہوں اور لوگوں کی طرف دیکھ رہے ہوں، دونوں ہاتھوں میں یکساں قوت و طاقت تھی، جس سے چاہیں کام لیں۔'' [تاريخ دمشق : ٤٤/١٩، وإسناده حسن لذاته۔ التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : ٣/ ٣٧١، ح : ٨٩٥١۔ المعجم الكبير للطبراني: ١/ ٦٧، ح: ٥٩]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ڈاڑھی کو رنگا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ڈاڑھی کو مہندی کے ساتھ رنگتے تھے۔ [الطبقات لابن سعد : ٣/٢٤٩، وإسناده صحيح]

والدہ محترمہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نسب نامہ میں آپ کے آباو اجداد کا تذکرہ گزر چکا ہے، البتہ آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں امام المغازی محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ''حنتمہ بنت ہشام'' اور آپ کی نانی کا نام ''شفاء بنت عبد قیس بن عدی'' ہے۔

[المعجم الكبير للطبراني : ١/٦٤، ح : ٤٨، وإسنادهُ حسن لذاته إلٰى محمد بن إسحاق]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیویاں

① زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا

یہ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ان کے بطن سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ② سیدنا عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہما

③ اُم المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما۔

② ام کلثوم بنت جرول

اس کا نام ملیکہ بھی ہے، اس کے بطن سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے تھے:

① زید بن عمر الاصغر ② عبیداللہ بن عمر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے وقت اسے طلاق دے دی تھی۔

③ جمیلہ بنت ثابت

اس کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو "عاصم بن عمر" نامی ایک بیٹا عطا کیا۔

④ ام کلثوم بنت علی

یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں۔امام ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا "زید بن عمر" اور ایک بیٹی "رقیہ بنت عمر" پیدا ہوئیں۔[الطبقات لابن سعد : ۳/ ۲۰۱، ت: ٥٦]

صحیح بخاری میں بھی ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت علی بن ابوطالب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب حمل النساء القرب .... الخ : ۲۸۸۱، ۴۰۷۱]

نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَوُضِعَتْ جَنَازَةُ أُمِّ كُلْثُومِ بِنْتِ عَلِيٍّ امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنٍ لَهَا يُقَالُ لَهُ زَيْدٌ وُضِعَا جَمِيعًا » [نسائي، كتاب الجنائز، باب اجتماع جنائز الرجال والنساء : ۱۹۸۰، وإسناده صحيح۔ المنتقى لابن الجارود: ۵۴۵]

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید (بن عمر) کا جنازہ اکٹھا رکھا گیا۔“

5 عاتکہ بنت زید

ان کے بطن سے آپ کا ایک بیٹا ”عیاض بن عمر“ پیدا ہوا۔ [الطبقات لابن سعد: ۳/ ۲۰۱]

6 ام حکیم بنت الحارث

ان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی ”فاطمہ“ پیدا ہوئی۔ [الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳/ ۲۰۱]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی لونڈیاں

1 لُہیہ

ان کے بطن سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا عبدالرحمٰن اصغر یا عبدالرحمٰن اوسط پیدا ہوا۔

2 فکیہہ

ان کے بطن سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی ''زینب'' پیدا ہوئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی کل تعداد تیرہ (۱۳) تھی اور اسی طرح وہ عورتیں جن سے آپ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ان کی تعداد بھی تیرہ (۱۳) تھی۔ ان میں وہ تمام عورتیں شامل ہیں جن سے آپ نے دورِ جاہلیت یا دورِ اسلام میں نکاح کیا، یا جن کو آپ رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں

تحریر وتقریر سے آشنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قریش مکہ میں صرف سترہ (۱۷) آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان میں ایک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: ''جب میں نے عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا تو ہشام بن عاص کو تو کفار نے روک لیا اور عیاش بن ابی ربیعہ میرے ساتھ مدینے آگئے، لیکن ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام ان کو حیلے بہانے سے قید کر کے دوبارہ مکہ لے گئے۔ انھوں نے سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ کو آزمائش میں ڈال دیا، تو وہ آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے: ''اللہ کی قسم! جس نے خود کو آزمائش میں ڈالا اللہ اس سے فرض قبول کرے گا نہ نفل اور نہ ہی اللہ اس قوم کی توبہ قبول کرے گا جس نے اللہ کو پہچانا اور پھر کسی آزمائش کے پہنچنے کی وجہ سے کفر کی طرف لوٹ گئے۔'' یہ باتیں (واپس جانے والے) وہ لوگ خود بھی اپنے بارے میں کہا کرتے تھے۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اور جو ہم ان کے بارے میں کہا کرتے تھے اور جو وہ خود اپنے بارے میں کہا کرتے تھے، یہ آیات نازل فرما دیں:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى

رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ [الزمر : ٥٣ تا ٥٥]

’’کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔‘‘

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَكَتَبْتُهَا فِي صَحِيفَةٍ وَبَعَثْتُ بِهَا إِلَى هِشَامِ بْنِ الْعَاصِ)) [مسند البزار : ١/٢٥٨تا٢٦٠، ح : ١٥٥، وإسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم: ٢/ ٤٣٥، ح: ٣٦٢٨۔ المختارة للضياء المقدسي: ١/ ٣١٨ ، ٣١٩، ح : ٢١٣، ٢١٤، وصدقة بن سابق صدوق حسن الحديث، و ذكره ابن حبان في الثقات : ٨/ ٣٣٠۔ وثقه الحاكم والذهبي والضياء بتصحيح حديثه۔ المختارة: ٣/ ٦١ ، ح : ٨٦٥]

’’میں نے یہ آیات ایک کاغذ میں لکھ کر ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیں۔‘‘

بچپن میں اونٹ چرانا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بچپن میں اپنے باپ خطاب کے اونٹ چرایا کرتے تھے، جیسا کہ عبد الرحمٰن بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ ہم حج یا عمرہ کی غرض سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جب ہم (مکہ سے بارہ میل دور) ضجنان نامی جگہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ میری

طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

«لَقَدْ رَأَيْتُنِي بِهٰذِهِ الشِّعَابِ فِي أَجْمَالٍ لِلْخَطَّابِ وَكَانَ فَظًّا غَلِيظًا، أَحْتَطِبُ عَلَيْهَا مَرَّةً وَأَخْتَبِطُ أُخْرٰى، فَأَصْبَحْتُ الْيَوْمَ وَيَضْرِبُ النَّاسُ بِجَنَابِي، لَيْسَ فَوْقِي أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ» [كتاب الزهد لأبي داوٗد: ٨٤/١، ح: ٨٠، وإسناده حسن لذاته۔ الطبقات لابن سعد: ٢٠٢/٣۔ تاريخ دمشق: ٣١٥/٤٤، محمد بن عمرو بن علقمة صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور]

"یقیناً (ایک وہ دن تھا کہ) میں اسی گھاٹی میں (اپنے باپ) خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا، وہ بہت سخت طبیعت کے مالک تھے، میں کبھی اونٹ چراتا اور کبھی لکڑیاں اکٹھی کرتا اور آج میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ لوگ میری مثالیں دیتے ہیں اور (آج) میرے اوپر سوائے اللہ کے اور کوئی (نگران) نہیں۔"

تجارت کے پیشے سے منسلک ہونا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہما کو بھی اپنے ساتھ تیار کر لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عاص تو مکہ ہی میں روک لیے گئے، لیکن جب ہم دونوں مدینہ پہنچے تو ابھی ہم قباء کے قریب بنو عمرو بن عوف کے محلے ہی میں تھے کہ ابوجہل اور حارث بن ہشام (جو عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے) ہمارا تعاقب کرتے ہوئے سیدھے مدینہ آ پہنچے، انھوں نے آتے ہی عیاش بن ابی ربیعہ سے کہا: "بھائی تیری ماں نے تیری جدائی میں نذر مانی ہے کہ وہ اس وقت تک نہ سر میں تیل لگائے گی، نہ کنگھی کرے گی اور نہ ہی سائے میں بیٹھے گی جب تک کہ تجھے دیکھ نہ لے۔" ان کی یہ دلفریب باتیں سن کر سیدنا عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا دل ماں

کے لیے بھر آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا:

« يَا عَيَّاشُ! إِنَّهُ وَاللّٰهِ! إِنْ يُرِيدُكَ الْقَوْمُ إِلَّا عَنْ دِينِكَ فَاحْذَرْهُمْ فَوَاللّٰهِ! لَوْ قَدْ أَذَى أُمَّكَ الْقَمْلُ لَقَدِ امْتَشَطَتْ ، وَلَوْ قَدِ اشْتَدَّ عَلَيْهَا حَرُّ مَكَّةَ لَاسْتَظَلَّتْ »

''اے عیاش! اللہ کی قسم! تیری قوم کا ارادہ صرف تجھے تیرے دین سے باز رکھنا ہے، تم ان سے ہوشیار رہو (اور ان کے چنگل میں نہ آؤ)۔ اللہ کی قسم! جب جوئیں تیری ماں کو تکلیف دیں گی تو وہ خود بخود کنگھی شروع کر دے گی اور جب مکہ کی گرمی اپنے پورے جوبن پر ہوگی تو تیری ماں خود بخود سائے میں آجائے گی۔''

سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(مجھے جانے دیجیے) میرا وہاں مال پڑا ہوا ہے، میں اپنا مال بھی لے آؤں گا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا:

« وَاللّٰهِ! إِنَّكَ لَتَعْلَمُ أَنِّي مِنْ أَكْثَرِ قُرَيْشٍ مَالًا فَلَكَ نِصْفُ مَالِي، وَلَا تَذْهَبْ مَعَهُمَا » [مسند البزار: ١/ ٢٥٨، ٢٥٩، ح: ١٥٥، وإسناده حسن لذاته، صدقة بن سابق صدوق حسن الحديث، ذكره ابن حبان في الثقات ووثقه الحاكم والذهبي والضياء المقدسي بتصحيح حديثه]

''(اے عیاش!) اللہ کی قسم! یقیناً تو جانتا ہے کہ میں قریش کے مال دار لوگوں میں سے ہوں، میرا آدھا مال تم لے لو مگر ان کے ساتھ مت جاؤ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے، سو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سا مال عطا فرمایا تھا۔

کمزور ایمان والوں پر ظلم وجور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ والوں کو دین اسلام کی دعوت پیش کی تو سردارانِ مکہ نے دین اسلام کی بہت مخالفت کی اور اسلام قبول کرنے والے کمزور مسلمانوں پر ظلم وجور کی انتہا

کر دی، ان کمزور مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والوں میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس بات کی تائید سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

« لَوْ رَأَيْتُنِي مُوثِقِي عُمَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ أَنَا وَأُخْتُهُ، وَمَا أَسْلَمَ » [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه : ٣٨٦٧]

''میں نے خود کو اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی بہن کو اس حال میں دیکھا کہ اسلام لانے کی پاداش میں عمر (رضی اللہ عنہ) نے ہم دونوں (میاں بیوی) کو (رسی سے) باندھ دیا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے لیے اسباب مہیا کر دیے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب بھی میں نے سنا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوئی، جیسا وہ اس کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتے تھے۔ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت شخص وہاں سے گزرا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« لَقَدْ أَخْطَأَ ظَنِّي أَوْ إِنَّ هٰذَا عَلَى دِينِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، أَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ، عَلَيَّ الرَّجُلَ »

''ہوسکتا ہے کہ میرا گمان غلط ہو، (میرا گمان یہ ہے کہ) یہ شخص اپنے جاہلیت کے دین پر اب بھی قائم ہے یا پھر یہ (زمانۂ جاہلیت میں) اپنی قوم کا کاہن رہا ہے۔ خیر اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔''

چنانچہ اس شخص کو بلایا گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے بھی یہی بات دہرائی۔ اس پر اس نے کہا: ''میں نے آج کے دن کا سا معاملہ کبھی نہیں دیکھا جو کسی مسلمان کو پیش آیا ہو۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: « فَإِنِّي أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِي » ''لیکن میں تمھارے لیے ضروری قرار دیتا ہوں کہ تم مجھے اس سلسلے میں بتاؤ۔'' تو اس نے بتایا: ''(ہاں) میں زمانۂ

جاہلیت میں اپنی قوم کا کاہن تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « فَمَا أَعْجَبُ مَا جَاءَ تْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ؟ » ''غیب کی جو خبریں تیرے پاس تیری جننی لاتی تھی اس کی سب سے حیرت انگیز کوئی بات سناؤ۔'' اس نے کہا: ''ایک دن میں بازار میں تھا کہ میری جننی میرے پاس آئی، میں نے دیکھا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے، اس نے کہا، کیا تو جنوں کو نہیں دیکھتا کہ جب سے انھیں آسمانی خبروں سے روک دیا گیا ہے تو وہ کیسے ڈرے ہوئے ہیں اور مایوس ہیں اور وہ اپنی اونٹنیوں اور ان کے پالانوں کے ساتھ چمٹ گئے ہیں (یعنی اپنا رختِ سفر باندھ چکے ہیں)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« صَدَقَ، بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ آلِهَتِهِمْ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهُ، فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ، لَمْ أَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ أَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ يَقُولُ يَا جَلِيحُ! أَمْرٌ نَجِيحٌ، رَجُلٌ فَصِيحٌ، يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَوَثَبَ الْقَوْمُ، قُلْتُ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا، ثُمَّ نَادَى يَا جَلِيحُ! أَمْرٌ نَجِيحٌ، رَجُلٌ فَصِيحٌ، يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا أَنْ قِيلَ هٰذَا نَبِيٌّ »

[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ٣٨٦٦۔ تاريخ دمشق : ٤٤/ ١٠٦، ١٠٧]

''اس شخص نے سچ کہا، ایک مرتبہ میں بھی ان دنوں مشرکین کے بتوں کے قریب سویا ہوا تھا کہ ایک شخص گائے کا ایک بچھڑا لایا اور اسے وہاں ذبح کر دیا، اس کے اندر سے اس قدر زور کی آواز نکلی کہ میں نے ایسی شدید چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ اس نے کہا: ''اے دشمن! ایک بات بتلاتا ہوں جس سے مراد مل جائے۔ ایک فصیح (خوش بیان) شخص یوں کہتا ہے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' یہ سنتے ہی تمام لوگ (حاضرینِ مجلس) چونک پڑے اور دوڑنے لگے۔ میں نے کہا، میں تو اسی جگہ رہوں گا، تاکہ اس کے پس پردہ کچھ معلوم

کروں، تو اس نے پھر پکارا: ”اے دشمن! ایک بات بتلاتا ہوں، جس سے مراد بر آئے۔ ایک فصیح شخص یوں کہہ رہا ہے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ ”اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“ پھر میں کھڑا ہوا اور ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ لوگ کہنے لگے: ”یہ (محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی ہیں۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم اعزاز سے نوازا ہے کہ آپ مراد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ دعائے نبوی ہی آپ کے قبول اسلام کا سبب تھی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَكَانَ أَحَبُّهُمَا إِلَى اللّٰهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ » [مسند أحمد : ٢/ ٩٥، ح : ٥٦٩٨ ، وإسناده حسن لذاته ـ ترمذي: ٣٦٨١، قال أبوعيسٰى هذا حديث حسن صحيح غريب، وصححه ابن حبان (٦٨٨١)]

”اے اللہ! ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے تو اس کے ذریعے سے اسلام کو غالب کر دے۔“ تو اللہ کے نزدیک ان دونوں میں سے عمر (رضی اللہ عنہ) زیادہ پسندیدہ اور محبوب تھے۔“

ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی:

« اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً » [السنن الكبرٰى للبيهقي : ٦/ ٣٧٠، ح : ١٣٣٧٦، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٢٧، ح: ٩٤٢٨۔ مستدرك حاكم : ٣/ ٨٣، ح: ٤٤٨٥، وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي]

”اے اللہ! خاص عمر بن خطاب کے ذریعے سے اسلام کو عزت وقوت عطا فرما۔“

قبولِ اسلام اور مشکلات

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''عمر رضی اللہ عنہ (اسلام قبول کرنے کے بعد قریش کی وجہ سے) گھر میں خوف زدہ تھے کہ اتنے میں ابوعمرو عاص بن وائل سہمی ایک دھاری دار چادر اور ریشمی کرتا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا۔ وہ قبیلہ بنوسہم سے تھا اور وہ زمانۂ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ ابوعمرو سہمی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُوْنَنِي إِنْ أَسْلَمْتُ » ''تمھاری قوم والے کہتے ہیں کہ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔'' عاص نے کہا: ''تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' جب عاص نے یہ بات کہی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں امان میں آ گیا ہوں۔ (اس کے بعد) عاص باہر نکلا اور لوگوں سے ملا اور اس وقت مکہ کا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ عاص نے پوچھا: ''کدھر کا رُخ ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہم اس ابن خطاب کی خبر لینے جا رہے ہیں جو بے دین ہوگیا ہے۔'' عاص نے کہا: ''اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا (اسے میں نے امان دی ہے)۔'' یہ سنتے ہی لوگ واپس لوٹ گئے۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه : ٣٨٦٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اہلِ قریش آپ کے اسلام قبول کرنے کو نہ جان سکے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

« أَيُّ قُرَيْشٍ! أَنْقَلُ لِلْحَدِيْثِ؟ »

''مکہ والوں میں کون ایسا آدمی ہے جو باتوں کو خوب پھیلاتا ہو؟''

بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی۔ آپ رضی اللہ عنہ اگلے دن اس کے پاس گئے اور میں آپ کے ساتھ تھا اور دیکھ رہا تھا کہ آپ کیا کرتے ہیں، اس وقت میں چھوٹا تھا لیکن جو کچھ دیکھتا یا سنتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور کہا:

« أَمَا عَلِمْتَ يَا جَمِيْلُ! أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَ دَخَلْتُ فِيْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ »

''اے جمیل! کیا تو جانتا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟''

تو اللہ کی قسم! اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا، بلکہ (جلدی میں) بھاگ کھڑا ہوا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے ہو لیے اور میں اپنے والد کے پیچھے تھا، یہاں تک کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا اور بلند آواز سے چیخا: ''اے قریش کے لوگو! (ایک اہم خبر) سنو! عمر بن خطاب بے دین ہو گیا ہے۔'' اس وقت اہلِ قریش کعبہ کے اردگرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« كَذَبَ، وَلٰكِنِّي أَسْلَمْتُ وَآمَنْتُ بِاللّٰهِ وَصَدَّقْتُ رَسُولَهُ »

''اس نے جھوٹ کہا ہے، بلکہ میں نے تو اسلام قبول کیا ہے اور اللہ پر ایمان لایا ہوں اور میں نے اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔''

(یہ سنتے ہی) لوگ آپ پر چڑھ دوڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ برابر ان سے لڑتے رہے، یہاں تک کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا (یعنی دوپہر کا وقت ہو گیا) تو عمر رضی اللہ عنہ تھک کر بیٹھ گئے۔ وہ سب آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر آ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا:

« اِفْعَلُوا مَا بَدَا لَكُمْ، فَوَاللّٰهِ! لَوْ كُنَّا ثَلَاثَ مِائَةِ رَجُلٍ لَقَدْ تَرَكْتُمُوهَا لَنَا أَوْ تَرَكْنَاهَا لَكُمْ » [صحيح ابن حبان: ٦٨٧٩، وإسناده حسن لذاته۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ١/ ٣٤٤، ٣٤٥، ح: ٣٢٧۔ مسند البزار: ١/ ٢٦٠، ٢٦١، ح: ١٥٦]

''جو تمھارے جی میں آئے کر لو، اللہ کی قسم! اگر ہم تین سو آدمی ہوتے تو یا تو تم ہمارے لیے میدان چھوڑ دیتے یا ہم تمھارے لیے چھوڑ دیتے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا اسلامی دعوت پر اثر

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه : ٣٨٦٣]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہم لوگ ہمیشہ عزت سے رہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرمایا کرتے تھے:

((إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَيَّ هَلًا بِعُمَرَ، إِنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ نَصْرًا، وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ فَتْحًا)) [مصنف ابن أبي شيبة: ٣٥٨/٦، ح : ٣١٩٨٠، وإسناده حسن لذاته]

''جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ تذکرہ شروع کرو، یقیناً ان کا (قبول) اسلام دین کی نصرت تھا اور ان کی خلافت (دینِ اسلام کی) فتح تھی۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی مدح کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تھا:

((أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَسْلَمْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَفَرَ النَّاسُ، وَقَاتَلْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَذَلَهُ النَّاسُ)) [مستدرك حاكم : ٣/ ٩٢، ح: ٤٥١٥، وإسناده حسن لذاته۔ صحيح ابن حبان: ٦٨٩١، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٤٢٩/٤٤، ٤٤٢، ٤٤٣۔ يحيى بن أبي طالب وغسان بن الربيع صدوقان وثقهما الجمهور]

''اے امیر المومنین! آپ کو (جنت کی) خوش خبری ہو، آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب لوگ کفر کر رہے تھے اور آپ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

(ڈٹ کر) لڑے جب لوگوں نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا تھا۔"

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر ابولؤلؤ مجوسی نے قاتلانہ حملہ کیا تو اس وقت ایک نوجوان نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کرتے ہوئے کہا:

« أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ، مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ وُلِّيتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةٌ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان: ٣٧٠٠۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٧٢/١٢]

"اے امیر المومنین! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری ہو کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت حاصل رہی اور آپ نے ابتدا میں اسلام قبول کیا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے زبردست عدل و انصاف قائم کیا، پھر آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔"

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں میں شمار کیا کرتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہجرتِ مدینہ

باجماعت ہجرت

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانُوا يُقْرِءُونَ النَّاسَ، فَقَدِمَ بِلَالٌ وَّسَعْدٌ وَّعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي ﷺ وأصحابه المدينة : ٣٩٢٥]

''سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم تشریف لائے، وہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ پھر (ان کے بعد) بلال، سعد اور عمار بن یاسر آئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیس (۲۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر (مدینہ) آئے، پھر نبی ﷺ تشریف لائے۔ تو میں نے مدینہ والوں کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر خوش ہوئے تھے۔''

دورانِ ہجرت ایثار اور اخوتِ اسلامی کا عظیم مظاہرہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَمَّا اجْتَمَعْنَا لِلْهِجْرَةِ اتَّعَدْتُّ أَنَا وَعَيَّاشُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ، وَهِشَامُ بْنُ الْعَاصِي الْمَيْضَاةَ، مَيْضَاةَ بَنِي غِفَارٍ فَوْقَ سَرِفٍ وَقُلْنَا أَيُّكُمْ لَمْ يُصْبِحْ عِنْدَهَا فَقَدِ احْتَبَسَ، فَلْيَنْطَلِقْ صَاحِبَاهُ، فَحُبِسَ عَنَّا هِشَامُ بْنُ الْعَاصِ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءَ وَخَرَجَ أَبُو جَهْلِ بْنُ هِشَامٍ وَالْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ إِلَى عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ وَكَانَ ابْنَ عَمِّهِمَا وَأَخَاهُمَا لِأُمِّهِمَا حَتَّى قَدِمَا عَلَيْنَا الْمَدِينَةَ فَكَلَّمَاهُ فَقَالَا لَهُ إِنَّ أُمَّكَ نَذَرَتْ أَنْ لَا تَمَسَّ رَأْسَهَا بِمُشْطٍ حَتَّى تَرَاكَ، فَرَقَّ لَهَا، فَقُلْتُ لَهُ يَا عَيَّاشُ! إِنَّهُ وَاللّٰهِ! إِنْ يُرِيدُكَ الْقَوْمُ إِلَّا عَنْ دِينِكَ فَاحْذَرْهُمْ فَوَاللّٰهِ! لَوْ قَدْ أَذَى أُمَّكَ الْقَمْلُ لَقَدِ امْتَشَطَتْ، وَلَوْ قَدِ اشْتَدَّ عَلَيْهَا حَرُّ مَكَّةَ أَحْسَبُهُ قَالَ لَاسْتَظَلَّتْ، فَقَالَ إِنَّ لِي هُنَاكَ مَالًا فَآخُذُهُ، قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ! إِنَّكَ لَتَعْلَمُ أَنِّي مِنْ أَكْثَرِ قُرَيْشٍ مَالًا فَلَكَ نِصْفُ مَالِي، وَلَا تَذْهَبْ مَعَهُمَا، قَالَ فَأَبَى عَلَيَّ إِلَّا أَنْ يَخْرُجَ مَعَهُمَا، فَقُلْتُ لَهُ لَمَّا أَبَى عَلَيَّ أَمَا إِذْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ فَخُذْ نَاقَتِي هٰذِهِ فَإِنَّهَا نَاقَةٌ ذَلُولٌ فَالْزَمْ ظَهْرَهَا، فَإِنْ رَابَكَ مِنَ الْقَوْمِ رَيْبٌ فَانْجُ عَلَيْهَا، فَخَرَجَ مَعَهُمَا عَلَيْهَا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ، قَالَ أَبُو جَهْلِ بْنُ هِشَامٍ وَاللّٰهِ! لَقَدِ اسْتَبْطَأْتُ بَعِيرِي هٰذَا أَفَلَا تَحْمِلُنِي عَلَى نَاقَتِكَ هٰذِهِ؟ قَالَ بَلَى، فَأَنَاخَ وَأَنَاخَا لِيَتَحَوَّلَ عَلَيْهَا،

فَلَمَّا اسْتَوَوْا بِالْأَرْضِ غَدَيَا عَلَيْهِ وَأَوْثَقَاهُ، ثُمَّ أَدْخَلَاهُ مَكَّةَ وَفَتَنَاهُ فَافْتُتِنَ، قَالَ وَكُنَّا نَقُولُ وَاللّٰهِ! لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِمَّنِ افْتُتِنَ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا، وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَةُ قَوْمٍ عَرَفُوا اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى الْكُفْرِ لِبَلَاءٍ أَصَابَهُمْ، قَالَ وَكَانُوا يَقُولُونَ ذٰلِكَ لِأَنْفُسِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِمْ وَفِي قَوْلِنَا لَهُمْ وَقَوْلِهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾ قَالَ عُمَرُ فَكَتَبْتُهَا فِي صَحِيفَةٍ وَبَعَثْتُ بِهَا إِلَى هِشَامِ بْنِ الْعَاصِي، قَالَ هِشَامٌ فَلَمْ أَزَلْ أَقْرَؤُهَا بِذِي طُوًى أُصَعِّدُ بِهَا فِيهِ حَتّٰى فَهِمْتُهَا، قَالَ فَأُلْقِيَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ فِينَا وَفِيمَا كُنَّا نَقُولُ فِي أَنْفُسِنَا، وَيُقَالُ فِينَا فَرَجَعْتُ فَجَلَسْتُ عَلَى بَعِيرِي فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ » [مسند البزار : ۲۵۸/۱ تا ۲۶۰، ح : ۱۵۵، وإسناده حسن لذاته۔ سيرة ابن هشام، ص: ۳۳۷۔ مستدرك حاكم : ۴۳۵/۲، ح : ۳۶۶۶، مختصراً باختلاف يسير، صدقة بن سابق صدوق حسن الحديث و وثقه الحاكم والذهبي والضياء المقدسي بتصحيح حديثه، و ذكره ابن حبان في الثقات]

”جب ہم نے ہجرت کا ارادہ کیا تو میں، عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص نے وادیٔ سَرِف (مکہ کی وادیوں میں سے ایک وادی) کی اونچائی پر میضاۃ بنی غفار (مکہ سے دس میل کی دوری پر واقع ہے) کے باغ میں آپس میں ملنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے آپس میں یہ طے کیا کہ جو صبح وہاں نہ پہنچے گویا وہ گرفتار ہو گیا ہے، اس لیے دوسرے دونوں ساتھیوں کو چاہیے کہ (وہ اس کا انتظام نہ کریں

بلکہ) آگے بڑھ جائیں۔ تو ہشام بن عاص کو ہم سے روک لیا گیا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو ''قباء'' میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے۔ ادھر ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں (مکہ سے) نکلے۔ عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ ان کے چچا زاد اور ماں کی طرف سے ان کے بھائی تھے۔ وہ دونوں ہمارے پاس مدینہ پہنچے تو ان دونوں نے عیاش بن ابی ربیعہ سے بات کی اور کہا: ''تیری ماں نے نذر مانی ہے کہ وہ اس وقت تک سر میں کنگھی کرے گی اور نہ سائے میں بیٹھے گی جب تک کہ وہ تجھے دیکھ نہ لے۔'' (ان کی باتیں سن کر) عیاش بن ابی ربیعہ کا دل ماں کے لیے بھر آیا۔ میں نے ان سے کہا: ''اللہ کی قسم! اے عیاش! تیری قوم کا ارادہ صرف تجھے تیرے دین سے باز رکھنا ہے، تم ان سے بچ کر رہو، اللہ کی قسم! جب جوئیں تیری ماں کو تکلیف دیں گی تو وہ خود بخود کنگھی کرنا شروع کر دے گی اور جب مکہ کی سخت گرمی تیری ماں کو بے قرار کرے گی تو وہ خود بخود سائے میں آجائے گی۔'' عیاش بن ابی ربیعہ نے کہا: '' (میں اپنی ماں کی قسم پوری کروں گا) اور وہاں میرا کچھ مال بھی ہے، اسے بھی لے آؤں گا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! تم یقیناً جانتے ہو کہ میں قریش کے مال دار لوگوں میں سے ہوں، میرا آدھا مال تم لے لو مگر ان کے ساتھ مت جاؤ۔'' لیکن انھوں نے میری بات نہ مانی اور ان کے ساتھ جانے پر مصر رہے، جب ان کا اصرار برقرار رہا تو میں نے کہا: ''سنو! جب تم نے واپس جانے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو میری یہ اونٹنی لے لو، یہ اچھی نسل کی فرماں بردار اونٹنی ہے، اس پر سوار ہو جاؤ، اگر ان لوگوں کی طرف سے تمھیں کوئی بدعہدی کا شک گزرے تو بھاگ نکلنا۔'' چنانچہ وہ اونٹنی پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چل پڑے۔ کچھ راستہ طے کرنے کے بعد ابو جہل نے کہا: ''اللہ کی قسم!

میری اونٹنی تھک گئی ہے، کیا تم مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو گے؟'' عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ضرور، کیوں نہیں۔'' پھر عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور ان دونوں نے بھی اپنی اونٹنیاں بٹھائیں تا کہ ابوجہل اس پر بیٹھ جائے۔ جب سب نیچے اترے تو ان دونوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو باندھ کر مکہ لے آئے۔ پھر آپ کو آزمائش میں ڈالا گیا اور آپ آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے: ''جس نے خود کو فتنے میں ڈالا اللہ تعالیٰ اس کی فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفل عبادت اور نہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی توبہ قبول کرے گا جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور پھر کسی آزمائش کے پہنچنے کی وجہ سے کفر کی طرف لوٹ گئے۔'' یہ باتیں (واپس جانے والے) وہ لوگ خود بھی اپنے بارے میں کہا کرتے تھے۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں اور جو ہم ان کے بارے میں کہا کرتے تھے اور جو وہ خود اپنے بارے میں کہا کرتے تھے، یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ [الزمر: ۵۳ تا ۵۵]

''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی

جائے گی۔ اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "میں نے ان آیات کو ایک صحیفے میں لکھا اور ہشام بن عاص کی طرف بھیج دیا۔" ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جب میرے پاس وہ صحیفہ آیا تو میں وادی "ذی طوی" میں تھا۔ میں ان آیات کو پڑھتا رہا، ان پر غور کرتا رہا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ یہ آیتیں ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہ وہی باتیں ہیں جو ہم اپنے بارے میں کہتے تھے اور دیگر لوگ بھی کہا کرتے تھے۔" ہشام کہتے ہیں: "تو میں فوراً اپنی سواری کی طرف پلٹا، اس پر سوار ہوا اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔"

مندرجہ بالا واقعہ ہجرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذہانت کا آئینہ دار ہے۔ انھوں نے اپنے دونوں ساتھیوں عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر کتنا کامیاب منصوبہ بنایا۔ یہ تینوں افراد الگ الگ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور جس مقام پر اکٹھا ہونا طے پایا وہ مکہ سے بہت دور مدینہ کے راستے پر حرم کی حدود سے باہر تھا۔ انھوں نے وقت اور جگہ کا تعین کیا اور کہا، اگر کوئی ساتھی کسی وجہ سے وہاں نہ پہنچ پائے تو باقی دونوں ساتھی اس کا انتظار کیے بغیر وہاں سے روانہ ہو جائیں، کیونکہ نہ آنے والا ساتھی ضرور روک لیا گیا ہوگا۔ حسب توقع ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کو روک لیا گیا تھا، لہٰذا سیدنا عمر اور سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے کامیاب منصوبے کے مطابق صحیح سلامت مدینہ پہنچ گئے۔ لیکن دوسری جانب مشرکین مکہ مہاجرین کا پیچھا کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ انھوں نے مکمل منصوبہ بندی کی، جسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے عیاش کے اخیافی بھائی ابوجہل اور حارث بن ہشام میدانِ عمل میں آئے۔ عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو اس لحاظ سے واپسی کے لیے قائل کیا جا سکتا تھا کہ

معاملہ اس کی ماں کا ہے اور وہ دونوں ماں کی طرف سے اس کے بھائی بھی ہیں، تو ابوجہل نے اس رشتے کے اعتبار سے بھرپور منصوبہ بندی کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی چھٹی حس فوراً پہچان گئی کہ ان کے ساتھ دھوکا ہوگا اور اسے قید کرلیا جائے گا۔ یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بے خطا فراست کا روشن ثبوت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اخوتِ اسلامی کے عظیم پیکر تھے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے مال کی قربانی پر بھی رضا مند ہو گئے تھے، تاکہ ان کا یہ مسلمان بھائی ابوجہل کے چنگل سے بچ جائے اور کسی فتنے میں مبتلا ہوکر اپنے دین کو نقصان نہ پہنچا بیٹھے۔ لیکن عیاش اپنی ماں کی محبت میں گرفتار ہو گیا، ماں کا نام سنتے ہی اس کا دل نرم پڑ گیا۔ وہ مکہ جا کر اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور ساتھ ہی اپنا مال لانے کا منصوبہ بھی سوچنے لگا۔ ان کی غیرت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا آدھا مال لینے سے بھی انکار کر دیا۔ کیونکہ خود ان کا ذاتی مال مکہ میں موجود تھا۔ بہر حال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بڑے دور اندیش انسان تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ عیاش کا کیا انجام ہونے والا تھا اور اس کے ساتھ مکہ میں کیا بیتنے والی تھی۔ وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود عیاش کو مطمئن نہ کر سکے تو اسے اپنی اچھی نسل کی عمدہ اور وفادار اونٹنی دے دی، لیکن حسبِ توقع ایسا ہی ہوا کہ مشرک غدار نکلے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا، کیونکہ انھوں نے خود اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور جاہلی معاشرے میں ٹھہرے رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

[الزمر: ۵۳]

”کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔“

ابھی یہ آیات نازل ہی ہوئی تھیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوری اپنے دوست ہشام بن

عاص کی طرف لکھ بھیجیں، تاکہ وہ ایک دفعہ پھر کفر کی سرزمین سے نکلنے کی کوشش کرے۔
غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کتنے عظیم المرتبت انسان تھے اور کتنے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے کہ عیاش بن ابی ربیعہ کو نصف مال کی پیش کش بھی کر ڈالی اور اسے اپنی اونٹنی بھی دی، لیکن اسے نہ برا بھلا کہا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی عار دلائی کہ تو نے میری بات نہیں، بلکہ ان پر تو جذبۂ وفا و محبت چھایا ہوا تھا۔ پھر جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ایک دفعہ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُسی جذبۂ خیر خواہی سے ان آیات کو لکھ کر ان کی طرف اور وہاں موجود دیگر تمام کمزور مسلمانوں کی طرف بھیجا، تاکہ سب مل کر اسلامی لشکر میں شمولیت کی بھرپور کوشش شروع کریں۔

اذان کے لیے مشورہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب مسلمان (ہجرت کرکے) مدینہ منورہ پہنچے تو نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی تھی بلکہ یوں ہی ایک وقت مقرر کرکے نماز ادا کی جاتی تھی۔ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں مشورہ کیا تو بعض نے کہا، نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنالو اور بعض نے کہا، یہودیوں کے نرسنگے (بگل) کی طرح ایک نرسنگا بنالو (اس میں پھونک دیا کرو) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا:

« أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ! قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ » [بخاري، كتاب الأذان، باب بدء الأذان : ٦٠٤۔ مسلم: ٣٧٧]

''تم ایک آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی اطلاع دے۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس رائے کو پسند کیا اور) فرمایا: ''اے بلال! اٹھو اور نماز کی اطلاع دو۔''

قرآنِ کریم سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم سے بہت گہرا تعلق و شغف رکھتے تھے، اس کی اہم دلیل یہ ہے کہ بعض مواقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے امور کے بارے میں سوالات کرتے جن کا حکم ابھی نازل نہ ہوا ہوتا اور آپ رضی اللہ عنہ ان معاملات میں خلوصِ دل اور سچائی کے جذبے سے اپنی رائے کا اظہار بھی فرما دیتے۔ ان کی فراست اور قرآن کریم کے مقاصد بالاستیعاب جاننے کی وجہ سے قرآنِ مجید کی بعض آیات ان کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مقامِ ابراہیم، پردہ اور امہات المومنین کے بارے میں موافقت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَافَقْتُ اللّٰهَ فِي ثَلَاثٍ، أَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ، قَالَ وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِّنْكُنَّ، حَتَّى أَتَيْتُ إِحْدَى نِسَائِهِ، قَالَتْ

يا عُمرُ! أما في رسُولِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّم ما يعِظُ نِسائهُ حتّى تعِظهُنّ أنت؟ فأنزل اللّٰهُ: ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ﴾ [التحريم: ٥])) [بخاري، كتاب التفسير، باب: ﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى﴾: ٤٤٨٣، ٤٠٢]

''میری تین باتیں بالکل اللہ (کی وحی) کے مطابق ہوئیں، یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میرے ساتھ موافقت کی ہے۔ (پہلی یہ کہ) میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر آپ (طواف کے بعد) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے۔ (تو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نازل کر دیا) اور (دوسری یہ کہ) میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس اچھے برے ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، اگر آپ امہات المومنین (یعنی اپنی بیویوں) کو پردے کا حکم دے دیں سو (اچھا ہے، تو اس کے موافق) اللہ تعالیٰ نے پردے کے متعلق آیات نازل فرما دیں اور (تیسری یہ کہ) جب مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کی سرزنش کی ہے، تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: ''تم باز آجاؤ ورنہ اللہ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں بدل دے گا۔'' پھر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے ایک بیوی (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: ''اے عمر! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نصیحت نہیں کر سکتے جو تم نصیحت کرنے آئے ہو؟'' تو اس وقت (میرے کہنے کے موافق) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا﴾ [التحريم: ٥]

''اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں،

توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔"

منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھنے میں موافقت

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "جب (رئیس المنافقین) عبداللہ بن اُبی مر گیا تو اس کا بیٹا (عبداللہ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگا: "اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرما دیجیے، تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور آپ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھا دیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی فرما دیں۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا کرتا عنایت کیا اور فرمایا:

«آذِنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ»

"مجھے خبر کر دینا تو میں اس کا جنازہ پڑھا دوں گا۔"

پھر جب اس نے آپ کو اطلاع کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے کھینچا اور کہا:

«أَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ؟»

"کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [التوبة : ٨٠]»

"مجھے ان دونوں باتوں میں اختیار دیا گیا ہے، اللہ نے فرمایا: "ان کے لیے بخشش مانگ یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔"

الغرض! آپ ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کا جنازہ پڑھایا تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ [التوبة : ٨٤]

''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو تُو اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔''

[بخاري، كتاب الجنائز، باب الكفن في القميص ..... الخ : ١٢٦٩۔ مسلم: ٢٤٠٠]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا، أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ! فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ إِنْ زِدْتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُّ عَلَيْهَا، قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ ﴿بَرَآءَةٌ﴾ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ إِلٰى ﴿وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ)) [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من الصلوة على المنافقين ....الخ : ١٣٦٦]

''جب عبداللہ بن اُبی ابن سلول مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ ﷺ جنازے کے ارادے سے کھڑے

ہوئے تو میں نے تیزی سے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا آپ اُبی کے بیٹے کا جنازہ پڑھیں گے، جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی اور میں آپ ﷺ کے سامنے اس کے کفر کی باتیں شمار کرنے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ میری باتیں سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''عمر! پیچھے ہٹو!'' تاہم جب میں نے (اس معاملہ میں) آپ ﷺ سے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھے اختیار دیا گیا ہے اور میں نے (جنازہ پڑھنا) پسند کیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ میرے ستر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کے لیے دعا کروں۔'' الغرض! رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، جنازہ پڑھنے کے بعد ابھی آپ ﷺ چند لمحات ہی ٹھہرے ہوں گے کہ سورۂ توبہ کی یہ دو آیات نازل ہوئیں (جن میں سے ایک یہ ہے): ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [التوبة : ٨٤] ''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بڑی دلیری کی، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (ہر مصلحت کو) خوب جانتے ہیں۔''

اس کے بعد ساری زندگی اللہ کے رسول ﷺ نے کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھایا اور نہ کسی منافق کی قبر پر تشریف لے گئے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں موافقت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مَا تَرَوْنَ فِي هٰؤُلَاءِ الْأُسَارَى؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيْرَةِ، أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُوْنُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ!؟ قُلْتُ لَا وَاللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُوْ بَكْرٍ وَلٰكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيْلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيْبًا لِعُمَرَ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيْدُهَا، فَهَوِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنٰى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ، شَجَرَةٍ قَرِيْبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ [الأنفال: ٦٧ تا ٦٩] فَأَحَلَّ اللّٰهُ الْغَنِيْمَةَ لَهُمْ »

[مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم: ١٧٦٣]

''(غزوۂ بدر میں) جب قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''ان قیدیوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟'' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچا زاد بھائی اور خاندان ہی کے لوگ ہیں، سو میری رائے تو یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، تاکہ (اس رقم سے) کفار کے مقابلے میں ہمیں قوت حاصل ہو اور ممکن ہے کہ اللہ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول! میری رائے وہ نہیں جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے ہے، بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انھیں ہمارے حوالے کیجیے، تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں، عقیل کو علی (رضی اللہ عنہ) کے حوالے کیجیے، تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دیں اور فلاں جو میرا عزیز ہے، اسے میرے حوالے کیجیے، تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے سرغنے اور سردار ہیں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو اختیار فرمایا اور میری رائے کو نظر انداز کر دیا۔ پھر جب دوسرے دن صبح ہوئی تو میں آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں، میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے بھی بتلایئے آپ اور آپ کے دوست کیوں رو رہے ہیں، تاکہ اگر مجھے بھی رونا آئے تو میں بھی رو پڑوں، وگرنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس فیصلے کی مشاورت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمھارے ساتھیوں نے قیدیوں کے فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلے میں مجھے دی تھی۔ اب میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک درخت تھا اور اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الأنفال: ٦٧ تا ٦٩] ''کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال اور طیب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' الغرض، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔''

اسبابِ نزول سے واقفیت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آیات کے اسباب نزول کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے اور کئی آیات تو انھی کی وجہ سے نازل ہوئیں، ان میں سے بعض آیات مکی ہیں اور بعض مدنی، بلکہ بعض آیات کی تو بلحاظ زمان و مکان نزول کی صحیح معرفت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی سے ملتی ہے۔ چنانچہ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک یہودی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ''اے امیر المومنین! تمھاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو عید کا دن بنا لیتے۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ((أَيُّ آيَةٍ؟)) ''وہ کون سی آیت ہے؟'' اس نے جواب دیا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة: ٣]

”آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

(یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ » [بخاري، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان و نقصانه : ٤٥۔ مسلم: ٥/ ٣٠١٧]

”ہم اس دن اور اس مقام کو جانتے ہیں جس میں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، یہ آیت جمعہ کے دن اتری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے تھے (اور جمعہ ہمارے لیے عید ہی ہے)۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بعض آیات کے نزول کا سبب بننا

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی تنہا اور کبھی کسی دوسرے کے ساتھ براہِ راست بعض آیات کے نزول کا سبب بنے، جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ”میں مسجد نبوی میں منبر رسول کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ (کچھ لوگ بحث و تکرار میں مصروف تھے) ایک شخص کہنے لگا: ”اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ میں کوئی اور کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔“ دوسرا بولا: ”اسلام قبول کرنے کے بعد میں مسجد حرام کی خدمت کے علاوہ کوئی اور کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔“ تیسرا کہنے لگا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا جو تم کہہ رہے ہو ان (دونوں کاموں) سے بہتر اور افضل ہے۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (جب ان کی بلند آوازیں اور بحث و تکرار سنی تو) انھیں ڈانٹا اور فرمایا:

« لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَلٰكِنْ إِذَا صَلَّيْتُ الْجُمُعَةَ دَخَلْتُ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فِيمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ »

’’جمعہ کے دن منبر رسول ﷺ کے پاس بیٹھ کر آوازیں بلند نہ کرو، میں نماز جمعہ سے فارغ ہوکر رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ کے متعلق دریافت کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو۔‘‘

چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [التوبة: ١٩]

’’کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى: ١٨٧٩]

رسول اللہ ﷺ سے بعض آیات کی تفہیم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بعض آیات کے بارے میں بذاتِ خود پوچھتے اور کبھی اگر کسی صحابی کو رسول اللہ ﷺ سے کسی آیت کے بارے میں پوچھتے ہوئے سنتے تو اسے یاد کر لیتے اور اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی سکھاتے، جیسا کہ سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سورۂ نساء کی آیت (۱۰۱): ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کچھ کم کر لو، اگر ڈرو کہ تمھیں وہ لوگ فتنے میں ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا) کے بارے میں پوچھا: ’’اب تو لوگ پُر امن ہو گئے ہیں (اس لیے نماز قصر کا کیا حکم ہے)؟‘‘ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ »

[مسلم، كتاب صلوة المسافرين وقصرها، باب صلاة المسافرين و قصرها: ٦٨٦۔ ابن خزيمة، ح : ٩٤٥۔ ابن حبان : ٢٧٤٠، ٢٧٤١]

''مجھے بھی یہی تعجب ہوا تھا جو تمھیں ہوا ہے، تو میں نے اس بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہے، سو اس کا صدقہ (عنایت) قبول کرو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بعض آیات کی تفسیر

سیدنا عبد اللہ بن عباس اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے پوچھا:

« فِيمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ؟ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ قَالُوا اَللّٰهُ أَعْلَمُ، فَغَضِبَ عُمَرُ، فَقَالَ قُولُوا نَعْلَمُ أَوْ لَا نَعْلَمُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْءٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ أَخِيْ! قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ، قَالَ عُمَرُ أَيُّ عَمَلٍ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ، قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ » [بخاري ، كتاب التفسير ، باب قوله: ﴿ أيود أحدكم أن تكون له جنة.... ﴾ : ٤٥٣٨۔ مستدرك حاكم : ٥٤٢/٢ ، ٥٤٣ ، ح : ٦٣٠٧]

''تمھاری رائے کے مطابق یہ آیت کس معاملے کے متعلق نازل ہوئی تھی؟ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ [البقرة: ٢٦٦] (کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ ہو)۔'' تو انھوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔'' اس جواب پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور فرمانے لگے: ''تم یہ کہو، ہم

جانتے ہیں یا ہم نہیں جانتے۔'' سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے: ''امیر المومنین! اس کے بارے میں میرے دل میں ایک بات ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہو، اے میرے بھتیجے! اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یہ ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیسے عمل کی؟'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ''کسی بھی (نیک) عمل کی۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ مثال اس دولت مند شخص کے عمل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں (نیک) عمل کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس شیطان کو بھیج دیتا ہے تو وہ نافرمانی والے عمل کرنے لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ اپنے سارے اعمال ضائع کر بیٹھتا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ [التكوير : ۷] (اور جب جانیں ملائی جائیں گی) کی تفسیر اس طرح کی:

«يُزَوَّجُ نَظِيرَهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَأَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ [الصافات: ۲۲]» [بخاري، كتاب التفسير، تفسير: ﴿إذا الشمس كورت﴾، بعد الحديث: ۴۹۳۷، تعليقًا]

''جنتی کو جنتی کے ساتھ اور جہنمی کو جہنمی کے ساتھ ملا دیا جائے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ''اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔''

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ [التكوير : ۷] (اور جب جانیں ملائی جائیں گی) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«يُقْرَنُ بَيْنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ مَعَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ وَبَيْنَ

الرَّجُلِ السُّوْءِ مَعَ الرَّجُلِ السُّوْءِ فِي النَّارِ ﴾ [تفسير الطبري: ١٢/ ٤٦٢، ح : ٣٦٤٥، وإسناده حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة : ١٣/ ٢٧٩، ح : ٣٥٦٣٣]

”جنت میں نیک آدمی کو نیک آدمی کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور جہنم میں برے آدمی کو برے آدمی کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔“

اسی طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾ [التحریم : ۸] (اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ) کی تفسیر اس طرح فرمایا کرتے تھے:

« أَنْ يَّتُوْبَ الْعَبْدُ مِنَ الْعَمَلِ السَّيِّءِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ إِلَيْهِ أَبَدًا » [مصنف ابن أبي شيبة : ١٣/ ٢٧٩، ح : ٣٤٦٣٢، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم: ٢/ ٤٩٥، ح : ٣٨٣٠]

”انسان برے عمل سے ایسی توبہ کرے کہ پھر اس گناہ والے عمل کی طرف کبھی نہ لوٹے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء کی آیت (۵۱): ﴿ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ ﴾ (وہ بتوں اور باطل معبودوں پر ایمان لاتے ہیں) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

« اَلْجِبْتُ السِّحْرُ، وَالطَّاغُوْتُ الشَّيْطَانُ » [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و إن كنتم مرضى أو على سفرٍ ...... ﴾، قبل الحديث : ٤٥٨٣، تعليقًا]

”جبت“ سے مراد جادو اور ”طاغوت“ سے مراد شیطان ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں

کتاب وسنت کی تعلیم کے حریص

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کی تعلیم، کسی کی خیر خواہی و راہنمائی اور علم کے حصول کے کسی بھی موقع پر کبھی کسی سے پیچھے نہ رہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِّي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ)) [بخاري، كتاب العلم، باب التناوب في العلم: ٨٩ـ مسلم: ١٤٧٩/٣٤]

''میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنو امیہ بن زید (کے محلّہ) میں رہتے تھے اور یہ مقام مدینہ کی بلندی پر واقع تھا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں۔ جس دن میں آتا اس دن کی وحی وغیرہ کی ساری خبر میں اسے بتا دیتا اور جس دن وہ آتا وہ بھی ایسا ہی کرتا۔''

تلاوتِ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اور لہجے کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد ہی سے حفظ قرآن اور اس کے معانی و مفاہیم پر غور و تدبر کرنے کے حریص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہتے تھے،

جو آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتیں انھیں آپ سیکھ لیتے۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے ان تمام آیتوں اور سورتوں کو یاد کر لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بعض آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائیں اور آپ ان آیات کو قراءت نبوی کی روایت ہی پر پڑھنے کے حریص تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

«سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلٰى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ كَذَبْتَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلٰى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ، اقْرَأْ يَا هِشَامُ! فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ! فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ»

[بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف : ٤٩٩٢۔ مسلم : ٨١٨]

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو (نماز میں) سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا، میں نے غور سے سنا تو دیکھا کہ وہ کئی حروف ایسے

دوسرے طریقوں سے پڑھ رہے ہیں جن طریقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی تھی۔ (مجھے غصہ آ گیا) قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیتا لیکن میں نے صبر سے کام لیا، یہاں تک کہ جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر ان کے گلے میں ڈال کر انھیں کھینچا اور کہا: ''یہ سورت آپ کو کس نے پڑھائی ہے جو میں نے تمھیں پڑھتے ہوئے سنا؟'' انھوں نے جواب دیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسی طرح پڑھائی ہے۔'' میں نے کہا: ''تم جھوٹ کہتے ہو، مجھے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت دوسرے طریقے سے پڑھائی ہے۔'' پھر میں انھیں کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میں نے انھیں سورۂ فرقان اور ہی طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا ہے، جس طرح سے آپ نے مجھے نہیں پڑھائی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو (اور فرمایا) اے ہشام! تم پڑھو۔'' تو انھوں نے اسی طریقے سے پڑھا جیسے میں نے انھیں پڑھتے ہوئے سنا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے عمر! اب تم پڑھو۔'' میں نے اسی طریقے سے پڑھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ (بات یہ ہے کہ) قرآن کریم سات قراءت میں اترا ہے، لہٰذا ان میں سے جو قراءت تمھیں آسان لگے اس کے مطابق پڑھو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وسیع علم عطا ہونے کی نبوی گواہی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علم و تربیت اور دین اسلام کی معرفت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسبِ فیض کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے وسیع علم عطا ہونے کی گواہی دی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ ، يَعْنِي اللَّبَنَ ، حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي

ظُفُرِي أَوْ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ، قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ الْعِلْمَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه: ٣٦٨١۔ مسلم : ٢٣٩١]

''میں نے خواب میں دودھ پیا، اتنا پیا کہ میں اس کی سیرابی اپنے ناخن یا اپنے ناخنوں پر دیکھنے لگا، پھر میں نے (وہ پیالہ) عمر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ اس کی کیا تعبیر کرتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''علم۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہاں علم سے مراد قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں پر سیاست کرنے کا علم ہے۔'' [فتح الباري : ٧/ ٣٥]

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور آپ کے گرویدہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے تب تک نہ اٹھتے تھے جب تک مجلس برخاست نہ ہو جاتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنھوں نے نبی ﷺ کی مصاحبت اس وقت بھی ترک نہ کی تھی جب لوگ مدینہ میں ایک تجارتی قافلے کی آمد کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خود کو آپ ﷺ کے وجود اور آپ کی دعوت کی نشر و اشاعت کے راستے میں قربان کرنے کے لیے تیار رکھتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَالَّذِي

نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ! ﴾ [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ ؟ : ٦٦٣٢]

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، سوائے میری جان کے۔'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، (اے عمر!) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (تمھارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک میں تمھیں تمھاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یقیناً اللہ کی قسم! (اے اللہ کے رسول!) اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اب (تمھارا ایمان کامل ہوا ہے)۔''

باب 02
جہادی میدانوں میں

- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میدانِ جہاد میں
- غزوۂ احد
- غزوۂ بنی مصطلق
- غزوۂ خندق
- صلح حدیبیہ
- غزوۂ خیبر
- فتح مکہ
- غزوۂ حنین
- غزوۂ تبوک

غزوہ اُحد کے آخر میں ابوسفیان نے مسلمانوں سے پوچھا:

''کیا اس قوم میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟'' آپ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا: ''ا کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے پوچھا: ''کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے کہا: ''کیا لوگوں میں خطاب کا بیٹا (عمر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟'' (جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا) تو کہنے لگا: ''یقیناً یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے:

« كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيْكَ » [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٣]

''اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تمھیں ذلیل کرنے کے لیے باقی رکھا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میدانِ جہاد میں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بدر و اُحد سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور کبھی کسی غزوے سے پیچھے نہیں رہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ معرکہ بدر سے قبل جہاد و قتال کی ترغیب دیتے ہوئے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکے سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور مسلمانوں کو جہاد و قتال کی رغبت دلائی، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے (قافلے کے) آنے کی (اور اس کی حفاظت کے لیے کفار کی فوج کے مکہ سے روانہ ہونے کی) خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) مشورہ کیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (جنگ کی موافقت میں) گفتگو کی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، تو آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر (انصار کے سردار) سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! شاید آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے، تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم کریں کہ ہم گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں تو ہم ضرور ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں برک غماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو بھی ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة بدر : ۱۷۷۹]

بدر کے سب سے پہلے شہید سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن عبدالرحمن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہونے والے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام مہجع رضی اللہ عنہ تھے۔'' [الطبقات لابن سعد : ۲۵/۳، ت:۶۷، و إسنادہٗ صحیح إلی القاسم بن عبد الرحمن]

سردارانِ کفار کا میدانِ بدر میں انجام

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْأَمْسِ، يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ! مَا أَخْطَؤُوا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ » [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب عرض مقعد الميت...... الخ : ۲۸۷۳۔ مسند أحمد : ۱/ ۲۶، ۲۷، ح : ۱۸۲]

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن پہلے ہی بدر میں قتل ہونے والے کفار کے گرنے کے مقامات بتا دیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''ان شاء اللہ، کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدود بیان کر دی تھیں انھوں نے ان سے تجاوز نہیں کیا (یعنی ہر کافر اسی جگہ قتل ہو کر گرا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی) پھر وہ سب ایک کنویں میں اوپر تلے پھینک دیے گئے۔''

مقتولین بدر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور عمر رضی اللہ عنہ کا استفسار

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کو تین

دن ایسے ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر انھیں آواز دی:

« يَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ! يَا أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ! يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ! يَا شَيْبَةَ ابْنَ رَبِيعَةَ! أَلَيْسَ قَدْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا، فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يَسْمَعُوْا وَأَنّٰى يُجِيْبُوْا وَقَدْ جَيَّفُوْا؟ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ أَنْ يُّجِيْبُوْا »

''اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! تمھارے رب نے (تمھارے ساتھ) جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے برحق پایا (یا نہیں)؟ میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں نے تو اسے برحق پایا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا تو عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! یہ کیسے سنتے ہیں اور کیا جواب دیتے ہیں، حالانکہ یہ تو اب مردہ ہو کر بدبودار ہو چکے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے، لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ٹھکانے لگانے کا حکم دیا تو وہ گھسیٹ کر (بدر کے کنویں) قلیب میں ڈال دیے گئے۔'' [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة ...... الخ : ٢٨٧٤]

سرداران کفر کے قتل کی تجویز

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مَا تَرَوْنَ فِي هٰؤُلَاءِ الْأُسَارٰى؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيْرَةِ، أَرٰى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُوْنُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرٰى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ!؟ قُلْتُ لَا وَاللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أَرَى الَّذِيْ رَأٰى أَبُوْ بَكْرٍ وَلٰكِنِّيْ أَرٰى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيْلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ وَتُمَكِّنِّيْ مِنْ فُلَانٍ نَسِيْبًا لِعُمَرَ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيْدُهَا، فَهَوِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِيْ أَنْتَ وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُّ بُكَاءً بَكَيْتُ وَإِنْ لَّمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْكِيْ لِلَّذِيْ عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنٰى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ، شَجَرَةٍ قَرِيْبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿فَكُلُوْا مِمَّا

غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ [الأنفال : ٦٧ تا ٦٩] فَأَحَلَّ اللّٰهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ ﴾

[مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ١٧٦٣]

”(غزوۂ بدر میں) جب قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ”ان قیدیوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟“ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچا زاد بھائی اور خاندان ہی کے لوگ ہیں، سو میری رائے تو یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، تا کہ (اس رقم سے) کفار کے مقابلے میں ہمیں قوت حاصل ہو اور ممکن ہے کہ اللہ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ”نہیں، اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول! میری رائے وہ نہیں جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے ہے، بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انھیں ہمارے حوالے کیجیے، تا کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں، عقیل کو علی (رضی اللہ عنہ) کے حوالے کیجیے، تا کہ وہ اس کی گردن اڑا دیں اور فلاں جو میرا عزیز ہے، اسے میرے حوالے کیجیے، تا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے سرغنے اور سردار ہیں۔“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو اختیار فرمایا اور میری رائے کو نظر انداز کر دیا۔ پھر جب دوسرے دن صبح ہوئی تو میں آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں، میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے بھی بتلائیے آپ اور آپ کے دوست کیوں رو رہے ہیں، تا کہ اگر مجھے بھی رونا آئے تو میں بھی رو پڑوں، وگرنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اس فیصلے کی مشاورت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمھارے

ساتھیوں نے قیدیوں کے فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلے میں مجھے دی تھی۔ اب میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک درخت تھا اور اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [الأنفال: ٦٧ تا ٦٩] "کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال اور طیب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔" الغرض، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔"

فہم وفراست

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست کو داد دینی چاہیے کہ انھوں نے جب اسلام قبول کیا تو کفارِ مکہ نے انھیں خوب تنگ کیا، یہاں تک کہ ایک طرف اکیلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مقابلہ کر رہے تھے اور دوسری طرف سردارانِ قریش اور دیگر کفار تھے۔ ان کی یہ لڑائی صبح سے لے کر دوپہر تک جاری رہی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب اکیلے مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے تو سردارانِ قریش سے فرمانے لگے:

« اِفْعَلُوا مَا بَدَا لَكُمْ، فَوَاللّٰهِ! لَوْ كُنَّا ثَلَاثَ مِائَةِ رَجُلٍ لَقَدْ تَرَكْتُمُوهَا لَنَا أَوْ تَرَكْنَاهَا لَكُمْ » [ابن حبان ، كتاب إخباره عن مناقب الصحابة، باب ذكر وصف إسلام عمر...... : ٦٨٧٩۔ مسند البزار: ١/ ٢٦٠، ٢٦١، ح: ١٥٦]

''تم سے جو ہوسکتا ہے کرلو، اللہ کی قسم! اگر ہم تین سو آدمی ہوتے تو یقیناً تم اسے (مکہ کو) ہمارے لیے چھوڑ دیتے یا ہم اسے تمھارے لیے چھوڑ دیتے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جنگی قوانین اور اصول وضوابط سے اس قدر باخبر تھے کہ انھوں نے روزِ اول ہی سے کہہ دیا تھا کہ جب ہم تین سو (۳۰۰) ہوں گے تو تمھارا زور توڑ دیں گے اور ہماری شان وشوکت میں مزید اضافہ ہوگا۔ پھر واقعی چشمِ فلک نے دیکھا کہ پہلے ہی معرکے میں تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں نے اللہ کی مدد سے کفر کا سارا غرور وگھمنڈ مٹی میں ملا دیا۔ اس موقع پر کفارِ مکہ کے ستر (۷۰) لوگ جہنم واصل ہوئے اور ستر ہی قیدی بنے۔

غزوۂ احد

کفر کے امام ابوسفیان کو للکارتے ہوئے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ جہادی میدانوں میں کبھی ہمت نہیں ہارتے تھے۔ وہ نہایت بلند ہمت انسان تھے، انھوں نے کبھی ذلت و رسوائی اور پستی کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ اگر کسی موقع پر انھیں شکست کے آثار نظر آنے لگتے تو بھی ثابت قدم رہتے تھے اور مشکل ترین وقت میں بھی کفار کو للکار رہے ہوتے تھے۔ چنانچہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''احد کے دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں (ایک درے پر پچاس تیراندازوں کے) ایک لشکر کو مقرر کر دیا اور فرمایا: ''تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہوگئی ہے تو بھی اس جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر تم یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی (اپنی جگہ چھوڑ کر) ہماری مدد کرنے نہ آنا۔'' دشمن سے ہمارا مقابلہ ہوا تو وہ بھاگ اٹھا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورتِ حال کو دیکھ کر درّے پر مقرر صحابہ نے کہنا شروع کر دیا: ''غنیمت، غنیمت''۔ (ان کے امیر) عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فتح کو (وقتی) شکست میں بدل دیا اور ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا:

''کیا اس قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے پوچھا: ''کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے کہا: ''کیا لوگوں میں خطاب کا بیٹا (عمر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟'' (جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا) تو کہنے لگا: ''یقیناً یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے:

« كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيْكَ »

''اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تمھیں ذلیل کرنے کے لیے باقی رکھا ہے۔''

اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا: ''ہبل بلند ہو۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَجِيْبُوْهُ » ''اسے جواب دو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''ہم کیا جواب دیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « قُوْلُوْا اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ » ''تم کہو کہ اللہ ہی اعلیٰ اور اجل ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَجِيْبُوْهُ » ''اسے جواب دو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''ہم کیا جواب دیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ » ''کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٣]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ابوسفیان نے کہا: ''آج کا دن بدر کے دن کا بدلا ہے اور جنگ تو ڈول کی مانند ہوتی ہے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

« لَا سَوَاءَ، قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ، وَقَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ » [مسند أحمد: ١/ ٢٨٧، ٢٨٨، ح: ٢٦١٣، وإسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ٢/ ٢٩٦، ٢٩٧، ح: ٣١٦٣]

''معاملہ برابر نہیں، ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمھارے مقتول جہنم میں ہیں۔''

غزوۂ بنی مصطلق

منافق کی گردن اڑانے کی اجازت لیتے ہوئے

غزوۂ بنی مصطلق میں بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کردار منفرد رہا، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''ہم ایک غزوہ (بنو مصطلق) میں تھے کہ مہاجرین میں سے ایک آدمی نے انصار کے ایک آدمی کو پاؤں سے ضرب لگا دی (اس پر دونوں میں لڑائی ہونے لگی)۔ انصاری نے کہا: ''اے انصار! دوڑو۔'' مہاجر نے کہا: ''اے مہاجرین! دوڑو۔'' یہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « مَا بَالُ دَعْوَى جَاهِلِيَّةٍ » ''یہ کیا جاہلیت کی سی پکار ہے۔'' لوگوں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو پاؤں سے ضرب لگا دی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ » ''(ایسی جہالت کی باتیں) چھوڑ دو، یہ بڑی متعفن باتیں ہیں۔'' یہ بات عبداللہ بن اُبی نے سنی تو وہ کہنے لگا: ''کیا واقعی اس (مہاجر) نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔'' اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

« يَا رَسُولَ اللّٰهِ! دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ »

''اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« دَعْهُ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ » [بخاري، كتاب

التفسیر، باب قوله: ﴿ سواء عليهم أستغفرت لهم ﴾ : ٤٩٠٥۔ مسلم: ٦٣/ ٢٥٨٤]

''اسے چھوڑ دے، ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔''

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن اُبی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے تم میں سے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ میں نے عبداللہ بن اُبی کی یہ بات سنی تو اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا، انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور میں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کی طرف کسی آدمی کو بھیجا، (وہ آیا) تو اس نے قسم کھائی اور (اپنی کہی ہوئی بات کا صاف) انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن اُبی کو سچا جانا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ میرا چچا میرے پاس آکر کہنے لگا: ''تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان تم پر ناراض ہوں اور تمھیں جھٹلائیں؟'' (یہ سن کر) مجھے ایسا رنج ہوا کہ اس کی مثل کبھی نہ ہوا۔ میں غم سے نڈھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں سر جھکائے جا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرا کان پکڑا اور مسکرائے، (اب میری خوشی دیدنی تھی کہ) اس کے بدلے اگر مجھے دنیا میں ہمیشہ رہنے کی نعمت مل جاتی تو تب بھی میں اتنا خوش نہ ہوتا۔ خیر بعد میں مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھنے لگے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟'' میں نے کہا: ''کچھ کہا تو نہیں، البتہ میرا کان پکڑا اور مسکرائے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تمھیں بشارت ہو۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ ملے تو ان سے بھی میں نے وہی کہا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ منافقون کی تلاوت کی۔ [ترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة المنافقون: ٣٣١٣، وإسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم: ٢/ ٤٨٨، ٤٨٩، ح: ٣٨١٢۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٤/ ٥٤، ٥٥]

غزوۂ خندق

کفارِ قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے

غزوۂ خندق کے بارے میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ، حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ! مَا صَلَّيْتُهَا، فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ » [بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب من صلى بالناس جماعة...... الخ : ٥٩٦]

”غزوۂ خندق کے موقع پر سورج غروب ہونے کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کفارِ قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا: ”اے اللہ کے رسول! میں نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی ہے جب سورج غروب ہونے کے بالکل قریب تھا۔“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔“ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ”بطحان“ (مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے) کی طرف گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا، چنانچہ سورج غروب ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔“

صلح حدیبیہ

زرہ پہن کر بیعتِ رضوان کی سعادت پانے والے

ذوالقعدہ ٦ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، کفارِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے روک دیا، تو آپ حدیبیہ کے مقام پر فروکش ہو گئے۔ کفارِ مکہ سے گفت وشنید کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ ان کے جانے کے بعد خبر آئی کہ انھیں کفار مکہ نے شہید کر دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلا لینے کے لیے مسلمانوں سے بیعت لی۔ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کی۔ اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لینا شروع کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "لوگ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد (عمر رضی اللہ عنہ) سے پہلے اسلام لائے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ (واقعہ یہ ہے کہ) حدیبیہ کے دن عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس سے اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا، تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہوں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو اس بیعت کی خبر نہ ہوئی۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ (ادھر سے گزرے تو انھوں) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی، پھر گھوڑا لینے چلے گئے، جس وقت وہ

اسے لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لڑائی کے لیے زرہ پہن رہے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ گئے اور یوں عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے والد) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔" [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية ...... الخ : ٤١٨٦]

بیعتِ رضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھامے ہوئے

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ فَبَايَعْنَاهُ وَعُمَرُ آخِذٌ بِيَدِهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَهِيَ سَمُرَةٌ، وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَّا نَفِرَّ)) [مسلم، كتاب الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش..... الخ : ١٨٥٦]

"صلح حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو (۱۴۰۰) افراد تھے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے ایک درخت کے نیچے تھے۔" اور وہ ببول کا درخت تھا اور جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ ہم (جنگ سے) راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔"

دیگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بشارت کے مستحق قرار پائے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ [الفتح : ١٨]

"بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر

سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ » [مسند أحمد : ٣٥٠/٣، ح : ١٤٧٩٠، وإسناده صحيح۔ ترمذی : ٣٨٦٠۔ ابن حبان : ٤٨٠٢]

"جس نے بھی اس درخت کے نیچے بیعت کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غم واضطراب

سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے کہا: "(یہ شرط بھی لکھو کہ) اگر ہم میں سے کوئی شخص، اگرچہ وہ تمھارے دین پر ہو، تمھارے پاس آئے گا تو تم اسے ہمارے حوالے کر دو گے (اور اگر کوئی مسلمانوں میں سے ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے)۔" مسلمانوں نے کہا: "سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے مشرکوں کے حوالے کر دیں؟" لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ پہنچے۔ وہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے نکل بھاگے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ سہیل نے کہا: "اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جسے شرط کے مطابق آپ مجھے واپس کریں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا ہی نہیں گیا۔" سہیل نے کہا: "اللہ کی قسم! تو پھر میں آپ سے کسی شرط پر صلح نہیں کر سکتا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو جندل کو میری خاطر مستثنیٰ کر دو۔" سہیل نے کہا: "میں آپ کی خاطر اسے (ابو جندل کو) کبھی مستثنیٰ نہیں کروں گا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انھیں چھوڑ دو۔" سہیل نے کہا: "نہیں، میں ایسا نہیں کروں گا۔" البتہ مکرز نے کہا: "اچھا ہم آپ کے لیے اسے اجازت دیتے ہیں (لیکن اس کی ایک نہ چلی)۔" ابو جندل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "اے مسلمانو کی جماعت! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں اور مجھے کافروں کی طرف لوٹایا جا رہا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا کیا سختیاں

ہوئی ہیں؟'' اور یہ حقیقت ہے کہ انھیں اللہ کی راہ میں بہت سخت تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں۔ (یہ منظر دیکھ کر) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

« فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ، قَالَ بَلٰى، قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا؟ قَالَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي، قُلْتُ أَوَ لَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ بَلٰى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ، قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا أَبَا بَكْرٍ! أَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا؟ قَالَ أَيُّهَا الرَّجُلُ! إِنَّهُ لَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ، فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ، فَوَاللّٰهِ! إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، قُلْتُ أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنُطَوِّفُ بِهِ؟ قَالَ بَلٰى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ، قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ أَعْمَالًا » [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد.... الخ : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

''میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' میں نے کہا: ''کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے)۔''

میں نے کہا: ''تو پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کیوں کر رہے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے خطاب کے بیٹے!) میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا مددگار ہے (وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا)۔'' میں نے کہا: ''کیا آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟'' میں نے عرض کی: ''نہیں (یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا)۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ ضرور پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور (ان سے) کہا: ''کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں (یہ اللہ کے سچے نبی ہیں)!'' میں نے کہا: ''کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟'' انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں!'' میں نے کہا: ''پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کیوں کر رہے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''اے (بھلے) آدمی! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، اس لیے وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے، (سنو!) وہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو، کیونکہ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔'' میں نے کہا: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کو جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟'' انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں! لیکن کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال وہاں جاؤ گے؟'' میں نے کہا: ''نہیں!'' تو انھوں نے کہا: ''پھر ایک دن تم ضرور وہاں (بیت اللہ) پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے) اس طرح

گفتگو کرنے کے ازالے کے لیے بعد میں میں نے بہت سے نیک اعمال کیے۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غم و اضطراب اور سوال و جواب ان کے جذبۂ احترامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قوتِ ایمانی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی شان اور عزت و وقار کے لیے لڑنے مرنے کے لیے بے چین ہیں، جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہیں، لیکن کوئی ایسی شرط منظور کرنے کے لیے تیار نہیں جس سے شانِ رسالت کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچے، ایمان و احترامِ رسول کا ایک بحرِ ذخار ہے، جس کے تلاطم کا یہ ایک مظاہرہ ہے۔ ان کی پوری زندگی میں اسی جذبہ و احترام کی جھلک نظر آتی ہے، کہیں ازواجِ مطہرات کو پردہ کرانے کا مشورہ ہے تو کہیں اپنی بیٹی اور دوسری ازواجِ مطہرات کو احترامِ رسول کے لیے نصیحت ہے، کہیں کسی منافق کے قتل کی اجازت طلبی ہے تو کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز کو اتنا پست کر دینا ہے کہ دوبارہ پوچھنا پڑے اور کہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز بلند کرنے پر تنبیہ ہے۔ پھر صلح حدیبیہ کے موقع پر جو سوال کیے اُس کے متعلق خیال آیا کہ کہیں یہ بھی شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہوں تو اس کے کفارہ میں بہت سے نیک اعمال کیے اور ڈرتے رہے کہ کہیں گرفت نہ ہو جائے۔ [رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ أَرْضَاهُ]

صلح حدیبیہ کے بعد واپسی پر خشیتِ الٰہی

زید بن اسلم اپنے باپ اسلم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهُ لَيْلًا، فَسَأَلَهُ عُمَرُ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، فَقَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ! نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيْبُكَ، قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ

بَعِيرِي حَتّٰى كُنْتُ أَمَامَ النَّاسِ وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي، قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ » [بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الفتح : ٥٠١٢]

''رسول اللہ ﷺ رات کو ایک سفر میں جا رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کچھ پوچھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا لیکن آپ ﷺ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے (تیسری دفعہ) پھر پوچھا تو بھی آپ ﷺ نے انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (اپنے آپ سے) کہنے لگے: ''اے عمر! تجھے تیری ماں گم پائے! تو نے اصرار کے ساتھ تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور ہر مرتبہ تجھے کوئی جواب نہ ملا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی اونٹنی کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ میں لوگوں سے آگے نکل گیا، کیونکہ مجھے اندیشہ تھا کہ مبادا میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو جائے۔ تو ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو باآواز بلند مجھے پکار رہا تھا (کہ عمر کہاں ہے)۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر لگا کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں (خیر) میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ کو سلام کیا، (سلام کے جواب کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا: ''گزشتہ رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے سورت: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ کی

تلاوت فرمائی۔"

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے متعلق ایک تفصیلی حدیث بیان کرتے ہیں، جس میں ہے:

« فَنَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَتْحِ فَأَرْسَلَ إِلٰی عُمَرَ فَأَقْرَأَهُ إِيَّاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوَ فَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ! فَطَابَتْ نَفْسُهُ وَرَجَعَ » [مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸۵]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ فتح نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انھیں یہ سورت پڑھائی۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے اللہ کے رسول! کیا یہ (صلح) فتح مبین ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!" (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور لوٹ آئے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی مشرک بیویوں کو طلاق دینا

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "صلح حدیبیہ کے موقع پر (شرائط نامہ لکھے جانے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مکہ سے) کچھ مومنہ عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے (سورۂ ممتحنہ کی) چند آیات نازل فرما دیں۔" ان آیات میں یہ حکم بھی تھا:

﴿ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ [الممتحنة : ۱۰]

"اور کافر عورتوں کی عصمتیں روک کر نہ رکھو۔"

سیدنا مسور اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "تو اس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو جو ابھی تک شرک پر قائم تھیں، طلاق دے دی۔ بعد ازاں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔" [بخاري، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

غزوۂ خیبر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غزوۂ خیبر میں شرکت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہر غزوہ کی طرح غزوۂ خیبر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، جیسا کہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''غزوۂ خیبر سے واپسی پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشعار پڑھنے کی اجازت طلب کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَعْلَمُ مَا تَقُوْلُ)) [مسلم ، کتاب الجهاد ، باب غزوة خيبر : ١٨٠٢/١٢٤]

''میں جانتا ہوں کہ تو کون سے اشعار کہے گا۔''

غزوۂ خیبر میں دوسرے دن کے سالار

سیدنا بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''غزوۂ خیبر میں (پہلے دن) جھنڈا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ چنانچہ وہ لوٹ آئے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا، پھر (دوسرے دن) جھنڈا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تھاما اور وہ بھی اس حال میں واپس لوٹ آئے کہ قلعہ فتح نہ ہوا۔'' [دلائل النبوة للبيهقي : ٢١٠/٤ ، إسناده حسن لذاته]

خیبر کے دن کے علاوہ میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا:

((لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى

يَدَيْهِ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضى الله عنه: ٢٤٠٥]

''میں (کل) ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔'' تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے اس دن کے سوا کبھی امارت کی خواہش نہیں کی۔''

خیبر کی زمین اللہ کے راستے میں وقف کرتے ہوئے

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی، تو آپ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کی:

« يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا »

''اے اللہ کے رسول! میں نے خیبر میں کچھ زمین پائی ہے جس سے بڑھ کر عمدہ مال میں نے کبھی نہیں پایا، آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔''

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ نہ اسے بیچا جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ رضی اللہ عنہ نے محتاجوں، رشتہ داروں، غلام آزاد کروانے، اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور مہمانوں کے لیے صدقہ (وقف) کر دیا۔ نیز اس کا متولی معروف طریقے کے مطابق اس میں سے خود کھا اور دوسروں کو کھلا سکتا ہے، لیکن مال جمع نہیں کر سکتا۔'' [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الوقف : ٢٧٣٧]

اعلان کرتے ہوئے کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

« لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ، فُلَانٌ شَهِيدٌ، حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا، إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ، قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا! إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ » [مسلم، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم الغلول وأنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون: ١١٤]

”خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت آئی اور کہنے لگی کہ فلاں شہید ہے، فلاں بھی شہید ہے، یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور انھوں نے کہا کہ فلاں بھی شہید ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہرگز نہیں! بے شک میں نے اسے آگ میں دیکھا ہے اس چادر یا عبا کی پاداش میں جو اس نے چوری کی تھی۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے خطاب کے بیٹے! جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف ایمان والے ہی داخل ہوں گے۔“ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نکلا اور میں نے اعلان کیا: ”(لوگو!) سن لو! جنت میں صرف ایمان والے ہی داخل ہوں گے۔“

فتح مکہ

نبی ﷺ کا راز افشا کرنے والے کے قتل کی اجازت مانگنا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو روانہ فرمایا اور ہدایت کی: ''تم لوگ چلتے جاؤ، یہاں تک کہ جب تم (مقامِ) روضۂ خاخ پہنچو، تو وہاں تمھیں اونٹنی پر سوار ایک عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے لے کر آؤ۔'' چنانچہ حسب حکم جب ہم لوگ تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ''روضۂ خاخ'' پہنچے تو وہاں ہمیں اونٹنی پر سوار ایک عورت ملی، ہم نے اس سے کہا: ''خط نکال دے۔'' وہ کہنے لگی: ''میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔'' ہم نے کہا: ''تجھے خط نکالنا ہوگا، ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار پھینکیں گے۔'' چنانچہ اس نے اپنی چوٹی میں سے ایک خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا، جسے ہم لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس میں لکھا تھا: ''حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام۔'' اس خط کے ذریعے سے وہ رسول اللہ ﷺ کی کچھ (خفیہ) باتیں مشرکین کو بتا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے حاطب! یہ کیا ہے؟'' انھوں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! (میرے معاملے میں) جلدی نہ فرمائیں، دراصل بات یہ ہے کہ میں قریش کے خاندان سے نہیں ہوں، بلکہ صرف ان کا حلیف بن کر ان سے جڑ گیا ہوں۔ دوسرے مہاجرین جو آپ کے ساتھ ہیں، ان کے وہاں عزیز و اقارب موجود ہیں، جو ان کے اہل و عیال اور مال و اسباب کی نگرانی

کرتے ہیں۔ میں نے یہ چاہا کہ جب میرا ان سے کوئی نسبتی رشتہ نہیں ہے تو ان پر کچھ احسان کر دوں جس کے باعث وہ میرے گھر والوں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اس لیے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے پھر گیا ہوں، نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی بنا پر ایسا کیا ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حاطب نے تمھیں سچ بات بیان کر دی ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دَعْنِيْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ))

''اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ))

''یہ تو بدر میں شریک تھے اور تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں سے فرمایا ہے: ''تم جو چاہو عمل کرو، میں تمھیں بخش چکا ہوں۔''

تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ [الممتحنة: ۱]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ

تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح : ٤٢٧٤]

عمر! میں نے جان بوجھ کر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی ہیں

فتح مکہ کے موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ چنانچہ سیدنا بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھیں اور آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا، (یہ دیکھ کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ، قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ! »

[مسلم، كتاب الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد : ٢٧٧]

''بلاشبہ آپ نے آج وہ کام کیا ہے جو (آج سے پہلے) کبھی نہیں کیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔''

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تو یہ کام واجب ہو جاتا اور پھر ساری امت کو ایسا ہی کرنا پڑتا، اگر کوئی ایسے نہ کرتا تو گناہ گار ہوتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملے میں مسلمانوں پر تخفیف کو پسند فرماتے تھے، اس لیے اس موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ کر امت کے لیے اس کا جواز فراہم کر دیا۔

غزوۂ حنین

غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان چند افراد میں سے ہیں جو غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ہوا یوں کہ غزوۂ حنین میں مشرکین نے اسلامی لشکر پر اچانک حملہ کر دیا، جس کے نتیجے میں لوگ تیزی سے پیچھے کی جانب پلٹے اور کسی کو کسی کا کوئی خیال نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

« أَيْنَ أَيُّهَا النَّاسُ !؟ هَلُمُّوا إِلَيَّ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ »

”اے لوگو! تم کہاں (بھاگ رہے) ہو؟ میری طرف پلٹ آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔“

لیکن کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سنی، اونٹ ایک دوسرے پر گر رہے تھے، اکثر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مہاجرین، انصار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے چند لوگ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہے۔ مہاجرین میں سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور اہلِ بیت میں سے علی بن ابوطالب، عباس بن عبدالمطلب اور ان کے بیٹے فضل بن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ ابوسفیان بن حارث، اس کا بیٹا اور ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

[سیرت ابن هشام، ص: ٧٦٤، و إسناده حسن لذاته۔ دلائل النبوة للبيهقي: ٥/ ١٢٦ تا ١٢٨۔ مسند أحمد: ٣/ ٣٧٦، ح: ١٥٠٢٧۔ مسند أبي يعلى: ٣/ ٣٨٧، ٣٨٨، ح: ١٨٦٢]

حنین کی عارضی شکست پر تبصرہ

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کردار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''غزوۂ حنین کے لیے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جب دشمن سے معرکہ ہوا تو مسلمان ذرا ڈگمگا گئے۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر غالب ہو رہا ہے، تو میں نے پیچھے سے اس کے کندھے پر تلوار کا وار کیا اور اس کی زرہ کاٹ ڈالی۔ اب وہ میری طرف پلٹ آیا اور مجھے اتنے زور سے دبایا کہ موت کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی۔ آخر وہ (تلوار کے زخم سے) مر گیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میری ملاقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، میں نے (ان سے) پوچھا: ''لوگوں کا کیا حال ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ((أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ)) ''ایسا اللہ عزوجل کے حکم سے ہوا ہے۔'' پھر سب واپس لوٹ آئے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے)۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى : ﴿ و يوم حنين إذ أعجبتكم...... ﴾ : ٤٣٢١، ٤٣٢٢]

اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴾ [التوبة : ٢٥]

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔''

اس عارضی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی فرمائی اور ایمان والوں کی مدد فرمائی۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹے اور آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ

نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور اپنے لشکروں سے مدد فرمائی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ﴾ [التوبة: ٢٦]

''پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کو سزا دی جنھوں نے کفر کیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔''

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حق کا دفاع کرتے ہوئے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ غزوۂ حنین میں بچوں، عورتوں، اونٹ اور بکریوں یعنی مال مویشیوں کے ساتھ آئے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں عبرت ناک شکست سے دوچار کیا اور وہ دُم دبا کر بھاگنے لگے تو ان میں سے کئی ایک مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ)) ''جس کسی نے کسی کافر کو مارا ہے تو اس کافر کا مال اسی کو ملے گا۔'' سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس کافروں کو قتل کیا تھا تو انھیں ان کا سامان ملا۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے ایک کافر کی گردن پر تلوار سے ضرب لگائی ہے اور اس نے زرہ پہن رکھی تھی، آخر کار وہ موت سے نہیں بچ سکا، تو آپ دیکھیں کہ اس کا مال کس نے لیا ہے۔'' ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: '' (اے اللہ کے رسول!) وہ مال میں نے لیا ہے اور آپ ابوقتادہ کو اس بات پر راضی کر لیں اور یہ مال مجھے دے دیں۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرتا تو یا تو آپ اسے وہ چیز دے دیتے یا پھر خاموش ہو جاتے تھے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، (یہ دیکھ کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((لَا وَاللّٰهِ! لَا يُفِيئُهَا اللّٰهُ عَلٰى أَسَدٍ مِنْ أُسُدِهِ وَيُعْطِيكَهَا))

''نہیں (ایسے نہیں ہوسکتا)، اللہ کی قسم! اللہ اپنے شیروں میں سے کسی شیر کا حصہ تجھے نہیں دے سکتے۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: «صَدَقَ عُمَرُ» ''عمر سچ کہہ رہا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۹۰/۳، ح: ۱۳۰۰۸، وإسناده صحيح۔ وصححه ابن حبان: ۴۸۳۶، ۴۸۳۸۔ مستدرك حاكم: ۱۳۰/۲، ح: ۲۵۹۰، ووافقه الذهبي]

ہوازن سے ملنے والی لونڈی اپنے بیٹے کو ہبہ کر دی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَارِيَةً مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ فَوَهَبَهَا لِيْ » [مسند أحمد: ۶۹/۲، ح: ۵۳۷۳، وإسناده حسن لذاته]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ہوازن کی (لونڈیوں میں سے) ایک لونڈی عطا کی تھی جو آپ نے مجھے ہبہ کر دی۔''

نبوت و رسالت پر حملہ کرنے والے کے قتل کی اجازت مانگنا

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپسی پر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''جعرانہ'' (مکہ سے شمال مشرق میں ننانوے کلومیٹر کے فاصلے پر واقع بستی) میں تھے، وہاں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں (مال غنیمت کی) چاندی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے مٹھی بھرتے اور لوگوں میں تقسیم کر دیتے، تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ''اے محمد! انصاف کرو۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَيْلَكَ! وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ! أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّيْ أَقْتُلُ

أَصْحَابِيْ، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ﴾ [مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج و صفاتهم: ١٠٦٣۔ بخاري: ٣١٣٨]

''تیری بربادی ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں نے عدل سے کام نہ لیا تو میں بڑے خسارے اور نقصان میں ہوں۔'' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی پناہ! (مجھے ڈر ہے کہ) لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں، (سنو!) بے شک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس کردار سے ان کی عظیم منقبت ظاہر ہوتی ہے، یعنی جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی پامالی ہوتی تو وہ اسے ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس منافق شخص نے بھی جب نبوت و رسالت پر حملہ کیا تھا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا:

﴿ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ ﴾

''اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہر اُس آدمی کے خلاف یہی رویہ ہوتا جو نبوت و رسالت کا تقدس پامال کرنے کی کوشش کرتا۔

یعلٰی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی خواہش پوری کروانا

صفوان بن یعلٰی بیان کرتے ہیں: ''(میرے والد) سیدنا یعلٰی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: ''کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھ سکوں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔''

(یعلیٰ رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ''جعرانہ'' میں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا اور اس میں آپ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشبو میں لت پت جبہ پہنے ہوئے ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! ایک ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے جو اپنے جبے میں خوشبو لگانے کے بعد عمرے کا احرام باندھے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو آنے کے لیے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یعلیٰ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اپنا سر (اس پردے میں) داخل کیا، دیکھتے ہیں کہ (نزول وحی کی کیفیت سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور سانس زور زور سے چل رہا تھا۔ تھوڑی دیر یہی کیفیت رہی پھر ختم ہوگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی ابھی عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟'' اسے تلاش کر کے لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو خوشبو تم نے لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھو لو، جبہ اتار دو اور پھر عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف في شوال سنة ثمان: ٤٣٢٩۔ مسلم: ١١٨٠/٨]

اتباعِ رسول میں حنین کی لونڈیوں کو آزاد کرنا

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهُ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَفِيَ بِهِ، قَالَ وَأَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوتِ مَكَّةَ، قَالَ فَمَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ، فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! انْظُرْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ مَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ، قَالَ اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ » [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبي ﷺ يعطي المؤلفة... الخ: ٣١٤٤]

''اے اللہ کے رسول! بے شک میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسے پورا کرنے کا حکم فرمایا۔ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''حنین کے قیدیوں میں سے عمر رضی اللہ عنہ کو دو لونڈیاں ملی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ مکرمہ کے ایک مکان میں رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے قیدیوں پر احسان کیا (اور سب کو آزاد کر دیا) تو وہ گلی کوچوں میں دوڑنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے سے) کہا: ''اے عبداللہ! دیکھو یہ کیا معاملہ ہے؟'' انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں پر احسان فرمایا ہے (یعنی انھیں آزاد کر دیا ہے) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جاؤ، تم بھی ان دونوں لونڈیوں کو آزاد کر دو۔''

غزوۂ تبوک

اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں پیش کرتے ہوئے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا أَنْ نَتَصَدَّقَ فَوَافَقَ ذٰلِكَ مَالًا عِنْدِي، فَقُلْتُ الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قُلْتُ مِثْلَهُ، قَالَ وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، قُلْتُ لَا أُسَابِقُكَ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا » [أبوداود، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذلك: ١٦٧٨، وإسناده حسن لذاته۔ ترمذي: ٣٦٧٥، و قال حسن صحيح، و صححه الحاكم ووافقه الذهبي۔ مستدرك حاكم: ١/ ٤١٤، ح: ١٥١٠]

”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس موقع پر میرے پاس مال بھی تھا۔ چنانچہ میں نے (دل میں) کہا: ”اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لینا چاہوں تو آج لے سکتا ہوں۔“ چنانچہ میں اپنا آدھا مال (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا

باقی چھوڑا ہے؟'' میں نے کہا: ''اسی قدر (چھوڑ آیا ہوں)۔'' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) لے آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔'' تب میں نے کہا: ''میں کسی شے میں کبھی بھی ان سے نہیں بڑھ سکتا۔''

بھوک کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت کی دعا کروانا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب غزوۂ تبوک میں لوگوں کو سخت بھوک پہنچی تو انھوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں کو نحر کر لیں، تاکہ ہم (ان کا گوشت) کھائیں اور (چربی وغیرہ کے) تیل کی مالش کر لیں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اِفْعَلُوْا» ''ایسا کر لو۔'' اتنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ »

''اے اللہ کے رسول! اگر آپ ایسا کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی، بلکہ آپ ایسا کیجیے کہ لوگوں کو ان کے بچے ہوئے کھانے کے ساتھ بلایئے، پھر آپ اللہ سے ان کے لیے برکت کی دعا کیجیے، عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرما دے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(تمھاری بات) ٹھیک ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا اور سب کا بچا ہوا کھانا منگوایا، تو کوئی ایک مٹھی جو لایا، کوئی ایک مٹھی کھجور لایا اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لایا، یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ کھانا جمع ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعا کی اور فرمایا: « خُذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِكُمْ »

''اپنے برتن بھر لو۔'' چنانچہ تمام برتن بھر لیے گئے، پورے لشکر میں کوئی برتن خالی نہ رہا، پھر انھوں نے کھایا اور خوب سیر ہو گئے اور اتنی برکت ہوئی کہ کھانا پھر بھی بچ گیا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٤٥/٢٧]

باب 03
مدنی معاشرہ میں کردار اور بعض فضائل

- مدنی معاشرہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا کردار
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت عامل
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کردار

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَةَ عُمَرَ، فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا، قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَبَكٰى عُمَرُ وَنَحْنُ جَمِيْعًا فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلَيْكَ أَغَارُ؟ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه : ٢٣٩٥]

''میں سویا ہوا تھا کہ اس دوران میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ وہاں ایک عورت ایک محل کے کونے میں وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: ''یہ محل کس کا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''یہ محل عمر کا ہے۔'' (یہ سن کر) مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی تو میں واپس پلٹ آیا۔'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مجلس میں تھے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟''

مدنی معاشرہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا کردار

معاشرے کی تعمیر و ترقی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بکثرت روایات کتبِ احادیث میں موجود ہیں، لہٰذا یہاں ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی زندگی سے متعلق آپ کے بعض موافقات و نظریات ذکر کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سائل کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ سے استفسار

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے (میرے باپ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

«أَنَّهُم بَيْنَا هُم جُلُوسٌ أَوْ قُعُودٌ عِندَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَهُ رَجُلٌ يَمْشِي، حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الشَّعْرِ، عَلَيْهِ ثِيَابُ بَيَاضٍ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، مَا نَعْرِفُ هٰذَا وَمَا هٰذَا بِصَاحِبِ سَفَرٍ، ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! آتِيكَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَجَاءَ فَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ، وَيَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، فَقَالَ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، قَالَ فَمَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْقَدَرِ

خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ صَدَقْتَ، قَالَ فَمَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ أَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ فَمَا أَشْرَاطُهَا؟ قَالَ إِذَا الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ الْعَالَةُ رِعَاءُ الشَّاءِ تَطَاوَلُوْا فِي الْبُنْيَانِ، وَوَلَدَتِ الْإِمَاءُ أَرْبَابَهُنَّ، قَالَ ثُمَّ قَالَ عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَطَلَبُوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا، فَمَكَثَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ عَنْ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ ذَاكَ جِبْرِيْلُ، جَاءَ كُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ» [مسند أحمد : ١/ ٢٧، ح : ١٨٤، وإسنادہ صحیح۔ مسلم : ٨]

''ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت چہرے اور خوبصورت بالوں والا شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے، پیدل چل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حاضرین نے (تعجب سے) ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہم اسے نہیں جانتے اور یہ مسافر بھی نہیں ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا میں آ سکتا ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' وہ آیا اور اپنے گھٹنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے پاس اور دونوں ہاتھوں کو آپ کی دونوں رانوں پر رکھا اور کہا: ''اسلام کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے، اگر تو استطاعت رکھے۔'' پھر اس نے کہا: ''ایمان کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، جنت پر، جہنم پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر ایمان لائے۔'' اس نے کہا: ''آپ نے سچ کہا۔'' پھر اس نے کہا: ''احسان کیا

ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ کے لیے اس طرح عمل کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، پس اگر یہ (کیفیت) نہ ہو کہ تو اسے دیکھ رہا ہے تو (یہ ذہن میں رکھو کہ) وہ تجھے دیکھتا ہے۔'' اس نے کہا: ''قیامت کب آئے گی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے اس کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔'' اس نے کہا: ''اس کی نشانیاں کیا ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''جب برہنہ جسم والے، ننگے پاؤں والے، فقیر و نادار اور بکریوں کے چرواہے بلند عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں اور لونڈیاں اپنے ہی مالکوں کو جنم دیں گی۔'' راوی (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے چلے جانے کے بعد) فرمایا: ''اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔'' صحابہ نے اسے تلاش کیا لیکن انھیں وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین دن ٹھہرے رہے، پھر فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! کیا تم جانتے ہو کہ فلاں فلاں سوال کرنے والا کون تھا؟'' انھوں نے عرض کی: ''اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ جبرائیل تھے، تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے تھے۔''

عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق ہونا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ مجمع میں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے اٹھ گئے (اور باہر تشریف لے گئے) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کر دی تو ہم ڈرے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا، لہٰذا ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ میں بنونجار کے باغ کے پاس پہنچا۔ میں نے باغ کے چاروں طرف دروازہ تلاش کیا (کہ اندر جاؤں، کیونکہ گمان ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ کے اندر تشریف

فرما ہیں) لیکن دروازہ نہ ملا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ باہر کنویں میں سے ایک نالی باغ کے اندر جا رہی ہے، تو میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالی کے اندر گھسا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَبُوْ هُرَيْرَةَ؟)) ”کیا ابوہریرہ ہے؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں، اے اللہ کے رسول!“ آپ نے فرمایا: ((مَا شَأْنُكَ؟)) ”کیا بات ہے؟“ میں نے عرض کی: ”آپ ہم لوگوں میں تشریف فرما تھے، پھر آپ باہر چلے آئے اور واپس آنے میں دیر کی تو ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں آپ کو کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو۔ لہٰذا ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ کے پاس آیا، تو اس طرح (سمٹ کر) گھس آیا جیسے لومڑی گھس جاتی ہے اور دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ!)) ”اے ابوہریرہ!“ اور مجھے اپنے جوتے (نشانی کے طور پر) دیے (تاکہ لوگ میری بات کو سچ سمجھیں) اور فرمایا:

((اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ))

”میری یہ دونوں جوتیاں لے جاؤ اور جو کوئی تجھے اس باغ سے باہر ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔“

(سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جوتیاں لے کر چلا) تو سب سے پہلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا، انھوں نے پوچھا: ((مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ !؟)) ”اے ابوہریرہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟“ میں نے کہا: ”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں، آپ نے انھیں مجھے دے کر بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کی گواہی دیتا ہو اور دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہو تو میں اسے جنت کی خوش خبری دے دوں۔“ (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے میری چھاتی کے بیچ ایک ضرب لگائی تو میں سرین کے بل گر گیا،

پھر انھوں نے کہا: « اِرْجِعْ یَا أَبَا هُرَيْرَةَ! » ''اے ابو ہریرہ! لوٹ جا۔'' تو میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹ گیا اور رونے ہی والا تھا کہ پیچھے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ !؟ » ''اے ابو ہریرہ! تجھے کیا ہوا؟'' میں نے کہا: ''میں عمر (رضی اللہ عنہ) سے ملا اور جو پیغام آپ نے مجھے دے کر بھیجا تھا وہ میں نے ان تک پہنچایا تو انھوں نے میری چھاتی کے بیچ میں ایسی ضرب لگائی کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور انھوں نے کہا کہ لوٹ جا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَا عُمَرُ! مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ؟ »

''اے عمر! تجھے یہ سب کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟''

انھوں نے عرض کی:

« يَا رَسُولَ اللّٰهِ! بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ نَعَمْ! قَالَ فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ » [مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات ...... الخ : ٣١]

''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ابو ہریرہ کو آپ نے اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص ملے اور وہ دل سے یقین رکھتے ہوئے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دیتا ہو تو اسے جنت کی خوش خبری دے دو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ ایسا نہ کیجیے، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس پر تکیہ کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے، لہٰذا) آپ انھیں عمل کرنے دیجیے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا، انھیں عمل کرنے دو۔''

آبا و اجداد کی قسم کھانے سے ممانعت

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ! مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا، وَلَا تَكَلَّمْتُ بِهَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا » [مسند أحمد : ١/ ١٨، ح: ١١٣، وإسناده صحيح۔ بخاري : ٦٦٤٦]

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ عزوجل تمھیں منع کرتا ہے کہ تم اپنے آبا و اجداد کی قسم کھاؤ۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اس کے بعد سے میں نے ایسی قسم نہیں کھائی، میں نے قصداً یا بھول کر بھی ایسی بات نہیں کی۔“

توکل علی اللہ کی ترغیب دینا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« إِنَّهُ سَمِعَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا » [مسند أحمد : ١/ ٣٠، ح: ٢٠٦، وإسناده حسن لذاته۔ صحيح ابن حبان : ٧٣٠۔ ترمذي : ٢٣٤٤]

”میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اسی طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔“

ہم اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر خوش ہیں

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''(ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں پوچھی گئیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھیں (تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا مگر) پھر جب کثرت سے آپ سے سوال کیے گئے تو آپ غصے میں آ گئے اور لوگوں سے فرمایا: « سَلُوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ » ''جو چاہو مجھ سے پوچھو۔'' تو ایک شخص نے کہا: ''میرا باپ کون ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''تیرا باپ حذافہ ہے۔'' پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میرا باپ کون ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔'' پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک پر غصے کے آثار دیکھے تو عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ »

''اے اللہ کے رسول! ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں (یعنی اب کبھی ایسے سوال آپ سے نہیں کریں گے)۔''

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غصے میں) بار بار فرمایا: « سَلُوْنِي » کہ مجھ سے سوال کرو تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دو زانو بیٹھ گئے اور کہا:

« رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا، فَسَكَتَ » [بخاري، كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة.... الخ : ٩٢، ٩٣۔ مسلم: ٢٣٥٩]

''ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر خوش ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔''

صدقہ واپس لینے والے کا حکم

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ،

فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ ﴾ [بخاري، كتاب الهبة و فضلها، باب لا يحل لأحد أن يرجع...... الخ : ٢٦٢٣، ١٤٩٠۔ مسلم: ١٦٢٠۔ مسند أحمد : ١/ ٤٠، ح: ٢٨٣]

''میں نے (ایک شخص کو) اللہ کے راستے میں سواری کے لیے ایک گھوڑا دے دیا، لیکن جسے دیا تھا اس نے اسے ضائع کر دیا، (اس لیے) میں نے اسے اس شخص سے خریدنا چاہا اور سوچا کہ وہ اسے بہت کم قیمت پر فروخت کر دے گا۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اسے نہ خریدو اور نہ اپنا صدقہ واپس لو، اگرچہ تمھیں وہ ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے، کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو چاٹتا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صدقات اور وقفِ املاک

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''(میرے والد) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جائداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وقف کر دی۔ اس جائداد کا نام ''ثمغ'' تھا اور یہ کھجور کا ایک باغ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

﴿ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اسْتَفَدْتُ مَالًا وَهُوَ عِنْدِي نَفِيْسٌ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ ﴾

''اے اللہ کے رسول! مجھے ایک مال ملا ہے اور میرے نزدیک وہ نہایت عمدہ ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے صدقہ کر دوں۔''

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ، لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ، وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ ﴾

''اصل مال کو صدقہ کرو کہ نہ اسے بیچا جا سکے، نہ ہبہ کیا جا سکے اور نہ اس کا کوئی وارث بن سکے، (بلکہ) صرف اس کا پھل (اللہ کی راہ میں) خرچ ہو۔''

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا، تو ان کا یہ صدقہ مجاہدین، غلام آزاد کروانے، محتاجوں اور کمزوروں، مسافروں اور رشتہ داروں کے لیے تھا اور یہ کہ اس کے نگران کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا کہ وہ دستور کے مطابق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے، بشرطیکہ اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔'' [بخاري، كتاب الوصايا، باب و ما للوصي أن يعمل ....الخ : ٢٧٦٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی تو آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس زمین کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُنِيْ بِهِ؟))

''اے اللہ کے رسول! خیبر میں مجھے کچھ زمین ملی ہے، جس سے بڑھ کر عمدہ مال میں نے کبھی نہیں پایا، تو آپ اس کے بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا))

''اگر تو چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ اور پیداوار صدقہ کر دے۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ اسے نہ بیچا جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ نے فقیروں، قریبی رشتہ داروں، غلام آزاد کروانے، مجاہدین اور مہمانوں کے لیے صدقہ (وقف) کر دیا اور اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا نگران دستور کے

مطابق اس میں سے خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے، بشرطیکہ نگران اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔'' [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الوقف : ٢٧٣٧]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس کردار سے ان کی فضیلت کے ساتھ ساتھ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ دنیائے فانی پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تحفۂ نبوی

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ریشم کا دھاری دار جوڑا مسجد نبوی کے دروازے کے پاس (بکتا ہوا) دیکھا تو فرمانے لگے:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوُفُوْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ »

''اے اللہ کے رسول! (کیا ہی اچھا ہو) اگر آپ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور جب آپ کے پاس وفود آئیں تو اسے پہن لیا کریں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو وہی پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

پھر (کچھ دن بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی طرح کے کچھ جوڑے آئے اور اس میں سے ایک جوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، تو (اس پر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا »

''اے اللہ کے رسول! آپ مجھے یہ جوڑا پہنا رہے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے آپ نے عطارد کے جوڑے کے بارے میں یہ یہ فرمایا تھا؟'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''میں نے تمھیں یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اسے پہنو۔''
چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔''
[بخاري، كتاب الجمعة، باب يلبس أحسن ما يجد : ٨٨٦۔ مسلم: ٢٠٦٨]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے کی ہمت افزائی کرنا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے، یہی مسلمان کی مثال ہے، مجھے بتاؤ یہ کون سا درخت ہے؟'' لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے، میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں نے حیا محسوس کی (اور میں خاموش رہا)۔ لوگوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ خود ہی اس کے بارے میں ہمیں بتلائیں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنا خیال اپنے والد کو بتایا تو انھوں نے کہا:

« لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا » [بخاري، كتاب العلم، باب الحياء في العلم : ١٣١۔ مسلم : ٢٨١١]

''اگر تو (اس وقت) یہ بات کہہ دیتا تو یہ میرے لیے ایسے ایسے (قیمتی سرمائے) سے زیادہ محبوب ہوتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے برکت کے حصول پر یقین

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب ان کے والد شہید ہوئے تو ایک یہودی کا تیس (۳۰) وسق قرض اپنے اوپر چھوڑ گئے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اس یہودی سے مہلت مانگی لیکن اس نے انھیں مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ تو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، تاکہ آپ ان کے لیے یہودی سے سفارش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے پاس آئے اور اس سے بات کی کہ وہ قرض کے عوض

جابر (رضی اللہ عنہ) کے باغ کی کھجوریں لے لے، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ (جابر کے) کھجور کے باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے، پھر جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ »

"(اے جابر!) اب اس کا پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کر دو۔"

جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس لوٹ آئے تو انھوں نے اس باغ کا پھل توڑا اور یہودی کو پورے تیس (۳۰) وسق دے دیے اور سترہ (۱۷) وسق اس سے کھجوریں بچ گئیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس واقعہ کی خبر دینے آئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو کھجوریں بچ جانے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: « أَخْبِرْ ذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ » "ابن خطاب کو بھی اس سے آگاہ کرو۔" چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں بتایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَقَدْ عَلِمْتُ حِينَ مَشٰى فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا » [بخاري، كتاب الاستقراض، باب إذا قاصّ أو جازفه في الدين تمرًا بمتر أو غيره : ٢٣٩٦]

"مجھے تب ہی یقین ہو گیا تھا جب رسول اللہ ﷺ باغ میں چل رہے تھے کہ اس میں ضرور برکت ہو گی۔"

سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی رسول اللہ ﷺ سے شادی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے باپ) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ (کے فوت ہونے) کی وجہ سے بیوہ ہو گئیں اور خنیس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے، ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی، تو سیدنا

رضی اللہ عنہ نے کہا:

« أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا، قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا وَكُنْتُ أَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا، قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلْتُهَا » [بخاري، كتاب النكاح، باب عرض الإنسان ابنته أو أخته على أهل الخير: ٥١٢٢ـ مسند أحمد: ١/ ١٢، ح: ٧٥ـ ابن حبان: ٤٠٣٩]

"میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں حفصہ کے نکاح کی پیش کش کی۔ انھوں نے کہا: "میں اس معاملے میں غور کروں گا۔" میں نے کچھ دن تک انتظار کیا، پھر انھوں نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ میرے لیے یہ امر ظاہر ہوا ہے کہ میں ابھی شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے (ان سے) کہا: "اگر آپ پسند کریں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں۔" سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ ان کی اس بے رخی سے مجھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے سے بھی زیادہ رنج ہوا۔ پھر میں کچھ دن ٹھہرا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے اس کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور کہا: ''جب آپ نے مجھے سیدہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کی پیش کش کی تھی تو اس پر میرے خاموش رہنے سے شاید تمھیں تکلیف ہوئی ہوگی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا: ''ہاں!'' تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جب تم نے مجھے اس کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی تو اس کا جواب دینے میں مجھے کوئی امر مانع نہ تھا سوائے اس بات کے کہ مجھے علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ارادہ ترک کر دیتے تو میں حفصہ (رضی اللہ عنہا) کو قبول کر لیتا۔''

ازواجِ مطہرات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کردار

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور انھوں نے دیکھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت ملی تو وہ اندر چلے گئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے (اندر جانے کی) اجازت مانگی، انھیں بھی اجازت دے دی گئی۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اردگرد (بیٹھی ہوئی) ہیں اور آپ خاموش اور غمگین ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دل میں) کہا:

« لَأَقُولَنَّ شَيْئًا أُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ، سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ، فَقُمْتُ إِلَيْهَا، فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا »

''میں ضرور کوئی ایسی بات کہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں۔'' تو انھوں نے

عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! کاش! آپ خارجہ کی بیٹی کو دیکھتے کہ اس نے مجھ سے خرچہ مانگا تو میں کھڑا ہو کر اس کا گلا گھونٹنے لگا۔“

(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا:

« هُنَّ حَوْلِيْ كَمَا تَرٰى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ »

”یہ سب بھی میرے گرد (بیٹھی ہوئی) ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے خرچ مانگ رہی ہیں۔“

تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف کھڑے ہوئے اور ان کا گلا گھونٹنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف کھڑے ہوئے اور ان کا گلا گھونٹنے لگے اور وہ دونوں کہہ رہے تھے:

« تَسْأَلْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ »

”تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔“

تو وہ کہنے لگیں: ”اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو آپ کے پاس نہ ہو۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر) ان سے ایک ماہ یا انتیس دن تک علیحدہ رہے۔“ [مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییره امرأته لا یکون طلاقًا إلا بالنیة : ١٤٧٨]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین سے گوشہ نشینی اختیار کی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ ابھی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے (دل میں) کہا کہ میں ضرور آج کا حال معلوم کروں گا۔ تو میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا:

« يَا بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ! أَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَأْنِكِ أَنْ تُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''اے ابوبکر کی بیٹی! تمھارا یہ حال ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگی ہو۔''

انھوں نے کہا:

« مَا لِي وَمَا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ!؟ عَلَيْكَ بِعَيْبَتِكَ »

''مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے کیا مطلب، اے خطاب کے بیٹے!؟ تم اپنی زنبیل (یعنی اپنی بیٹی) کی خبر لو۔''

کہتے ہیں، پھر میں حفصہ کے پاس گیا اور ان سے کہا:

« يَا حَفْصَةُ ! أَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَأْنِكِ أَنْ تُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَاللّٰهِ! لَقَدْ عَلِمْتِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحِبُّكِ وَلَوْ لَا أَنَا لَطَلَّقَكِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَكَتْ أَشَدَّ الْبُكَاءِ، فَقُلْتُ لَهَا أَيْنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ هُوَ فِي الْمَشْرُبَةِ »

''اے حفصہ! نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگی ہو؟ اللہ کی قسم! تم جانتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اب تک تمھیں طلاق دے چکے ہوتے۔'' اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، تو میں نے اس سے پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟'' اس نے کہا: ''وہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ لوگ منبر کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں

سے بعض رو رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر میں بے تاب ہوا تو اٹھ کر اس بالا خانے کے پاس آیا جس میں آپ فروکش تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کالے غلام سے کہا جو وہاں بیٹھا ہوا تھا: ((اِسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ)) ''عمر کے لیے اجازت مانگ۔'' اس نے اندر جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، پھر باہر نکلا تو کہنے لگا: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمھارا ذکر کیا لیکن آپ خاموش رہے۔'' چنانچہ میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس بیٹھے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں پھر بے تاب ہوا اور بالا خانے کے پاس گیا اور اس غلام سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، لیکن پھر ویسا ہی معاملہ ہوا۔ چنانچہ میں پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں پھر اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا: ''عمر کے لیے اجازت مانگ۔'' لیکن اب پھر وہی ہوا۔ آخر جب میں پیٹھ پھیر کر (مسجد کی طرف) چلا تو اس وقت اس غلام نے مجھے بلایا اور کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں اجازت دے دی ہے۔'' (یہ سن کر) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا۔ (اس لیے) چٹائی کے نشان آپ کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے کھڑے ہی کھڑے آپ کو سلام کیا اور پوچھا: ''کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: ''نہیں!'' پھر میں نے آپ کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کھڑے ہی کھڑے کہا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ رَأَيْتَنِي، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَأَيْتَنِي وَ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ، فَتَبَسَّمَ أُخْرٰى))

''اے اللہ کے رسول! ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب تھے، پھر ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔'' یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، پھر میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کاش کہ آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے کہا، تو اپنی ہم جولی سے دھوکا نہ کھانا، وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔'' ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر مسکرائے۔''

جب میں نے دیکھا کہ آپ پھر مسکرائے تو میں بیٹھ گیا اور نظر اٹھا کر آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! سوائے چمڑے کے تین ٹکڑوں کے اور کوئی چیز مجھے نظر نہ آئی، میں نے کہا:

« أُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ »

''(اے اللہ کے رسول!) اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا فرمائے، فارس اور روم کے لوگ مال دار ہیں، دنیا انھیں خوب ملی ہوئی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔''

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا:

« أَوَ فِيْ شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ!؟ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اسْتَغْفِرْ لِيْ »

''اے خطاب کے بیٹے! کیا تمھیں ابھی کوئی شک ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھا سمجھتا ہے) ان لوگوں کو تو ان کی تمام لذتیں دنیا ہی کی زندگی میں جلد دے دی گئی ہیں۔'' تو میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے لیے استغفار کیجیے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی تو کیا میں نیچے جاؤں اور لوگوں کو خبر دے دوں کہ آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اگر تم چاہو۔'' میں آپ ﷺ سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کے چہرۂ مبارک سے غصہ چلا گیا اور آپ ﷺ یوں مسکرائے کہ آپ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ آپ کی مسکراہٹ تمام لوگوں کی مسکراہٹ سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا، میں اس کھجور کے تنے کو (جو بطور سیڑھی رکھا ہوا تھا) پکڑتا ہوا اتر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح (بے تکلف) اتر رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ نے تنے کو چھوا تک نہیں۔ پھر میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ بالاخانے میں انتیس (۲۹) دن رہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینا انتیس (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ انتیس (۲۹) دن کے بعد آپ ﷺ سب سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو انتیس راتیں ہی گزری ہیں، میں انھیں گنتی رہی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینا انتیس دن کا ہے۔'' اور وہ مہینا انتیس دن ہی کا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''پھر اللہ تعالیٰ نے آیات تخییر نازل کیں تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ»

''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کی رائے کبھی نہیں دیں گے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: ٢٨، ٢٩]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے عرض کی: ''کیا میں اس سلسلے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہوں۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النساء وتخيير هن...... الخ: ١٤٧٩، ١٤٧٥۔ قبل الحديث : ١٤٨٠۔ بخاري، كتاب المظالم، باب الغرفة و العلية المشرفة وغير المشرفة في السطوح و غيرها: ٢٤٦٨]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت عامل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مختلف علاقوں کی طرف عامل بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ انھیں کچھ نہ کچھ معاوضہ بھی دیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے (اپنے باپ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، حَتّٰى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ، وَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَمَا لَا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ » [مسلم، كتاب الزكاة ، باب جواز الأخذ بغير سؤال ولا تطلع : ١٠٤٥ـ بخاري: ١٤٧٣]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ مال دیا کرتے تھے تو میں آپ سے کہا کرتا تھا کہ جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے آپ یہ مال اسے دے دیجیے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ مال دیا تو میں نے آپ سے کہا: "آپ یہ مال اسے دے دیجیے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ مال لے لو اور جو اس قسم کے مال سے تمھارے پاس آئے اور تم نے اس کی خواہش نہ

کی ہو اور نہ ہی سوال کیا ہو تو اسے لے لیا کرو اور جو مال اس طرح کا نہ ہو، اس کے پیچھے اپنے نفس کو نہ لگاؤ۔"

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو طے کی طرف عامل بنا کر بھیجا گیا، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے مجھے کہا:

« إِنَّ أَوَّلَ صَدَقَةٍ بَيَّضَتْ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوْهَ أَصْحَابِهِ، صَدَقَةُ طَيِّءٍ، جِئْتُ بِهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل غفار و أسلم و جهينة و أشجع.....الخ : ٢٥٢٣]

"سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے چہروں کو روشن کر دیا، وہ بنو طے کا صدقہ تھا، جسے لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔"

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا تو انھوں نے تین آدمیوں کے سوا تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا، ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ! أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ؟ » [مسلم، كتاب الزكاة، باب في تقديم الزكاة ومنعها : ٩٨٣]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو انھوں نے (آکر) کہا: ''ابن جمیل، خالد بن ولید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس (رضی اللہ عنہم) نے زکوٰۃ نہیں دی۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن جمیل تو صرف اس بات کا بدلا لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اور اللہ نے اسے غنی کردیا (اب وہ ناشکری کرتا ہے اور اللہ کے راستے میں مال نہیں دیتا) اور خالد پر تو تم زیادتی کرتے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار تک اللہ کے راستے میں دے دیے ہیں اور رہے عباس تو ان کی زکوٰۃ اور اتنی ہی اور میرے ذمے ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ چچا تو باپ کی مثل ہوتا ہے (لہٰذا ان کی طرف سے میں زکوٰۃ ادا کروں گا)۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

زبانِ رسالت سے ایمان کی تصدیق

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ لَا، وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ! حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ! » [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ : ٦٦٣٢]

”ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔“ تو نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے) جب تک کہ تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھو۔“ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: ”اب اللہ کی قسم! آپ مجھے

میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! اب (تیرا ایمان مکمل ہوا ہے)۔''

علم پر گواہی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ، يَعْنِي اللَّبَنَ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِيْ فِيْ ظُفُرِيْ أَوْ فِيْ أَظْفَارِيْ، ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ، قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ الْعِلْمَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه : ٣٦٨١ـ مسلم: ٢٣٩١]

''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا، میں نے خواب دیکھا کہ میں نے (اتنا) دودھ پیا، یہاں تک کہ میں اس کی سیرابی اپنے ناخن یا ناخنوں میں دیکھنے لگا، پھر میں نے (وہ دودھ) عمر کو دے دیا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی ہے؟'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اس کی تعبیر) علم ہے۔''

دودھ کو علم سے تشبیہ دینے میں بہت سی وجوہات کارفرما ہیں۔ علم اور دودھ دونوں صلاحیت کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں، دودھ جسم کی اور علم روح کی غذا ہے۔ مندرجہ بالا فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کردہ علم سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے لوگوں کے معاملات و مسائل کی تدبیر کا علم ہے۔

دین پر گواہی

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوْا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ

قَمِيصٌ اجْتَرَّهُ، قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ الدِّيْنَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه: ٣٦٩١۔ مسلم: ٢٣٩٠]

''میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا جو قمیصیں پہنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کی قمیصیں تو صرف سینے تک ہیں اور بعض کی اس سے بھی چھوٹی تھیں اور میرے سامنے عمر (رضی اللہ عنہ) کو پیش کیا گیا تو وہ اتنی بڑی قمیص پہنے ہوئے تھے کہ وہ اسے گھسیٹ رہے تھے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کی تعبیر) دین ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا شیطان پر رعب

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، جبکہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس قریش کی عورتیں (امہات المومنین) بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، وہ آپ سے نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہی تھیں اور ان کی آوازیں آپ کی آواز پر غالب آ رہی تھیں۔ تو جیسے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اندر آنے کی) اجازت طلب کی تو وہ سب کھڑی ہوئیں اور جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اجازت دی۔ وہ داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ »

''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے ان عورتوں پر تعجب ہو رہا ہے جو ابھی میرے پاس (بیٹھی ہوئی) تھیں، لیکن تمھاری آواز سنتے ہی وہ سب جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَّهَبْنَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ثُمَّ قَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ! أَتَهَبْنَنِيْ، وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ »

''اے اللہ کے رسول! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ وہ آپ سے ڈریں۔'' (راوی بیان کرتا ہے کہ) پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (امہات المومنین کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا:

''اے اپنی جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی۔''

انھوں نے کہا: ''ہاں، (آپ ٹھیک کہتے ہیں، کیونکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آپ کہیں زیادہ سخت (طبیعت کے مالک) ہیں۔'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ، إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه: ٣٦٨٣۔ مسلم: ٢٣٩٦]

''اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر شیطان آپ کو کسی راہ پر چلتا دیکھ لے تو وہ اپنا راستے چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔''

اس حدیث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مبنی برحق اقدامات کی وجہ سے شیطان بھی ان تک رسائی میں ناکام رہتا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو صاحب الہام ہونے کا اعزاز

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ، فَإِنْ يَّكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ

مِنْهُمْ أَحَدٌ، فَإِنَّهُ عُمَرُ »

"تم سے پہلی امتوں میں محدث (صاحب الہام یا درست راہ والے لوگ) ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"

اس روایت میں دوسری سند سے ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ، يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب...... الخ : ٣٦٨٩۔ مسلم : ٢٣٩٨]

"تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے کہ انھیں الہام ہوا کرتا تھا، حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے، اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے عبقری ہونے کا اعزاز

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَيْنَمَا أَنَا عَلَى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا، جَاءَ نِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ الدَّلْوَ، فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ، وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرِيَّهُ، فَنَزَعَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٧٦۔ مسلم: ١٨ / ٢٣٩٢]

"(میں نے خواب دیکھا کہ) میں ایک کنویں پر کھڑا اس میں سے پانی کھینچ رہا

ہوں کہ اس دوران میرے پاس ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آئے، ابوبکر نے (میرے ہاتھ سے) ڈول پکڑا اور ایک یا دو ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ پھر ابوبکر کے ہاتھ سے وہ (ڈول) خطاب کے بیٹے (عمر) نے پکڑ لیا اور ان کے پاس پہنچتے ہی وہ ایک بہت بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے لوگوں میں ایسا شہ زور اور باصلاحیت (عبقری) نہیں دیکھا جو ان کی طرح پانی نکالتا ہو، انھوں نے اتنے ڈول نکالے کہ لوگوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب میں " فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهُ" کے معنی ہیں کہ میں نے ان جیسا کوئی سردار اور پیش رو نہیں دیکھا جو اتنی محنت کرتا ہو اور اس میں اتنی کاٹ ہو اور " ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ " کے معنی ہیں کہ ان دونوں خلفاء کی حسن تدبیر، ذہانت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا نتیجہ تھا کہ یہ معاملہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور لوگوں نے اپنے جانوروں کو سیراب کر کے بطور استراحت باڑوں میں بند کر دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کے محل کی بشارت

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« رَأَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ، امْرَأَةِ أَبِيْ طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشَفَةً، فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ، وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ، فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ لِعُمَرَ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلَيْكَ أَغَارُ؟ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه : ٣٦٧٩۔ مسلم: ٢٣٩٤]

"میں نے اپنے آپ کو (خواب میں) جنت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

وہاں ابوطلحہ کی بیوی رُمیصاء کو بھی دیکھا۔ میں نے ایک شخص کے قدموں کی آواز سنی، پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' تو (جبرائیل علیہ السلام) نے بتایا کہ یہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ پھر میں نے ایک محل دیکھا، اس کے صحن میں ایک جوان عورت بیٹھی ہوئی تھی، میں نے پوچھا: ''یہ کس کا محل ہے؟'' تو اس نے بتایا: ''یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل ہے۔'' میں نے ارادہ کیا کہ اس محل میں داخل ہو کر اسے گھوم پھر کر دیکھوں، لیکن (اے عمر!) مجھے تیری غیرت یاد آ گئی (اس لیے میں اندر داخل نہیں ہوا)، اس پر سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَةَ عُمَرَ، فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَكَى عُمَرُ وَنَحْنُ جَمِيعًا فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي! يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَعَلَيْكَ أَغَارُ؟)) [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه : ٢٣٩٥]

''میں سویا ہوا تھا کہ اس دوران میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ وہاں ایک عورت ایک محل کے کونے میں وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: ''یہ محل کس کا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''یہ محل عمر کا ہے۔'' (یہ سن کر) مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی تو میں واپس پلٹ آیا۔'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مجلس میں تھے۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ (بئر اریس) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک صاحب نے آکر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انھیں جنت کی بشارت سنا دو۔'' میں نے دروازہ کھولا تو وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں وہ خوش خبری دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی، تو انھوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ پھر ایک اور صاحب آئے اور انھوں نے بھی دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو۔'' میں نے دروازہ کھولا تو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں بھی جنت کی بشارت دی تو انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔ پھر ایک تیسرا آدمی آیا اور اس نے بھی دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دروازہ کھول دو اور اسے بھی جنت کی بشارت سناؤ، لیکن اسے بتا دو کہ اسے کچھ مشکلات بھی آئیں گی۔'' میں نے دروازہ کھولا تو وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں اس چیز کی خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، تو انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ساتھ ہی کہا: ''اللہ تعالیٰ ہی بہتر مدد فرمانے والا ہے۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب حفص القرشي العدوي رضي الله عنه: ٣٦٩٣۔ مسلم: ٢٤٠٣]

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد محبوب ترین شخصیت

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غزوۂ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا تھا، چنانچہ میں (جب واپس) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں

نے عرض کی:

« أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ عَائِشَةُ، فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ أَبُوهَا، قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَعَدَّ رِجَالًا » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٦٢ـ مسلم: ٢٣٨٤]

"(اے اللہ کے رسول!) لوگوں میں سے کون آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔" میں نے پوچھا: "مردوں میں سے کون؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے والد محترم۔" میں نے پوچھا: "پھر کون؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)۔" اسی طرح آپ ﷺ نے درجہ بہ درجہ کئی آدمیوں کے نام لیے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جماعت کروانا

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی اور میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے۔'' عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نکلا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے، تو میں نے کہا: ''اے عمر! اٹھیے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجیے۔'' چنانچہ وہ آگے بڑھے اور تکبیر کہی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز آدمی تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی تو فرمایا:

« فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ؟ يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ، يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ »

''ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان (ابوبکر کے علاوہ) سب کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان (ابوبکر کے علاوہ) سب کا انکار کرتے ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تو وہ آگئے جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا چکے تھے، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھائی۔'' [أبو داوٗد، كتاب السنة، بابٌ في استخلاف أبي بكر رضي الله عنه: ٤٦٦٠، وإسناده حسن لذاته۔ مسند أحمد: ٤/ ٣٢٢، ح: ١٨٩٣٠]

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں ان کے آرام کے متمنی

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِئْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ))

''میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ، میں تمھیں کچھ تحریر کروا دوں، جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔''

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ، وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا))

''نبی ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے اور یہ ہمارے لیے کافی ہے۔''

لوگ آپس میں بحث وتکرار کرنے لگے، (آپ ﷺ کو بحث وتکرار ناگوار محسوس ہوئی) تو فرمایا:

((قُومُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ))

''میرے پاس سے اٹھ جاؤ، جھگڑا نہ کرو، ایسی بات میرے پاس مناسب نہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: ''تمام مصائب سے بڑی مصیبت وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب كتابة العلم : ١١٤]

جب سخت بیماری میں رسول اللہ ﷺ نے کچھ لکھوانے کا کہا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے کچھ نہ لکھوانے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے

خاموشی اختیار فرمائی اور تحریر لکھوانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ایسی بات نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر لکھوانا چاہتے تھے مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہیں لکھوانے دی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے اور اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے تھے، اگر اللہ کا حکم تحریر لکھوانے کا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی لکھوانے کا ارادہ ترک نہ کرتے۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھوانے کا ارادہ کیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے کہ امت کے لیے کتاب اللہ کافی ہے، اس ارادے کو ترک کر دیا اور تحریر لکھوانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ حتمی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش کروا دیتے اور جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے وہ ضرور تحریر کرواتے۔ رہی بات سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کی، تو واضح رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ بڑے فقیہ تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موقف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا صدمہ پہنچا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑا صدمہ تھا، بالخصوص سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے یہ انتہائی دل دوز سانحہ تھا۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے:

«إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ، وَلٰكِنَّهُ أُرْسِلَ إِلَيْهِ كَمَا أُرْسِلَ إِلَى مُوسَى، فَمَكَثَ عَنْ قَوْمِهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَقْطَعَ أَيْدِيَ رِجَالٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَأَلْسِنَتَهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ» [ابن حبان، كتاب إخباره عن مناقب الصحابة، باب

ذكر الخبر المدحض...... الخ : ٦٨٧٥، وإسناده صحيح ـ مسند أحمد : ٣/ ١٩٦، ح : ١٣٠٣٣]

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے، بلکہ ان کی طرف ایک بلاوا آیا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی طرف (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بلاوا آیا تھا اور وہ اپنی قوم سے چالیس راتوں تک غائب رہے تھے۔ اللہ کی قسم! مجھے پوری امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے، یہاں تک کہ منافقین جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، ان کے ہاتھ اور ان کی زبانیں کاٹ ڈالیں گے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا علم ہوا تو) وہ اپنی قیام گاہ مقام سنح سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور پھر سواری سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے اور کسی سے کوئی بات نہ کی، یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر فرمایا:

« بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَاللّٰهِ! لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا »

"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، جو ایک موت آپ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر آ چکی ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے ہیں، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: « اِجْلِسْ يَا عُمَرُ! » "اے عمر! بیٹھ جاؤ۔" لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اتنے میں لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ

کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (خطبہ مسنونہ کے بعد) فرمایا، اما بعد!

« مَنْ كَانَ مِنكُم يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنكُم يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٤] »

''تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔'' اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سب لوگ اس آیت کو ان سے سیکھ رہے تھے، تو اب حال یہ تھا کہ جو شخص بھی یہ آیت سنتا تو پھر وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا ہوتا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« وَاللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا، فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ » [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض

النبي ﷺ ووفاته : ٤٤٥٢ تا ٤٤٥٤]

''اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میری دونوں ٹانگیں لڑکھڑانے لگی ہیں اور میں زمین پر گر گیا اور اس وقت میں نے جان لیا کہ نبی ﷺ وفات پا چکے ہیں۔''

باب 04
عہدِ صدیقی میں کردار

- خلافتِ صدیقی میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کردار
- مانعینِ زکوٰۃ سے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے
- ابومسلم خولانی کا آگ سے زندہ نکل آنا
- قرآن کریم کی تدوین

انصار نے کہا: ''ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو، کیونکہ مہاجرین علاقے کے اعتبار سے بھی تمام عرب سے اچھے اور حسب نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا عمر بن خطاب کی بیعت کر لو یا ابوعبیدہ بن جراح کی۔'' اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٦٨ـ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ١٤٢، ١٤٣، ح: ١٦٥٣٦]

''نہیں، ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کی تو سب لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی۔''

خلافتِ صدیقی میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کردار

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت پر لوگوں کو جمع کرنا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: ''ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہوگا۔'' پھر سیدنا ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم بھی ان کی مجلس میں پہنچ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنا چاہی لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خاموش رہنے کے لیے کہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''اللہ کی قسم! میں نے ایسا صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت پسند آئی تھی اور مجھے ڈر تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ معاملے کی گہرائی تک نہیں پہنچ پائیں گے۔'' بہرحال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی تو واقعی وہ تمام لوگوں سے زیادہ بلیغ ثابت ہوئے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا: ''ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (انصار) وزراء ہو۔'' اس پر سیدنا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے: ''نہیں، اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے، ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو، کیونکہ مہاجرین علاقے کے اعتبار سے بھی تمام عرب سے اچھے اور حسب نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا عمر بن خطاب کی بیعت کر لو

یا ابوعبیدہ بن جراح کی۔'' اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَ خَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: " لو كنت متخذا خليلا ": ٣٦٦٨ـ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ١٤٢، ١٤٣، ح: ١٦٥٣٦]

''نہیں، ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کی تو سب لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی۔''

اللہ تعالیٰ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے راضی ہو، جب انھوں نے دیکھا کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں آوازیں بلند ہونے لگی ہیں اور شور وغل بپا ہوگیا ہے تو وہ ڈرے کہ کہیں امت میں انتشار نہ پھیل جائے، انھیں سب سے بڑا ڈر یہ تھا کہ کہیں کوئی کسی انصاری کے ہاتھ پر بیعت کرنا نہ شروع کر دے۔ اس طرح بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھل سکتا تھا، کیونکہ ایک بیعت معرض وجود میں آنے کے بعد دوسری بیعت مشکل ہو جاتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کی ممکنہ آگ بھڑکنے سے پہلے ہی سب سے پہلے خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے اس کا سدّباب کر دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انصار سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

« يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَأَيُّكُمْ تَطِيبُ نَفْسُهُ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ نَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ نَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ » [مسند أحمد: ١/ ٢١، ح: ١٣٤، وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ١٥٢، ح: ١٦٥٨٥]

''اے انصار کی جماعت! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کروانے کا حکم دیا تھا؟ تو تم میں سے کون ہے جسے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہونا اچھا لگے۔'' (یہ سن کر) انصار نے جواب دیا: ''ہم اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا، جب آپ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، یہ واقعہ نبی ﷺ کی وفات کے دوسرے دن کا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ پڑھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، وہ کچھ نہیں بول رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَّعِيشَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَدْبُرَنَا، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ أَنْ يَّكُوْنَ آخِرَهُمْ، فَإِنْ يَّكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهِ، بِمَا هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَانِيَ اثْنَيْنِ، فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِأُمُوْرِكُمْ، فَقُوْمُوْا فَبَايِعُوْهُ، وَكَانَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ قَدْ بَايَعُوْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ لِأَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ اصْعَدِ الْمِنْبَرَ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً » [بخاري، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف: ٧٢١٩]

''مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ زندہ رہیں گے اور ہمارے کاموں کی تدبیر و انتظام کرتے رہیں گے۔'' اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ

ان سب سے آخر میں وفات پائیں گے، پھر فرمایا: ''اگر (ہمارے نبی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے سامنے نور (قرآن) کو باقی رکھا ہے، جس کے ذریعے سے تم ہدایت حاصل کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی) محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی کے ذریعے سے رہنمائی کی۔ (سنو!) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (جو غارِ ثور میں) دو میں سے دوسرے ہیں۔ بلاشبہ وہ تمھارے امورِ خلافت کے لیے تمام مسلمانوں میں سب سے بہتر ہیں، لہٰذا اٹھو اور ان کی بیعت کرو۔'' ایک جماعت پہلے ہی سقیفہ بنو ساعدہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکی تھی۔'' پھر عام لوگوں نے منبر پر بیعت کی۔ امام زہری رحمہ اللہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس دن کہہ رہے تھے کہ آپ منبر پر تشریف لائیں، چنانچہ وہ مسلسل اس بات کا اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور سب لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔''

مانعینِ زکوٰۃ سے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللّٰهِ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ! لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ » [مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا...... الخ: ٢٠۔ بخاري : ٦٩٢٤، ٦٩٢٥]

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ان کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور قبائل عرب میں سے جنھوں نے کفر اختیار کرنا تھا انھوں نے کفر اختیار

کر لیا، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ لوگوں سے کس بنا پر قتال (جنگ) کریں گے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہیں، تو جس نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کر لی، الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے؟'' اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا (شرعی) حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں نے مجھ سے وہ رسی بھی روک لی جو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کے روک لینے پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔'' تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور بالآخر میری سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی کہ یہی حق ہے۔''

ابو مسلم خولانی کا آگ سے زندہ نکل آنا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذہانت وفراست کی ایک مثال ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ ہیں، ثقہ تابعی شرحبیل ابن مسلم الخولانی بیان کرتے ہیں کہ جب اسود عنسی نے یمن میں نبوت کا (جھوٹا) دعویٰ کیا تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو گرفتار کیا اور آگ کی ایک بڑی خندق تیار کی گئی، جس میں ابو مسلم خولانی کو ڈال دیا گیا، لیکن آگ نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ لوگوں نے اسود عنسی کو مشورہ دیا کہ آپ اس شخص کو جلا وطن کر دیں، ورنہ آپ کے پیروکار آپ سے متنفر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو چھوڑ دیا گیا اور وہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے، انھوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ لیا، وہ آگے بڑھے اور پوچھا: ''تم کہاں سے آئے ہو؟'' ابو مسلم خولانی نے جواب دیا: ''میں یمن سے آیا ہوں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''وہ شخص کون ہے جسے کذاب (اسود عنسی) نے آگ میں پھینکا تھا؟'' ابو مسلم نے جواب دیا: ''وہ عبداللہ بن ثوب تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم سے کہا: ''میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا وہ تو ہے؟'' ابو مسلم نے کہا: ''اللہ کی قسم! وہ میں ہی ہوں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے معانقہ کیا اور رو پڑے، پھر انھیں اپنے ساتھ لے گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بٹھایا اور کہا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُمِتْنِي حَتّٰى أَرَانِي فِي أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُعِلَ بِهِ كَمَا فُعِلَ بِإِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ »

[الاستيعاب لإمام ابن عبد البر : ٢/٤٦٧، ت : ٣١٨٧، وإسناده حسن لذاته

إلى شرحبيل بن مسلم۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ۲/ ۱۵۰، ح : ۱۷۷۲۔ تاريخ دمشق : ۲۷/ ۱۹۹ تا ۲۰۱، ت : ۳۲۱۳]

”تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میری ملاقات میری موت سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایسے فرد سے کرا دی جس کے ساتھ ویسا ہی حادثہ پیش آیا جیسا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔“

قرآن کریم کی تدوین

معرکۂ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کرنے والے مسلمانوں میں بہت سے حفاظِ قرآن بھی تھے، ان قراء کی شہادت کی وجہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن مجید کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ قرآن کو چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عظیم کام کی ذمہ داری جلیل القدر صحابی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کی، جیسا کہ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

«أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوْهُ وَإِنِّي لَأَرٰى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ! خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأٰى عُمَرُ، قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، وَلَا نَتَّهِمُكَ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ »

''جب یمامہ کی لڑائی میں بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ (میں گیا) تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے پاس عمر (رضی اللہ عنہ) آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اسی طرح جنگوں میں قرآن کے قُرّاء شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا، الا یہ کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کر لیں (تو یہ ڈر نہیں رہے گا)، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ضرور قرآن جمع کروا دیں۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے عمر (رضی اللہ عنہ) کو یہ جواب دیا کہ میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو عمر (رضی اللہ عنہ) کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے'' اور بار بار یہی کہتے رہے، تا آنکہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہو گئی جو عمر (رضی اللہ عنہ) کی رائے تھی۔'' سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ وہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ (مجھے) کہنے لگے: ''تم جوان اور عاقل آدمی ہو اور ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں اور تم دورِ نبوی میں کاتب وحی بھی رہے ہو، لہٰذا قرآن (کی جا بجا لکھی ہوئی تحریروں) کو تلاش کرو اور سب کو اکٹھا کر دو۔''

زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو کہتے تو یہ کام میرے لیے اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا قرآن جمع کرنے کا حکم۔ میں نے ان سے کہا: ''آپ کس طرح وہ کام کریں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟'' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: « هُوَ وَاللّٰهِ! خَيْرٌ » ''اللہ کی قسم! یہ نیک کام ہے۔'' میں بار بار یہی کہتا رہا، تا آنکہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ بھی کھول دیا، جس کے لیے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کا سینہ کھولا

تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور میں نے قرآن کو کھال، کندھے کی ہڈی، کھجور کی شاخوں (جن پر قرآن لکھا ہوا تھا) اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ میں نے سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے ہاں نہ پائیں (اور وہ دو آیات یہ ہیں):

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [التوبة : ۱۲۸، ۱۲۹]

"بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔"

پھر یہ مصحف جس میں قرآن مجید جمع کیا گیا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کی وفات کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو ملا۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿لقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم﴾: ٤٦٧٩، ٤٩٨٦]

باب 05
عہدِ فاروقی

- عہدِ فاروقی
- خلافتِ عمر پر احادیث سے اشارات
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ خلافت
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ شوریٰ
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ عدل و مساوات
- عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی
- ہجری سال کا آغاز
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاشی حکمتِ عملی
- اقتصادی بحران میں مثالی کردار
- عہدِ فاروقی میں طاعون کی وبا
- عہدِ فاروقی میں ذرائع آمدنی
- اسلامی بیت المال کی باقاعدہ تنظیم
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے چند فیصلے اور جرائم کی سزائیں
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے گورنروں سے سلوک
- عہدِ فاروقی میں گورنروں کی نگرانی و محاسبہ
- عہدِ فاروقی میں اہم اسلامی فتوحات

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَأَيْتُ كَأَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، فَنَزَعَ نَزْعًا ضَعِيفًا وَاللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَقَى، فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرِيَّهُ، حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوا الْعَطَنَ)) [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه: ٢٣٩٣ـ بخاري: ٣٦٧٦]

”میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا صبح کے وقت پانی کھینچ رہا ہوں، اتنے میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انھوں نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر عمر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انھوں نے پانی نکالنا شروع کیا تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے ایسا شہ زور اور باصلاحیت شخص نہیں دیکھا۔ انھوں نے اتنے ڈول نکالے کہ لوگ اچھی طرح سیراب ہو گئے اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کر کے باڑوں میں بند کر دیا۔“

عہدِ فاروقی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تقرر

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''جب میرے والدِ محترم (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو ان کے پاس فلاں فلاں آدمی آئے اور کہنے لگے: ''اے خلیفۂ رسول! آپ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہم پر خلیفہ مقرر کر دیا ہے، کل جب آپ اپنے رب کے ہاں جائیں گے تو اس بات کا کیا جواب دیں گے؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا تو آپ نے فرمایا:

((أَبِاللّٰهِ تُرْهِبُونِي؟ أَقُولُ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ خَيْرَهُمْ)) [السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ١٤٩، ح: ١٦٥٧٥، صالح بن رستم صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور]

''تم اس بات کی وجہ سے مجھے اللہ سے ڈرا رہے ہو تو (سنو!) میں کہوں گا (اے اللہ!) میں نے ان پر ان میں سے بہتر شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرض الموت میں ان کی تیمارداری کرنے کے لیے ان کے پاس گئے۔ ان کی خدمت اور دیکھ بھال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کر رہی تھیں۔ ہم نے عرض کی: ''اے خلیفۂ رسول! آپ نے صبح یا شام کس حال میں کی ہے (یعنی آپ کی طبیعت کیسی ہے)؟'' تو وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''کیا تم لوگ میرے رویے اور میرے کاموں سے خوش ہو؟'' انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ہم نے کہا:

"کیوں نہیں! ہم لوگ تو آپ سے بہت خوش ہیں۔" سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اس بات پر بہت حریص تھا کہ تمام مسلمانوں کو وافر مقدار میں مال غنیمت دوں (اور انھوں نے دیا بھی تھا)، باوجود اس کے کہ خود میں نے کچھ گوشت اور دودھ پایا ہے، جب تم میرے پاس سے چلے جاؤ تو اس بات پر اچھی طرح غور وفکر کر لینا۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ہم نے اچھی طرح ان کے کمرے کا گھوم پھر کر جائزہ لیا تو انھوں نے فرمایا: "اچھی طرح دیکھ لو۔" ہم نے دیکھا کہ وہاں تو درہم و دینار کچھ بھی نہیں تھا، سوائے ایک خادم، ایک عدد پیالہ اور ایک عدد دودھ دوہنے کے برتن کے۔ وہ بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ سب سامان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دینا۔ تو اس بات سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ پھر جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کا یہ سامان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا:

« رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ، لَقَدْ أَتْعَبَ مِنْ بَعْدِهِ إِتْعَابًا شَدِيْدًا » [تاريخ دمشق: ٤٢٨/٣٠، و إسناده حسن لذاته۔ الطبقات لابن سعد: ١٤٣/٣]

"اللہ تعالیٰ ابوبکر کے حال پر رحم کرے، یقیناً انھوں نے اپنے بعد آنے والے (امراء وخلفاء) کو بہت زیادہ مشقت میں ڈال دیا ہے۔"

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشارتاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا:

« أَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي أَبُوْ بَكْرٍ، وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاري، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف: ٧٢١٨]

''آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر دیتے؟'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے کہ) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے، یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اگر میں اسے (مسلمانوں کی رائے پر) چھوڑتا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے کہ) اس ہستی نے (خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے لیے) چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« لَمَّا حَضَرَ أَبِي رَحِمَهُ اللّٰهُ دَعَانِي، فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ! إِنِّي كُنْتُ أَعْطَيْتُكِ تَمْرَ خَيْبَرَ، وَلَمْ تَكُونِي أَخَذْتِيهَا، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ تَرُدِّيهَا عَلَيَّ، قَالَتْ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ قُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَتِ! وَاللّٰهِ! لَوْ كَانَ خَيْبَرُ ذَهَبًا جَمِيعًا لَرَدَدْتُّهَا عَلَيْكَ، فَقَالَ هِيَ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا بُنَيَّةُ! إِنِّي كُنْتُ أَتْجَرَ قُرَيْشٍ وَأَكْثَرَهُمْ مَالاً، فَلَمَّا شَغَلَتْنِي الْإِمَارَةُ، رَأَيْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ مَا شَغَلَنِي، يَا بُنَيَّةُ! هٰذِهِ الْعَبَاءَةُ الْقَطَوَانِيَّةُ وَحِلَابٌ، وَعَبْدٌ، فَإِذَا مُتُّ، فَأَسْرِعِي بِهِ إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ، يَا بُنَيَّةُ! ثِيَابِي هٰذِهِ، فَكَفِّنُونِي بِهَا، قَالَتْ فَبَكَيْتُ، وَقُلْتُ يَا أَبَتِ! نَحْنُ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ، وَهَلْ ذٰلِكَ إِلَّا لِلْمُهْلِ، قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ، بَعَثْتُ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَاكِ لَقَدْ أَحَبَّ أَنْ لَّا يَتْرُكَ لِقَائِلٍ مَقَالًا » [زيادات عبد الله في كتاب الزهد لأحمد ابن حنبل، ص: ۱۰۹، ح: ۵۷۳، و إسناده صحيح]

''جب میرے والد محترم کا آخری وقت آیا، اللہ ان پر رحم فرمائے، تو انھوں نے مجھے بلا کر کہا: ''اے بیٹی! میں نے تجھے خیبر کی کھجوریں دی تھیں (اور اگر میں

تجھے نہ دیتا تو) تو وہ نہیں لے سکتی تھی۔ اب میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے وہ کھجوریں لوٹا دے (کیا تو مجھے بخوشی لوٹا دے گی؟)'' تو عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ سن کر میں رونے لگی اور کہا: ''ابا جی! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے، اللہ کی قسم! اگر سارا خیبر سونے کا ہوتا (اور میری ملکیت میں ہوتا) تو میں وہ بھی آپ کو ضرور لوٹا دیتی (یہ تو کھجوریں ہیں)۔'' انھوں نے کہا: ''اے بیٹی! یہ اللہ کی کتاب کی بنا پر ہے۔ اے بیٹی! میں تمام قریش میں سب سے بڑا تاجر تھا، اسی وجہ سے میرے پاس مال بھی سب سے زیادہ تھا، لیکن جب امارت کے کاموں نے مجھے تجارت سے مشغول کر دیا تو میں نے بیت المال سے اس قدر مال لیا جس سے صبح وشام گزر جائے۔ اے بیٹی! (بیت المال کے مال میں سے) یہ قطوانی ایک عدد چادر، دودھ دوہنے اور پینے کا ایک عدد پیالہ اور ایک غلام ہے، جب میں فوت ہو جاؤں تو فوری اس مال کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینا اور اے بیٹی! مجھے میرے انھی کپڑوں میں کفن دینا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں رونے لگی اور کہا: ''ابا جان! کیا ہم اتنا بھی نہ کر سکیں گے کہ آپ کو نیا کفن ہی پہنا دیں؟'' تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے بیٹی! اللہ تجھے معاف کرے، کفن تو (نیا ہو یا پرانا یہ تو) پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''جب میرے والد محترم فوت ہو گئے تو یہ چیزیں میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیں تو انھوں نے کہا: ''اللہ آپ کے والد پر رحم کرے، یقیناً وہ یہ چیز بہت پسند کرتے تھے کہ کسی اعتراض کرنے والے کو اعتراض کا کوئی موقع فراہم نہ کریں۔''

خلافتِ عمر پر احادیث سے اشارات

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« رَأَيْتُ كَأَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، فَنَزَعَ نَزْعًا ضَعِيفًا وَاللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَقَى، فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرِيَّهُ، حَتَّى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوا الْعَطَنَ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه: ٢٣٩٣۔ بخاري: ٣٦٧٦]

”میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا صبح کے وقت پانی کھینچ رہا ہوں، اتنے میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انھوں نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر عمر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انھوں نے پانی نکالنا شروع کیا تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے ایسا شہ زور اور باصلاحیت شخص نہیں دیکھا۔ انھوں نے اتنے ڈول نکالے کہ لوگ اچھی طرح سیراب ہو گئے اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کر کے باڑوں میں بند کر دیا۔“

اس حدیث میں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کی کثرت اور اسلام کے غلبے اور نکھار کی طرف بھی

ضمناً اشارہ ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا یہ واقعہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حسن سیرت، ان کے دور میں حاصل ہونے والی خیر و برکات اور اس کے اثرات کے ظہور اور لوگوں کے ان سے مستفید ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِالَّذِينِ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ » [ترمذي، أبواب المناقب، باب: "اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر و عمر": ٣٦٦٣۔ صحيح ابن حبان: ٦٩٠٢، و إسناده حسن لذاته]

''مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تمھارے درمیان رہتا ہوں، لہٰذا تم میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی طرف اشارہ فرمایا۔''

یہ حدیث واضح طور پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق ثابت کرتی ہے، یقیناً سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کے اہل تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی اقتدا کی جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، إِذْ رَأَيْتُ قَدَحًا أُتِيتُ بِهِ فِيهِ لَبَنٌ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتّٰى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا مَاذَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!؟ قَالَ الْعِلْمَ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه: ٢٣٩١۔ بخاري: ٣٦٨١]

''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک پیالہ میرے سامنے لایا گیا، اس میں دودھ تھا، تو میں نے اس میں سے پیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ تازگی اور سیرابی میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر جو دودھ بچا وہ میں

نے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔'' لوگوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اس کی تعبیر) علم ہے۔''

اس حدیث میں بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کا اشارہ ہے اور علم سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول کے ذریعے سے لوگوں کے امور کی تدبیر کرنا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: ''آج رات میں نے خواب میں ایک سائبان دیکھا، جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اسے اپنی ہتھیلیوں میں لے رہے ہیں، کوئی زیادہ لینے والا ہے اور کوئی کم لینے والا۔ پھر اچانک ایک رسی آسمان سے زمین تک آ ملی، تو میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ نے اسے پکڑا اور اوپر چڑھ گئے۔ پھر اسے ایک اور آدمی نے پکڑا، وہ بھی اس کے ساتھ اوپر چڑھ گیا۔ پھر اسے ایک اور آدمی نے پکڑا، وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر وہ کٹ گئی، پھر دوبارہ مل گئی۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، آپ کو اللہ کی قسم! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی تعبیر کروں۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی تعبیر کرو۔'' انھوں نے کہا: ''وہ سائبان تو اسلام ہے اور جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے وہ قرآن کی حلاوت ہے، جو ٹپک رہی ہے۔ پھر کوئی قرآن سے زیادہ حاصل کرنے والا ہے اور کوئی کم حاصل کرنے والا ہے۔ رہی وہ رسی جو آسمان سے زمین تک ملی ہوئی ہے، تو اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اسے پکڑے رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بلند کرے گا، پھر آپ کے بعد اسے ایک اور آدمی پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ساتھ بلند ہو جائے گا، پھر ایک اور آدمی اسے پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ساتھ بلند ہو جائے گا، پھر ایک اور آدمی اسے پکڑے گا تو اس کے ساتھ وہ رسی کٹ جائے گی، پھر اس کے لیے ملا دی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ بلند ہو جائے گا۔ یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، مجھے بتائیے! میں نے درست کہا یا خطا کی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے کچھ درست کہا، کچھ خطا

کی۔" انھوں نے کہا: "آپ کو اللہ کی قسم ہے! آپ مجھے وہ ضرور بتائیں جو میں نے خطا کی ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم مت ڈالو۔" [بخاري، كتاب التعبير، باب من لم ير الرؤيا لأوّل عابر إذا لم يصب: ٧٠٤٦]

اس حدیث سے بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کا اشارہ ملتا ہے، وہ اس طرح کہ خواب میں بتایا گیا ہے کہ پھر ایک اور آدمی اوپر چڑھ گیا، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر ان کے بعد ایک اور آدمی نے رسی کو پکڑا اور اوپر چڑھ گیا، یہ اشارہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف تھا کہ ان کی خلافت برحق ہوگی۔

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے دلائل

سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی ان کی خلافت کے برحق ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: "ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہوگا۔" پھر سیدنا ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم بھی ان کی مجلس میں پہنچ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنا چاہی لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خاموش رہنے کے لیے کہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: "اللہ کی قسم! میں نے ایسا صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت پسند آئی تھی اور مجھے ڈر تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ معاملے کی گہرائی تک نہیں پہنچ پائیں گے۔" بہرحال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی تو واقعی وہ تمام لوگوں سے زیادہ بلیغ ثابت ہوئے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا: "ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (انصار) وزراء ہو۔" اس پر سیدنا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے: "نہیں، اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے، ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو، کیونکہ مہاجرین علاقے کے اعتبار سے بھی تمام عرب سے اچھے اور حسب نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا عمر بن خطاب کی بیعت کرلو یا ابوعبیدہ بن جراح کی۔“ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٦٨۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/١٤٢، ١٤٣، ح: ١٦٥٣٦]

”نہیں، ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔“ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کی تو سب لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی۔“

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:

« أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ، قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ؟ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٧١]

”رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا: ”ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔“ میں نے کہا: ”پھر کون؟“ انھوں نے جواب دیا: ”پھر عمر (رضی اللہ عنہ)۔“ تو میں ڈر گیا کہ اس کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کا نام نہ لے لیں، اس لیے میں نے کہا: ”پھر آپ افضل ہیں؟“ انھوں نے کہا: ”میں تو عام مسلمانوں جیسا ایک آدمی ہوں۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی شہادت کے وقت حاضر ہوا، میں نے عرض کی:

((أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَسْلَمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ وَجَاهَدْتَّ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ وَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلْتَ شَهِيدًا، فَقَالَ أَعِدْ عَلَيَّ فَأَعَدْتُّ عَلَيْهِ ، فَقَالَ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! لَوْ أَنَّ لِي مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ هَوْلِ الْمَطَّلَعِ)) [مستدرك حاكم : ٣/ ٩٢، ح: ٤٥١٥، و إسناده حسن لذاته۔ صحيح ابن حبان: ٦٨٩١]

"اے امیر المومنین! آپ کو جنت کی بشارت ہو، آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب لوگوں نے کفر کیا اور آپ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا جب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ وہ آپ سے راضی تھے اور آپ کی خلافت پر دو افراد نے بھی اختلاف نہ کیا اور آپ کو شہادت کی موت عطا ہوئی۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ باتیں دوبارہ کہنا۔" میں نے اپنی ساری بات دہرائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اگر میرے پاس پوری دنیا کے سونے اور چاندی کے خزانے بھی موجود ہوں تو میں انھیں اس دن کی ہولناکی سے بچنے کے لیے فدیے میں دے ڈالوں۔"

ثقہ تابعی سماک بن ولید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو میں ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس گیا، میں نے کہا: ”اللہ رب العزت نے آپ کی بدولت کئی شہر آباد کروائے، کئی معرکوں میں فتح سے ہمکنار کیا اور آپ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں کام کروائے ہیں۔“ تو انھوں نے یہ باتیں سن کر کہا:

« وَدِدْتُّ أَنِّيْ أَنْجُوْ مِنْهَا لَا أَجْرَ وَلَا وِزْرَ » [تاريخ أبي زرعة الدمشقي، ص: ٣٧، ح: ٧٨، وإسناده صحيح ـ كتاب الزهد لأحمد ابن حنبل، ح : ٦٥٩ـ الطبقات لابن سعد : ٣/٢٦٧]

”میں چاہتا ہوں کہ اس (امر خلافت) سے میں اس طرح نجات پا جاؤں کہ یہ میرے لیے نہ تو باعث اجر ہو اور نہ ہی باعث گناہ۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ خلافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شان و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((أَشَدُّ أُمَّتِيْ فِيْ امْرِ اللّٰهِ عُمَرَ)) [الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢٢٠، و إسناده صحيح۔ مسند أحمد: ٣/ ١٨٤، ح: ١٢٩٣٥۔ ترمذي: ٣٧٩٠، ٣٧٩١۔ ابن حبان: ٧١٣٧]

"میری امت میں اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"

حدیث رسول کی رو سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں دین کے حوالے سے بہت سختی تھی۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس سختی کی بنا پر کچھ لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گلہ شکوہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "جب میرے باپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو ان کے پاس فلاں فلاں آدمی آئے اور کہنے لگے: "اے ابوبکر! آپ نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ (جیسے سخت مزاج آدمی) کو ہم پر خلیفہ مقرر کر دیا ہے، تو کل جب آپ اپنے رب سے ملیں گے تو اسے کیا جواب دیں گے؟" سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَجْلِسُوْنِيْ، أَبِاللّٰهِ تُرْهِبُوْنِيْ؟ أَقُوْلُ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمْ خَيْرَهُمْ))
[الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٠٧ وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٢/ ٢٧٤۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٢٥٠، ٢٥١]

"(لوگو!) مجھے بٹھا دو، (اور کہا) کیا تم اس بات سے مجھے اللہ سے ڈرا رہے ہو؟

(تو سنو!) میں کہوں گا، اے اللہ! میں نے ان پر ان میں سے سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دین کے معاملات میں اس سختی کا بہت اچھا اثر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ تمام فتنوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئے اور ہر اٹھنے والا فتنہ اپنی موت آپ مر جاتا تھا۔ پھر لوگوں نے بھی ان کے دور خلافت میں پر سکون زندگی بسر کی۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "ہم عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص اپنی سواری کو بھگاتے ہوئے ہماری طرف آتا دکھائی دیا، اسے دور ہی سے آتا دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « إِنِّي لَأَظُنُّ هٰذَا يَطْلُبُنَا » "میرا گمان ہے کہ یہ آدمی ہماری تلاش میں ہے۔" پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہم نے اپنی سواریوں کو (آرام کی غرض سے) بٹھا دیا اور خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ جب وہ سوار ہمارے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا: "آپ عمر ہیں؟" میں نے کہا: "نہیں!" اس نے کہا: "پانی کے پاس کھڑے لوگوں کا گمان تو یہ تھا کہ ابھی ابھی عمر (رضی اللہ عنہ) یہاں سے گزرے ہیں۔" جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو وہ نوجوان رونے لگا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« مَا يُبْكِيكَ؟ إِنْ كُنْتَ غَارِمًا أَعَنَّاكَ، وَإِنْ كُنْتَ خَائِفًا أَمَّنَّاكَ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ قَتَلْتَ نَفْسًا، وَإِنْ كُنْتَ خِفْتَ جِوَارَ قَوْمٍ حَوَّلْنَاكَ عَنْ مُجَاوَرَتِهِمْ »

"تم کیوں رو رہے ہو؟ اگر تجھے کوئی چٹی پڑ گئی ہے تو ہم تیری مدد کریں گے اور اگر تجھے کسی سے خوف ہے تو ہم تجھے امان دیں گے، اگر تو نے کسی کو قتل نہیں کیا اور اگر تو کسی قوم کی ہمسائیگی سے ڈرتا ہے تو ہم تجھے کسی اور جگہ بھیج دیتے ہیں۔"

اس آدمی نے کہا: "نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ میں بنو تمیم کا ایک فرد ہوں اور

میں نے ایک دفعہ شراب پی تھی تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے پکڑ لیا اور انھوں نے مجھے کوڑے مارے اور میرا منہ کالا کر کے مجھے لوگوں میں گھمایا اور ساتھ لوگوں سے کہہ دیا کہ اس کے ساتھ کوئی نہ کھائے، نہ پیے اور نہ ہی کوئی شخص اس کے پاس بیٹھے۔ میں نے (ان کے اس رویے کی وجہ سے) ارادہ کیا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی اختیار کر لوں:

«إِمَّا أَنْ أَتَّخِذَ سَيْفًا فَأَضْرِبَ بِهِ أَبَا مُوسَى، وَإِمَّا أَنْ آتِيَ الْمُشْرِكِينَ فَآكُلَ مَعَهُمْ وَأَشْرَبَ، وَإِمَّا أَنْ آتِيَكَ فَتُرْسِلَنِي إِلَى الشَّامِ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْرِفُونَنِي»

''میں تلوار پکڑوں اور ابو موسیٰ اشعری کا کام تمام کر دوں، یا پھر مشرکین کے پاس چلا جاؤں اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں، یا پھر آپ کے پاس آ جاؤں اور آپ مجھے ملک شام کی طرف بھیج دیں، کیونکہ وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (اس کی باتیں سن کر) رو پڑے اور فرمانے لگے:

«إِنِّي كُنْتُ مِنْ أَشْرَبِ النَّاسِ لَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَإِنَّهَا لَيْسَتْ كَالزِّنَا، وَمَا يَسُرُّنِي أَنَّ رَجُلًا لَحِقَ بِالْمُشْرِكِينَ وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا»

''بلاشبہ میں دورِ جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ شراب پیتا تھا اور یہ (شراب نوشی) زنا کی طرح تو نہیں ہے (کہ جس کی وجہ سے میں تجھے جلا وطن کر دوں) اور نہ ہی مجھے یہ بات پسند ہے کہ کوئی (مسلمان) شخص دوبارہ مشرکین کے ساتھ جا ملے، اگرچہ مجھے اتنا اتنا مال دیا جائے۔''

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام پیغام لکھا:

«إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ التَّمِيمِيَّ، أَخْبَرَنِي بِكَذَا وَكَذَا، وَايْمُ اللّٰهِ! لَئِنْ عُدْتَّ لَأُسَوِّدَنَّ وَجْهَكَ وَلَيُطَافُ بِكَ فِي النَّاسِ، فَإِنْ أَرَدْتَّ أَنْ تَعْلَمَ

أَحَقُّ مَا أَقُولُ، فَعُدْ، وَأْمُرِ النَّاسَ فَلْيُؤَاكِلُوهُ وَلْيُجَالِسُوهُ، وَإِنْ تَابَ فَاقْبَلُوا شَهَادَتَهُ »

''فلاں بن فلاں تمیمی نے مجھے آپ کے بارے میں ایسی ایسی خبر دی ہے، اللہ کی قسم! آئندہ اگر آپ نے ایسا کیا تو میں ضرور آپ کو آپ کا چہرہ کالا کر کے لوگوں میں گھماؤں گا۔ اگر آپ میری بات کی تصدیق کرنا چاہیں تو ذرا دوبارہ اس طرح کر کے دیکھیں اور لوگوں کو حکم کریں کہ وہ اس کے ساتھ کھائیں پییں اور اٹھیں بیٹھیں اور اگر یہ شخص (شراب نوشی سے) توبہ کر لے تو اس کی گواہی بھی قبول کریں۔''

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک قیمتی حلہ اور دو سو درہم دے کر رخصت کر دیا۔ [تاریخ المدینة المنورة للنمیری: ۲/ ۱۳۹۰، ۲۰، ح: ۱۳۹۰، و إسناده حسن لذاته۔ السنن الکبریٰ للبیهقي: ۱۰/ ۲۱٤، ح: ۲۰۹٤۸]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے افراط وتفریط سے بچتے ہوئے امیر و مامور دونوں کو شرعی حدود و قیود میں رکھا۔ نہ تو شریعت میں شراب نوشی کی اجازت ہے اور نہ ہی شریعت میں شراب خور کی یہ سزا ہے کہ اس کا منہ کالا کر کے اسے لوگوں میں گھمایا پھرایا جائے اور دیگر لوگوں کو اس سے تعلقات ختم کرنے کا کہا جائے وغیرہ۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ شوریٰ

شورائی نظام کی بنیاد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں رکھ دی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس نظام پر سختی سے عمل کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُن نوجوان صحابہ کرام کو جو علم وتقویٰ اور فہم و ذکا میں منفرد مقام کے حامل ہوتے، انھیں اپنی مجلس شوریٰ کا رکن مقرر فرماتے، مثلاً سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو نوجوان تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس رحمہ اللہ کے ہاں آکر قیام کیا:

« وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا » [بخاري، كتاب التفسير، باب: ﴿ خذ العفو وأمر بالعرف ...... ﴾: ٤٦٤٢]

"اور یہ (حر بن قیس رحمہ اللہ) ان چند خاص لوگوں میں سے تھے جنھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہت قریب رکھتے تھے، کیونکہ بہت زیادہ قرآن پڑھنے والے (عالم) لوگ ہی عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس اور مشورے میں شریک ہوتے تھے، قطع نظر اس سے کہ وہ عمر رسیدہ ہیں یا نوجوان۔"

ثقہ تابعی امام زہری رحمہ اللہ نے ایک دفعہ نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تم خود کو محض اس لیے حقیر نہ سمجھو کہ تم ابھی کم سن ہو، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی سخت مشکل میں الجھ جاتے تو وہ کسی نوجوان کو بلاتے تھے، وہ اس سے مشورہ بھی لیتے تھے اور اس

کی عقل کا امتحان بھی۔" [حلية الأولياء لأبي نعيم : ٣/ ٤١٧، ح: ٤٤٨٤، و إسناده صحيح إلى الزهري، ترجمة محمد بن مسلم الزهري۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٥/ ٩٠، ح : ٢٠٩١٢۔ جامع بيان العلم و فضله للإمام ابن عبد البر الأندلسي: ١/ ٣٠٩، ح: ٥٠٥، ٥٠٦]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مشورہ کرنے کے عادی تھے۔ وہ ہر معاملے میں لوگوں سے مشورہ کرتے، بسا اوقات تو خواتین سے بھی مشورہ کر لیتے اور اگر ان کے مشورے میں بھلائی دیکھتے تو اسے اختیار فرماتے۔ چنانچہ حسن سند سے ثابت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی مشورہ لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے جو مشورہ لیا اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (مدینے کی گلیوں میں) نکلے، اس دوران انھوں نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنے خاوند کی جدائی میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهُ
وَأَرَّقَنِي أَنْ لَّا حَبِيبَ أُلَاعِبُهُ

"رات طویل ہو گئی اور اس کا ایک پہلو سیاہ ہو گیا۔ میں جاگ رہی ہوں اور میرے پاس میرا رفیقِ حیات نہیں ہے کہ میں اس سے کھیلوں۔"

تو پھر انھوں نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

« كَمْ أَكْثَرُ مَا تَصْبِرُ الْمَرْأَةُ عَنْ زَوْجِهَا؟ فَقَالَتْ سِتَّةً أَوْ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا أَحْبِسُ الْجَيْشَ أَكْثَرَ مِنْ هٰذَا » [السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ٢٩، ح: ١٧٨٥٠ و إسناده حسن لذاته۔ كتاب السير، باب الإمام لا يجمر بالغزي۔ إسماعيل بن أبي أويس صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور و غير ما أنكر عليه]

"کوئی عورت اپنے خاوند کے بغیر زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ صبر کر سکتی ہے؟" انھوں نے کہا: "چھ یا چار ماہ۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "(آئندہ) میں کسی بھی لشکر

کو اس مدت سے زیادہ نہیں روکوں گا۔‘‘

اگر کوئی عمومی حادثہ پیش آتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرماتے اور جس قدر ممکن ہوتا مجلس مشاورت میں توسیع کرتے تھے، جیسا کہ انھوں نے ’’طاعون عمواس‘‘ کے سلسلے میں وسیع پیمانے پر مجلس مشاورت قائم کی اور ارض شام کی طرف سفر کے سلسلے میں مشاورت فرمائی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ’’سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے۔ جب مقام سرغ پہنچے (جو جزیرۃ العرب کی حدود پر شام سے متصل ایک بستی ہے) تو ان سے اجناد کے لوگوں نے ملاقات کی (اجناد سے مراد شام کے پانچ شہر ہیں، یعنی فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور قنسرین)۔ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انھیں بتایا کہ ملک شام میں (طاعون کی) وبا پھیل گئی ہے۔‘‘ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « أُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ » ’’میرے پاس ہجرت میں پہل کرنے والوں کو بلاؤ۔‘‘ (مہاجرین اولین وہ لوگ ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو) میں نے انھیں بلایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشاورت کی اور انھیں شام میں پھیلی ہوئی وبا کے متعلق خبر دی تو انھوں نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا، آپ ایک اہم کام کے لیے نکلے ہیں، اس لیے ہم آپ کا واپس لوٹنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بعض نے کہا، تمھارے ساتھ وہ لوگ ہیں جو (پہلے لوگوں میں سے) باقی رہ گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم انھیں وبائی ملک میں لے جانا مناسب نہیں سمجھتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « إِرْتَفِعُوا عَنِّي » ’’اب تم لوگ جاؤ۔‘‘ پھر فرمایا: « أُدْعُ لِيَ الْأَنْصَارَ » ’’اب میرے پاس انصار کو بلاؤ۔‘‘ میں نے انھیں بلایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشاورت کی تو یہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور انھی کی طرح اختلاف کرنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « إِرْتَفِعُوا عَنِّي » ’’اب تم لوگ جاؤ۔‘‘ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أُدْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ »

''اب تم میرے پاس قریش کے ان عمر رسیدہ لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے (یا فتح کے ساتھ ہی) مسلمان ہوئے ہیں۔''

میں نے انھیں بلایا اور ان میں سے کسی دو افراد نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ سب نے کہا، ہم یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور انھیں وبا کے سامنے نہ کیجیے۔ آخر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کر دی:

« إِنِّيْ مُصْبِحٌ عَلٰى ظَهْرٍ، فَأَصْبِحُوْا عَلَيْهِ »

''میں صبح کو اونٹ پر سوار ہوں گا (اور مدینہ لوٹوں گا) تم بھی سوار ہو جاؤ۔''

تو سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہو؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ، نَعَمْ! نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَتْ لَكَ إِبِلٌ فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرٰى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ »

''اے ابوعبیدہ! اگر یہ بات آپ کے علاوہ کوئی اور کہتا (تو میں اسے سزا دیتا)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی ان کی مخالفت کرے۔ (پھر فرمایا) ''ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔ کیا اگر تمھارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایک وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں، ایک کنارہ سرسبز و شاداب ہو اور دوسرا خشک و خراب ہو اور تم اپنے اونٹوں کو سرسبز و شاداب کنارے میں چراؤ تو اللہ کی تقدیر سے چرایا اور جو خشک اور خراب میں چراؤ تب بھی اللہ کی تقدیر سے چرایا (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے اس

چرواہے پر کوئی الزام نہیں ہے، بلکہ اس کا فعل قابل تعریف ہے کہ جانوروں کو آرام دیا، ایسے ہی میں بھی اپنی رعیت کا چرانے والا ہوں، جو ملک اچھا معلوم ہوتا ہے انھیں ادھر لے جاتا ہوں اور یہ کام تقدیر کے خلاف نہیں، بلکہ عین تقدیر الٰہی ہے)۔"

اتنے میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے، وہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، میرے پاس اس مسئلہ کی دلیل موجود ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

« إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ »

"جب تم سنو کہ کسی ملک میں (طاعون کی) وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں وبا پھیل جائے تو وہاں سے نہ بھاگو۔"

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا (کہ ان کی رائے حدیث کے موافق قرار پائی) اور واپس لوٹ آئے۔" [مسلم، كتاب الطب، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها: ٢٢١٩۔ بخاري: ٥٧٢٩]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ عدل و مساوات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عدالت کے شعبے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حق و انصاف لوگوں کو ان کی دہلیز پر پہنچایا اور اہل ریاست کی خود چوکیداری کی۔ آپ نے اپنی رعایا کو ہر متوقع ظلم سے بچایا۔ عمال اور عوام کے مابین مکمل عدل و انصاف قائم کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سچے حق پرست تھے، وہ حق پر بہت مضبوطی سے کاربند تھے۔ وہ اپنی ذات ہی سے نہیں بلکہ اپنے اہل خانہ سے بھی راہِ حق کی بڑی سختی سے پابندی کرواتے تھے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور (مسجد نبوی کے) منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگے، تو تمام لوگ آپ کی طرف آئے، یہاں تک کہ دیہاتیوں نے بھی جب ان کی آواز سنی تو وہ بھی آ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں قرآن و سنت کی تعلیم دی، پھر آپ اپنے گھر والوں کے پاس آئے اور انھیں فرمانے لگے:

« قَدْ سَمِعْتُمْ مَا نَهَيْتُ عَنْهُ، وَإِنِّي لَا أَعْرِفُ أَنَّ أَحَدًا مِّنْكُمْ يَأْتِي شَيْئًا مِمَّا نَهَيْتُ عَنْهُ إِلَّا ضَاعَفْتُ لَهُ الْعَذَابَ ضِعْفَيْنِ » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢١٩ و إسناده صحيح]

''یقیناً تم نے وہ تمام باتیں سن لی ہیں جن سے میں نے لوگوں کو منع کیا ہے، اگر مجھے اس بات کا پتا چلا کہ تم میں سے کسی نے اس بات کا ارتکاب کیا ہے جس سے

میں نے لوگوں کو منع کیا ہے تو میں اسے دگنا عذاب دوں گا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا قیام کرتے، جب رات کا آخری پہر ہوتا تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے اور انھیں فرماتے: «اَلصَّلَاۃَ، اَلصَّلَاۃَ» ''نماز پڑھو، نماز پڑھو'' پھر اس آیت کی تلاوت کرتے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ [طٰہٰ: ۱۳۲]

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ، ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔''

[موطأ إمام مالك، كتاب صلوة الليل، باب ما جاء في صلاة الليل: ٥، و إسناده صحيح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دار و مدار قانونِ مساوات پر تھا، یعنی اسلام کی نظر میں سب لوگ، چاہے وہ حاکم ہوں یا محکوم، مرد ہوں یا عورت، عربی ہوں یا عجمی، گورے ہوں یا کالے سب برابر ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ مدینہ اور اس کے مضافات میں قحط پڑ گیا، ہوا چلتی تو ہر طرف خاک اڑتی نظر آتی۔ چنانچہ اس سال کو ''عام الرمادہ'' یعنی خاک اڑنے کا سال کہا گیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''عام الرمادہ'' کے سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر گھی اس وقت تک حرام قرار دے دیا تھا جب تک کہ لوگ پہلے والی خوش حالی کی طرف نہیں لوٹ آتے۔'' [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٣٨۔ وإسناده صحيح۔ كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح: ٦٠٨۔ تاريخ دمشق: ٣٣/ ٣٤٦، ٣٤٧۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ١/ ٨٤، ح: ١١٥]

یہ وہ کردار تھا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ''عام الرمادہ'' کے موقع پر اختیار فرمایا۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مہنگائی ہو گئی، خاص طور پر گھی مہنگا ہو گیا اور لوگوں کو مہنگائی کا سامنا کرنا پڑا، تو عام

لوگوں کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی گرانی کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے اس دوران گھی کھانا موقوف کر دیا اور عام خوردنی تیل پر گزارا کرنے لگے، اس کے نتیجے میں ان کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہونے لگی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عہد فاروقی میں ایک سال لوگ قحط سالی کی وجہ سے بہت برے حالات سے دوچار تھے۔ اس سے پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گھی استعمال کیا کرتے تھے، سو جب مہنگائی کے باعث گھی کم پڑ گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَا آكُلُهُ حَتّٰى يَأْكُلَهُ النَّاسُ، فَكَانَ يَأْكُلُ الزَّيْتَ فَقَالَ يَا أَسْلَمُ! اكْسَرْ عَنِّي حَرَّهُ بِالنَّارِ »

''میں اس وقت تک گھی نہیں کھاؤں گا جب تک لوگ اس کو کھانا شروع نہ کر دیں۔''

(اس دوران) آپ رضی اللہ عنہ تیل کھاتے رہے (اور جب تیل کی وجہ سے معدے میں گرمی نے شدت اختیار کر لی) تو فرمانے لگے: ''اے اسلم! اسے اچھی طرح آگ پر پکا کر اس کی حرارت کم کر لیا کرو۔''

اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے لیے اسی سے کھانا تیار کرتا اور یہ کھانا کھانے کی وجہ سے ان کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ شروع ہو جاتی، تو وہ پیٹ کو مخاطب کر کے فرماتے:

« تَقَرْقِرْ، لَا وَاللّٰهِ! لَا تَأْكُلُهُ حَتّٰى يَأْكُلَهُ النَّاسُ » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٣٨، و إسناده صحيح۔ كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح: ٦٠٨۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٤٦، ٣٤٧۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ١/ ٨٤، ح: ١١٥]

''اللہ کی قسم! تو (جس قدر چاہے) گڑگڑا لے، تو تب تک (گھی) نہیں کھائے گا جب تک کہ لوگ گھی کھانا شروع نہ کر دیں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانونِ مساوات نہ صرف دار الحکومت مدینہ منورہ میں نافذ کر رکھا تھا بلکہ پوری مملکت اسلامیہ میں تمام گورنروں کو یہی احکامات دے رکھے تھے، یہاں تک کہ

کھانے پینے کے سلسلے میں بھی یہی قانون سرکاری طور پر نافذ تھا کہ ہر ایک کے ساتھ برابری برتی جائے، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہ دی جائے۔

ایک دفعہ جب عتبہ بن فرقد آذر بائیجان تشریف لائے تو ان کے سامنے کھجور اور گھی سے تیار کردہ حلوہ پیش کیا گیا۔ انھوں نے کھایا اور اسے بہت عمدہ اور شیریں پایا۔ خیال آیا کیوں نہ ایسا عمدہ اور لذیذ حلوہ امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا جائے۔ انھوں نے اس حلوے کے دو بڑے بڑے ٹوکرے تیار کروائے اور دو آدمیوں کی معیت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں کھول کر دیکھا تو دریافت فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے بتایا: ''یہ گھی اور کھجور کا تیار کردہ حلوہ ہے۔'' انھوں نے اسے چکھا، معلوم ہوا کہ یہ کوئی عمدہ میٹھی چیز ہے۔ دریافت فرمایا:

«أَيَشْبَعُ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ رِحَالِهِمْ مِنْ هٰذَا ؟»

''کیا وہاں سب لوگ گھروں میں ایسی ہی خوراک کھاتے ہیں؟''

قاصد نے کہا: ''نہیں!'' اس پر آپ نے حکم دیا: ''اسے واپس بھیج دو۔'' پھر عتبہ کے نام تحریر لکھی۔ جیسا کہ ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے ہمیں لکھا اور ہم آذر بائیجان میں تھے:

«يَا عُتْبَةُ بْنَ فَرْقَدٍ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أَبِيْكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ، فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ رِحَالِهِمْ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِيْ رَحْلِكَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ» [مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير و غير ذلك للرجال: ١٢/ ٢٠٦٩۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٥/ ١٢١، ١٢٢، ح: ٢٠٩٩٥، وإسناده صحيح۔ مسند أبي عوانة: ٤/ ٢٣١، ٢٣٢، ح: ٨٥١٤ تا ٨٥٢٣]

''اے عتبہ بن فرقد! یہ مال جو تیرے پاس ہے، نہ تیرا کمایا ہوا ہے، نہ تیرے باپ کا اور نہ تیری ماں کا۔ پس جو تو خود اپنے گھر میں کھاتا ہے اسی طرح کا سب

مسلمانوں کو بھی ان کے گھروں میں کھلا اور تو عیش و عشرت میں پڑنے سے بچ۔‘‘

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نفاذِ مساوات کے سلسلے میں اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہے، جس کا لب لباب یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہمارے بھائی عبدالرحمٰن بن عمر نے شراب پی لی تو انھیں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بطور حد کوڑے مارے۔ جب اس واقعہ کی خبر عمر رضی اللہ عنہ نے سنی کہ میرے بیٹے نے شراب پی ہے تو انھوں نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ (جلد سے جلد اچھی) سواری پر عبدالرحمٰن کو میری طرف بھیجو۔ چنانچہ حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ جب عبدالرحمٰن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا بیٹا ہونے کی بنا پر دوبارہ شراب نوشی کی حد لگائی، پھر اسے روانہ کر دیا۔ پھر وہ کچھ ماہ تک زندہ رہے اور انھیں موت آ گئی۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ انھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مار کی وجہ سے موت آئی ہے، حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ [السنن الكبرى للبيهقي : ۱۳/ ۱۱۶، ۱۱۷، ح: ۱۷۹۸۹، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ۴۴/ ۳۲۴]

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شریعت کی نظر میں مساوات کو کتنا اہم مقام حاصل ہے۔ امیر المومنین کا بیٹا مجرم ہے اور وہ اپنے ہی لختِ جگر کو دوبارہ قرار واقعی سزا دیتے ہیں، تا کہ حدود کی صحیح پاسداری ہو اور بیٹے کی گوشمالی کی جا سکے۔

عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مذہبی آزادی کے علمبردار تھے۔ وہ اس سلسلے میں ٹھیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلے۔ انھوں نے اہل کتاب کو اپنے دین پر برقرار رہنے دیا، ان سے جزیہ وصول کیا اور ان کے عبادت خانوں سے متعلق ایک نظام وضع کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اہلِ شام کے نصاریٰ نے جو شرائط طے کی تھیں ان میں سے چند یہ ہیں:

1. ہم اپنے اس شہر میں اور اس کے اردگرد نہ تو راہبوں کے رہنے کے لیے کوئی نیا گھر بنائیں گے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی کوٹھری (کٹیا) وغیرہ بنائیں گے، اسی طرح نہ ہی کوئی نیا گرجا گھر تعمیر کریں گے اور نہ ہی کھنڈرات کی از سرنو تعمیر کریں گے۔
2. ہم نہ تو اپنے گرجا گھروں پر صلیب ظاہر کریں گے اور نہ ہی اپنی صلیبیں اور اپنی کتابیں مسلمانوں کے راستوں اور ان کے بازاروں میں ظاہر کریں گے۔
3. ہم اپنے گرجا گھروں میں ناقوس آہستہ آواز میں بجائیں گے اور اپنی کتاب کی قراءت اپنے گرجا گھروں میں بھی مسلمانوں کی موجودگی کے وقت آہستہ آواز میں کریں گے۔

[تاریخ دمشق: ۲/۱۷۸، ۱۷۹، وإسناده حسن لذاته، والثوري مدلس ولكن تابعه السري بن مصرف والوليد بن روح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کو اپنے مذہبی شعائر کے اظہار کی محدود سطح پر اجازت دے رکھی تھی۔ آپ ہمیشہ ان کے ساتھ نرم گوشہ اختیار فرماتے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جزیرۂ عرب سے یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں

کو نکال دیا تھا اور انھیں صرف تین راتوں تک مدینہ میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، تاکہ وہ مدینہ میں اپنا سامان بیچ سکیں، تین راتوں کے بعد وہ کسی بھی یہودی، نصرانی اور مجوسی کو مدینہ میں نہیں ٹھہرنے دیتے تھے اور فرماتے تھے:

« لَا يَجْتَمِعُ دِيْنَانِ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ » [كتاب الأموال للإمام حميد بن زنجويه : ١/ ٣٥٢، ح : ٣٣٠، و إسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ٤٧٢، ح : ٣٢٩٨٢۔ كتاب الأموال للقاسم بن سلام : ١/ ٢٦٥، ح : ٢٤٦]

''جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کی بد اعمالیوں، مسلمانوں کے ساتھ دھوکا اور فریب کے باوجود بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے انھیں یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنا سامان تجارت لا کر جزیرۂ عرب میں تین راتوں تک بیچ کر اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکتے ہیں اور اپنی معیشت برقرار رکھ سکتے ہیں، لیکن ان لوگوں کی فطرت ہی میں مسلمانوں کے ساتھ دھوکا دہی، بے گناہ قتل کرنا، ہر ممکن طریقے سے انھیں نقصان پہنچانا اور ان کے خلاف گھناؤنی سازشیں کرنا شامل تھا۔ سو ان کی اس خصلت بد کی وجہ سے انھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تین راتوں کے بعد نہیں ٹھہرنے دیتے تھے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ پھر سے جزیرۂ عرب میں آ کر مسلمانوں کے خلاف اندر سے سازشیں شروع کر دیں۔

نقل مکانی کا حکم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے نصرانیوں اور خیبر کے یہودیوں کو عرب کے مرکز سے عراق اور شام کی طرف نقل مکانی کرنے کا حکم جاری فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ان اقدام کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ انھوں نے ان معاہدوں اور شرائط کو توڑ دیا تھا جو انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ اس وقت ان لوگوں کے علاقے اور گھر سازش اور حیلہ سازی کے مراکز بن چکے تھے اور ضروری ہو گیا تھا کہ اس قسم کے شیطانی قلعوں کو نیست و نابود کیا جائے

اور ان کی طاقت کو ختم کیا جائے۔ تو اس سب کے باوجود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں عراق و شام کی طرف چلے جانے کا حکم دیا، انھیں قتل نہیں کیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« لَمَّا فَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَامَ عُمَرُ خَطِيبًا فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ، وَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلٰى مَالِهِ هُنَاكَ فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ، هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا، وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَ هُمْ، فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِيْ أَبِي الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَامَلَنَا عَلَى الْأَمْوَالِ وَشَرَطَ ذٰلِكَ لَنَا، فَقَالَ عُمَرُ أَظَنَنْتَ أَنِّيْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ؟ فَقَالَ كَانَتْ هٰذِهِ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي الْقَاسِمِ، قَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَ أَعْطَاهُمْ قِيْمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَإِبِلًا وَعُرُوْضًا مِنْ أَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ »

[بخاري، كتاب الشروط، باب إذا اشترط في المزارعة إذا شئت أخرجتك : ٢٧٣٠]

”جب خیبر والوں نے عبداللہ بن عمر کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کے یہودیوں سے ان کی جائداد کا معاملہ (معاہدہ) کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”جب تک اللہ تعالیٰ تمھیں قائم رکھے ہم بھی تمھیں قائم رکھیں گے۔“ (واقعہ یہ ہے کہ) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) وہاں (خیبر میں) اپنے اموال کے سلسلے میں گئے تو رات کو ان پر حملہ کیا گیا اور ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں توڑ دیے گئے،

خیبر میں ان کے سوا ہمارا اور کوئی دشمن نہیں، وہی ہمارے دشمن ہیں اور انھی پر ہمیں شبہ ہے، اس لیے میں انھیں جلا وطن کر دینا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔'' چنانچہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنو ابی حقیق (یہودی خاندان) کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! کیا آپ ہمیں جلا وطن کر دیں گے، حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں ٹھہرایا تھا اور (خیبر کے) اموال پر ہم سے صلح فرمائی اور شرط کر لی تھی (کہ یہیں رہنا)۔'' (یہ بات سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گیا ہوں؟ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے لیے فرمایا تھا): ''اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے خیبر سے نکالا جائے گا اور راتوں رات تجھے تیری اونٹنی بھگا لے جائے گی۔'' اس نے کہا: ''یہ تو ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محض مذاق کیا تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں جلا وطن کر دیا اور پھلوں کی پیداوار میں ان کا جو حصہ تھا اس کی قیمت انھیں کچھ نقدی کی صورت میں، کچھ ساز و سامان کی صورت میں اور کچھ اونٹنیوں کی صورت میں ادا کر دی۔''

امن عامہ اور ملکیت کی آزادی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سب لوگوں کو امن عامہ اور ملکیت کی آزادی کا حق فراہم کیا۔ انھوں نے خود راتوں کو جاگ کر لوگوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور عوام کو ہر قسم کی دست درازی سے محفوظ کر دیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے:

« أَلَا وَإِنِّي وَاللّٰهِ! مَا أَبْعَثُ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ وَيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، وَلٰكِنِّي أَبْعَثُهُمْ لِيُعَلِّمُوكُمْ دِينَكُمْ وَسُنَنَكُمْ، وَيَعْدِلُوا بَيْنَكُمْ وَيَقْسِمُوا فِيكُمْ فَيْئَكُمْ، أَلَا مَنْ فُعِلَ بِهِ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ، وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ! لَأُقِصَّنَّهُ مِنْهُ » [مستدرك حاكم:

٤/ ٤٣٩، ح : ٨٣٥٦- الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢١٢، ٢١٣، وإسناده حسن لذاته- المنتقى لابن الجارود، ح : ٨٤٤- مسند أحمد : ١/ ٤١، ح : ٢٨٦- أبوداؤد : ٤٥٣٧]

''سن لو، اللہ کی قسم! میں نے اپنے عمال (حکومتی نمائندے) اس لیے تمھاری طرف نہیں بھیجے کہ وہ تمھارے جسموں کو ماریں اور تم سے تمھارے مال چھین لیں، بلکہ میں نے تو انھیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ تمھیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سکھائیں اور تمھارے درمیان انصاف کریں اور تم میں خراج (صدقہ) تقسیم کریں۔ اگر کسی پر کوئی ظلم کیا گیا ہے تو وہ مجھے آگاہ کرے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے! میں ضرور اس سے قصاص لوں گا۔''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر بھیجا تو ان کے نام ایک حکم نامہ تحریر کیا:

« وَاجْعَلْ لِلْمُدَّعِي أَمَدًا يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَإِنْ أَحْضَرَ بَيِّنَتَهُ وَإِلَّا وَجَّهْتَ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَجْلٰى لِلْعَمٰى وَأَبْلَغُ فِي الْعُذْرِ » [سنن الدارقطني : ٤/ ٢٠٦، ح : ٤٤٢٦، وإسناده صحيح إلى سعيد بن أبي بردة وهو يروي هذا الكتاب من طريق الوجادة الصحيحة- السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/ ١٥٠، ح : ٢١٣٢٧- تاريخ المدينة المنورة للنميري : ٢/ ٧٧٥]

''(اے ابوموسیٰ!) کسی بھی مدعی کو ثبوت فراہم کرنے کے لیے کچھ مہلت دو، اگر وہ ثبوت فراہم کر دے (تو اس کے حق میں فیصلہ دے دو) ورنہ اس کے خلاف اپنا فیصلہ کر دو، کیونکہ یہ طریقہ اندھیرے کو ختم کرنے کے لیے سب سے زیادہ روشن اور عذر ختم کرنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ بلیغ ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملکیت کی بھی آزادی تھی، لیکن ملکیت کا اطلاق حدود شریعت سے تجاوز نہ کرنے کی شرط پر ہوتا تھا اور عوام الناس کی مصلحت کو بھی پیش نظر رکھا

جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے کہا:

« إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُقْطِعْكَ لِتَحْجُرَهُ عَنِ النَّاسِ، إِنَّمَا أَقْطَعَكَ لِتَعْمَلَ، فَخُذْ مِنْهَا مَا قَدَرْتَ عَلَى عِمَارَتِهِ، وَرُدَّ الْبَاقِيَ » [كتاب الأموال للإمام ابن زنجويه: ٢/٣٩٧، ح:٨٣٢، و إسناده حسن لذاته۔ كتاب الأموال للقاسم بن سلام أبي عبيدة: ٢/١٦٨، ح: ٦١٢۔ مستدرك حاكم: ١/٤٠٤، ح: ١٤٧٨۔ تاريخ دمشق: ١٠/٤٢٦، ت: ٩٧٣۔ الحارث بن بلال بن الحارث صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه ابن الجارود (٣٧١) والحاكم والذهبي (١/ ٤٠٤، ح: ١٤٧٨) بتصحيح حديثه]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ زمین اس لیے عطا نہیں کی تھی کہ آپ اسے لوگوں سے روک کر رکھیں، بلکہ اس لیے دی تھی کہ آپ اسے آباد کریں۔ (سنو!) اب بھی جس قدر آپ اسے آباد رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اتنی زمین رکھ لیں اور باقی واپس کر دیں (تاکہ باقی مسلمانوں میں اسے تقسیم کیا جائے)۔''

آزادیٔ فکر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ تمام معاملات عامۃ الناس کے سامنے رکھتے تھے اور انھیں بلا کسی روک ٹوک اپنی رائے پیش کرنے کا موقع فراہم کرتے تھے، یہاں تک کہ اجتہادی مسائل میں بھی انھیں اظہار رائے کا موقع دیتے تھے۔ سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک انھوں نے کسی کی زوردار چیخ سنی تو (اپنے غلام یرفا سے) کہا: « يَا يَرْفَأُ! انْظُرْ مَا هٰذَا الصَّوْتَ » ''اے یرفا! دیکھو یہ کس کی آواز ہے (کون رو رہا ہے)؟'' اس نے جا کر دیکھا تو آکر بتایا: ''اہل قریش میں سے کسی کی بچی رو رہی ہے، کیونکہ اس کی ماں کو (جو لونڈی ہے) بیچا جا رہا

ہے۔‘‘ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« أُدْعُ لِيْ أَوْ قَالَ عَلَيَّ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ »

’’(تمام) مہاجرین وانصار صحابہ کو میرے پاس بلاؤ۔‘‘

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ (ان کا) گھر اور حجرہ صحابہ سے بھر گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

« فَهَلْ تَعْلَمُوْنَهُ كَانَ مِمَّا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَطِيْعَةُ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَإِنَّهَا قَدْ أَصْبَحَتْ فِيْكُمْ فَاشِيَةً، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴾ [محمد : ٢٢] ثُمَّ قَالَ وَأَيُّ قَطِيْعَةٍ أَقْطَعُ مِنْ أَنْ تُبَاعَ أُمُّ امْرِئٍ فِيْكُمْ، وَقَدْ أَوْسَعَ اللّٰهُ لَكُمْ؟ قَالُوْا فَاصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ، قَالَ فَكَتَبَ فِي الْآفَاقِ أَنْ لَّا تُبَاعَ أُمُّ حُرٍّ، فَإِنَّهَا قَطِيْعَةٌ، وَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ » [مستدرك حاكم: ٢/ ٤٥٨، ح: ٣٧٠٨، و إسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٥/ ٥٧٢، ح : ٢٣٩٧- إبراهيم بن حرب هو أخو سماك بن حرب وهو صدوق حسن الحديث، ذكره ابن حبان في الثقات (٤/ ١٠)، وثقه الحاكم والذهبي بتصحيح حديثه]

’’کیا تم میں سے کوئی یہ بات جانتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ داری توڑنے آئے تھے؟‘‘ سب نے کہا: ’’نہیں۔‘‘ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اب تم لوگوں کی موجودگی میں قطع رحمی کی وبا پھیل رہی ہے۔‘‘ پھر انھوں نے قرآن کی آیت تلاوت کی: ’’پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔‘‘ پھر فرمایا: ’’اس سے زیادہ بڑی قطع رحمی اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج تم میں سے کسی (آزاد) آدمی کی ماں کو بیچا جا رہا ہے، جبکہ اب اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال میں کشادگی بھی دی ہے؟‘‘ مہاجرین و انصار صحابہ نے کہا: ’’(اس

مسئلہ میں) جو بات آپ کو بہتر لگے وہ جاری فرما دیں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (سلطنت کے) تمام لوگوں کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ (آج کے بعد) کسی بھی آزاد آدمی کی ماں کو نہ بیچا جائے، کیونکہ یہ قطع رحمی ہے اور یہ کسی صورت حلال نہیں۔''

اس روایت میں محل استدلال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ ہے: ''میرے پاس تمام مہاجرین وانصار صحابہ کو بلاؤ۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے رائے اور مشورہ بھی لیا تھا۔

بیت المال سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حصہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے تو کچھ مدت تک انھوں نے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیا، یہاں تک کہ فاقے کی نوبت آ گئی۔

احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چند آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے، ان کے پاس سے ایک لونڈی گزری تو انھوں نے کہا: ''یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے۔'' اس لونڈی نے کہا: ''میں (ان کے لیے) حلال نہیں ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ کے مال (بیت المال) میں سے ہوں۔'' تو جب یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا:

« أَتَدْرُونَ مَا لِعُمَرَ مِنْ مَالِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ حُلَّتَاهُ حُلَّةُ شِتَائِهِ وَقَيْظِهِ، وَمَطِيَّتُهُ الَّتِي يَتَبَلَّغُ عَلَيْهَا لِحَجِّهِ وَعُمْرَتِهِ، وَقُوتُهُ كَقُوتِ رَجُلٍ، قَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا أَدْرِي، قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ، أَوْ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، لَيْسَ بِأَرْفَعِهِمْ وَلَا بِأَخَسِّهِمْ » [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ١/ ٤٠٥، ح: ٦٢٤۔ الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٠٨، ٢٠٩، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/ ٣٨، ح: ١٣٢٨٦۔ كتاب الأموال للقاسم: ٢/ ١٢١، ح: ٥٦٨۔ كتاب الأموال لابن زنجويه: ٢/ ٣٣٠، ح: ٧٦٨]

''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے مال میں سے عمر کے لیے کیا حلال ہے؟ (نہیں، تو سنو!) دو کپڑوں کے جوڑے، ایک سردیوں کے لیے اور ایک گرمیوں کے لیے

اور ایک عدد سواری جس پر سوار ہو کر میں حج و عمرہ کر سکوں اور اس کا (خلیفہ کا) کھانا ایک عام آدمی کے کھانے کی طرح ہے۔'' ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نہیں جانتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک آدمی کا کہا تھا یا مہاجرین کے جو نہ تو زیادہ امیر ہو اور نہ ہی زیادہ غریب۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے بیٹے عاصم سے فرمایا:

« وَاللّٰهِ! مَا كُنْتُ أَرَى هٰذَا الْمَالَ يَحِلُّ لِي مِنْ قَبْلِ أَنْ أَلِيَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَمَا كَانَ قَطُّ أَحْرَمُ عَلَيَّ مِنْهُ إِذْ وَلِيتُهُ » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢١٠، ح: ٣٨٠٨، وإسناده صحيح۔ كتاب الورع لابن أبي الدنيا، ح: ١٨٨۔ موسوعة لابن أبي الدنيا: ١/ ٢٢٩، ح: ١٨٨]

''اللہ کی قسم! میں اپنے لیے اس مال کو خلیفہ بننے سے پہلے صرف اس قدر ہی حلال جانتا تھا جتنا کہ اسلام نے حلال کیا ہے اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اس وقت سے بیت المال کے مال کو اپنے لیے سب سے زیادہ حرام سمجھتا ہوں۔''

یاد رہے! سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا نظام اپنے ذاتی مال سے چلاتے تھے، اپنی گھریلو ضروریات کے لیے بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے، چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو وہ اور ان کے گھر والے اپنے ذاتی مال سے گزر بسر کرتے تھے، کیونکہ وہ خود تجارت کیا کرتے تھے۔'' [كتاب الأموال للإمام حميد ابن مخلد بن زنجويه: ٢/ ٣٣٤، ح: ٧٦٣، وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١٠/ ٣٦، ٣٧، ح: ١٣٢٨٣، وإسناده صحيح۔ تاريخ المدينة المنورة للنميرى: ٢/ ٦٩٥]

ربیع بن زیاد حارثی راوی ہیں کہ وہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی حالت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے، ربیع نے عرض کیا:

« يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِطَعَامٍ لَيِّنٍ، وَمَرْكَبٍ لَيِّنٍ، وَمَلْبَسٍ لَيِّنٍ لَأَنْتَ، فَرَفَعَ عُمَرُ جَرِيدَةً مَعَهُ فَضَرَبَ بِهَا رَأْسَهُ، وَقَالَ

أَمَا وَاللّٰهِ! مَا أُرَاكَ أَرَدتَ بِهَا اللّٰهَ، وَمَا أَرَدتَ بِهَا إِلَّا مُقَارَبَتِيْ، إِنْ كُنْتُ لَأَحْسِبُ أَنَّ فِيكَ، وَيْحَكَ، هَلْ تَدْرِي مَا مَثَلِي وَمَثَلُ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ وَمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُهُمْ؟ قَالَ مِثْلُ قَوْمٍ سَافَرُوا فَدَفَعُوا نَفَقَاتِهِمْ إِلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَقَالُوا لَهُ أَنْفِقْ عَلَيْنَا فَهَلْ يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَسْتَأْثِرَ مِنْهَا بِشَيْءٍ؟ قَالَ لَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ فَكَذٰلِكَ مَثَلِي وَمَثَلُهُمْ» [الطبقات الكبرى لابن سعد : ٢١٢/٣، ٢١٣، ح: ٣٨١٩ وإسناده حسن لذاته۔ أنساب الأشراف للبلاذري : ٣٩٦/٣]

”اے امیر المومنین! عمدہ کھانے، عمدہ سواری اور عمدہ لباس کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹہنی پکڑی اور ربیع کے سر پر ماری، پھر فرمایا: ”اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو نے یہ بات میرا قرب حاصل کرنے کے لیے کہی ہے، اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہیں کی، میں تو تجھے اچھا انسان سمجھتا تھا۔ تو ہلاک ہو، کیا تو جانتا نہیں کہ رعایا کے ساتھ میری مثال کیسی ہے؟ ربیع نے عرض کیا: ”آپ ہی فرمایئے آپ کی اور رعایا کی مثال کیسی ہے؟“ فرمایا: ”میری اور ان کی مثال ایسے مسافروں کی سی ہے جو سب اپنے اخراجات اپنے میں سے ایک آدمی کے حوالے کر دیں اور اسے کہہ دیں کہ تو ان اخراجات کو سب کے لیے عمل میں لا۔ اب تو بتا، کیا اس کے لیے زیبا ہے کہ وہ اس میں سے کچھ اپنے لیے مخصوص کر لے؟“ ربیع نے کہا: ”نہیں!“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بس میری اور سب مسلمانوں کی یہی مثال ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیت المال سے بقدر ضرورت مال لیتے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی مال سے تجارت کرتے تھے اور خود بھی اور ان کے گھر والے بھی اسی کمائی سے کھاتے

تھے۔ ان روایات میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ جب کبھی حالات بہت نازک ہو جاتے تو پھر بیت المال سے بقدر ضرورت اپنا حصہ لے لیتے اور جب حالات سازگار ہوتے تو اپنی تجارت سے اپنا گزر بسر کرتے اور بیت المال سے کچھ نہ لیتے۔ [دیکھیے الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٠٨، ٢٠٩ وإسناده صحيح۔ كتاب الأموال للقاسم بن سلّام : ٢/ ١٢١، ح : ٥٦٨۔ فضائل الصحابة للإمام أحمد ابن حنبل: ١/ ٤٠٥، ح: ٦٢٤۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/ ٣٨، ح: ١٣٢٨٦۔ تاريخ دمشق : ٤٤/ ٣٢٩]

ہجری سال کا آغاز

اسلامی تقویم کی ابتدا ہجرتِ مدینہ سے ہوئی۔ یہ ایسی ترقی تھی جسے اسلامی تہذیب میں بڑی عظیم الشان اور منفرد اہمیت حاصل ہوئی۔ سب سے پہلے جس ہستی نے ہجری سال کا آغاز کیا وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ ہجری سال کی ابتدا کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ التَّارِيخُ فِي السَّنَةِ الَّتِي قَدِمَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَفِيهَا وُلِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ » [التاريخ الصغير: ١/ ٤١، ٤٢، وإسناده حسن لذاته- التاريخ الكبير: ١/ ٩، وإسناده حسن لذاته- تاريخ طبري: ٤٢٧- المعجم الكبير للطبراني: ١١/ ٨٥، ح: ١١١٨٢- مستدرك حاكم: ٣/ ١٢، ١٣، ح: ٤٢٨٦- تاريخ دمشق: ١/ ٣٨]

"(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عہد فاروقی میں) تاریخ لکھنے کی ابتدا اس سال سے کی جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اسی (ہجرت والے) سال سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے۔"

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے (واقعات کو) یاد رکھنے میں غلطی کی (تو تاریخ مدون کرنے کی ضرورت پیش آئی) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلامی تاریخ کی ابتدا نہ تو اس دن سے کی جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور نہ ہی اس دن سے جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، بلکہ انھوں نے اسلامی تاریخ کی ابتدا اس دن سے کی جس دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ [تاریخ دمشق: ۱/ ۴۰، ۴۳، وإسناده حسن لذاته۔ التاريخ الصغير للبخاري: ۱/ ۴۱، و إسناده صحيح۔ بخاري: ۳۹۳۴۔ مستدرك حاكم: ۳/ ۱۲، ح: ۴۲۸۵]

مشہور تابعی میمون بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اقرار نامہ پیش کیا گیا جو ماہ شعبان میں طے پایا تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَيُّ شَعْبَانَ هٰذَا؟ اَلَّذِيْ مَضٰى أَوِ الَّذِيْ هُوَ آتٍ أَوِ الَّذِيْ نَحْنُ فِيْهِ))

''کون سا شعبان؟ جو گزر گیا یا آئندہ آنے والا یا جو اس وقت جاری ہے؟''

پھر انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا: ((ضَعُوْا لِلنَّاسِ شَيْئًا يَعْرِفُوْنَهٗ))

''لوگوں کے لیے کوئی ایسی علامت مقرر کرو جسے سب جانتے ہوں۔'' تو ایک صحابی نے مشورہ دیا: ''ہم رومیوں کی تاریخ پر اپنی تاریخ لکھیں تو ٹھیک رہے گا۔'' لیکن اس کی رائے کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ ان کی تقویم بہت پرانی ہے، وہ تو ذوالقرنین سے شروع ہوتی ہے۔ دوسرے شخص نے مشورہ دیا: ''ہم اہل فارس کا طریقہ استعمال کر لیں۔'' یہ سن کر سب نے کہا: ''ان لوگوں میں آنے والا ہر بادشاہ پہلے بادشاہ کی تقویم ختم کر دیتا ہے۔'' بالآخر انھوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ دیکھا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کتنا عرصہ رہے۔ جب شمار کیا گیا تو دس سال بنے۔ لہٰذا اسلامی تقویم کی ابتدا ہجرت نبوی سے کی گئی۔'' [تاریخ دمشق: ۱/ ۴۰، ۴۱، وإسناده حسن لذاته، فرات بن سلمان صدوق حسن الحديث قال أبوحاتم الرازي فيه لا بأس به، محله الصدق، صالح الحديث۔ كتاب الجرح والتعديل: ۷/ ۱۰۶، ت: ۴۵۴]

عثمان بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے سنا، انھوں نے فرمایا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا اور ان سے دریافت فرمایا:

((مِنْ أَيِّ يَوْمٍ يُكْتَبُ التَّارِيْخُ ؟))

''(تقویم) کی ابتدا کس دن سے کی جائے؟''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور شرک کی زمین چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ فوراً قبول فرمالیا۔[التاريخ الكبير للبخاري: ٩/١ وإسناده حسن لذاته إلى سعيد بن المسيب۔ تاريخ طبري: ٤٧٦/٢۔ تاريخ دمشق: ٤٤/١۔ مستدرك حاكم: ١٣/٤، ح: ٤٢٨٧، وقال هذا حديث صحيح الإسناد ووافقه الذهبي]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قرآن کریم سے نہایت گہرے لگاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور اس کائنات میں غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ دنیا آزمائش کا گھر اور آخرت کی کھیتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دنیا کی تمام رنگینیوں، اس کی زیب و زینت اور چمک دمک کو ہیچ اور ناقابل توجہ سمجھتے تھے۔ وہ دنیا کی ہر طرح کی دل فریبیوں سے آزاد ہو کر اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے اپنے رب کے کامل اطاعت گزار بن کر اس کے آگے جھکے۔ وہ زہد اور عاجزی کے پیکر تھے۔ ثقہ تابعی عبید بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، وَإِنَّ بَيْنَ كَتِفَيْهِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رُقْعَةً بَعْضُهَا مِنْ أَدَمٍ » [أخبار مكة للفاكهي : ١٩٣/٧، ح : ٢٦٠٦، وإسناده صحيح۔ الطبقات لابن سعد : ٢٥٠/٣]

”میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمرہ پر کنکریاں مار رہے تھے اور ان کے (لباس میں) دونوں کندھوں کے درمیانی حصے میں بارہ (۱۲) پیوند لگے ہوئے تھے اور بعض پیوند چمڑے کے تھے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو، جب وہ امیر المومنین تھے، اس حال میں دیکھا کہ ان کی قمیص پر دونوں کندھوں کے درمیانی حصے میں تین پیوند اوپر نیچے پے در پے لگے ہوئے تھے۔“ [الطبقات لابن سعد: ٢٤٩/٣، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٣٠٣/٤٤]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے (دیکھا کہ) ان کی قمیص کے پچھلے حصے پر چار پیوند لگے ہوئے تھے۔'' [الطبقات لابن سعد:٣/ ٢٤٩، وإسناده صحيح]

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« صَحِبْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فِي الْحَجِّ ثُمَّ رَجَعْنَا فَمَا ضَرَبَ فُسْطَاطًا وَلَا كَانَ لَهُ بِنَاءٌ يَسْتَظِلُّ بِهِ، إِنَّمَا كَانَ يُلْقِي نِطْعًا أَوْ كِسَاءً عَلَى الشَّجَرَةِ فَيَسْتَظِلُّ تَحْتَهُ » [الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢١١۔ أنساب الأشراف للبلاذري : ٣/ ٣٩٥، وإسناده صحيح۔ كتاب الزهد لأبي داوٗد: ١/ ٧١، ح: ٦٧۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٠٥، وإسناده حسن لذاته]

''میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کی غرض سے مدینہ سے مکہ کی طرف نکلا، پھر واپس لوٹا، تو سارے راستے میں کہیں بھی ان کے لیے نہ خصوصی طور پر علیحدہ کوئی خیمہ لگایا گیا اور نہ ہی بالوں سے بنا کوئی چھوٹا سا گھر بنایا گیا، وہ اپنی چادر یا چمڑے کا ایک بچھونا درخت پر ڈالتے اور اسی کے سائے میں آرام فرما لیتے تھے۔''

یہ تھے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو مشرق سے مغرب تک کے فرماں روا تھے۔ ذمہ داری کا احساس اس قدر تھا کہ اپنی رعایا کی ہر آن خبر گیری فرماتے تھے اور سادگی اتنی تھی کہ زمین پر بیٹھ جاتے اور ان کے نیچے صرف ایک معمولی چادر ہوتی تھی۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپ رعایا میں سے کوئی عام سے آدمی ہیں، امیر المومنین نہیں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَا وَاللّٰهِ! مَا كَانَ بِأَقْدَمِنَا إِسْلَامًا وَلٰكِنْ قَدْ عَرَفْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ فَضَلَنَا، كَانَ أَزْهَدَنَا فِي الدُّنْيَا، يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ١١٥، ح : ٣٤٤٤٩، و إسناده حسن لذاته ۔ تاريخ دمشق :

[٤٤ / ٢٨٧
"اللہ کی قسم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام میں ہم سے مقدم نہ تھے، لیکن میں جانتا ہوں کہ جس چیز نے انھیں ہم پر فضیلت دی وہ ان کی دنیا سے بے رغبتی ہے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پرہیز گاری

ثقہ تابعی معدان بن ابی طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس (بطور مالِ فے) کپڑے اور اشیائے خور و نوش آئیں تو انھوں نے وہ (تمام) چیزیں لوگوں میں تقسیم کر دیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

« اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَرْزَأْ مِنْهُمْ، وَلَمْ أَسْتَأْثِرْ عَلَيْهِمْ، إِلَّا أَنِّي أَضَعُ يَدِي مَعَ أَيْدِيهِمْ فِي جَفْنَةِ الْعَامَّةِ، وَقَدْ خِفْتُ أَنْ تَجْعَلَهُ نَارًا فِي بَطْنِ عُمَرَ »

"اے اللہ! یقیناً تو جانتا ہے کہ میں مسلمانوں (کے مال فے) میں کوئی کمی نہیں کرتا اور نہ ہی میں اپنے آپ کو ان پر فوقیت دیتا ہوں، بلکہ میں بھی اپنا کھانا لے کر ان سب کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں اور بلاشبہ میں (اس بات سے) بہت ڈرتا ہوں کہ کہیں تو اس (کھانے) کو آگ بنا کر عمر کے پیٹ میں نہ ڈال دے۔"

معدان کہتے ہیں:

« ثُمَّ لَمْ أَبْرَحْ حَتّٰى رَأَيْتُهُ اتَّخَذَ صَحْفَةً مِنْ خَالِصِ مَالِهِ فَجَعَلَهَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَفْنَةِ الْعَامَّةِ » [كتاب الأموال لابن زنجويه : ٢ / ٢٧٧، ح : ٧١٩، وإسناده صحيح]

"پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مال سے (کھانے کا) ایک پیالہ پکڑا اور اسے اپنے اور دوسرے عام لوگوں کے درمیان رکھ دیا۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بے داغ زندگی اور پرہیز گاری کی عمدہ ترین مثال تھے۔ سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ بیت المال کا کھانا کھانے کے پوری طرح مجاز تھے، لیکن باوجود اس سب کے انھوں نے ہمیشہ خود کو بیت المال یا عام مسلمانوں کے کھانے سے دور رکھا۔ ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ خوفِ الٰہی کی وجہ سے وہ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ والی چیز سے بھی اپنے آپ کو بچا کر رکھتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عجز و انکسار

سنان بن سلمہ الهذلی بیان کرتے ہیں: ''میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ابھی بچہ تھا اور ایک دن میں بچوں کے ساتھ کچی کھجوریں لینے نکلا تو اچانک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آگئے۔ انھوں نے ہمیں ڈانٹا تو سارے بچے بھاگ گئے، لیکن میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ میں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! یہ وہ کھجوریں ہیں جو ہوا کے جھونکے سے نیچے گری ہیں۔'' انھوں نے کہا: ''مجھے دکھاؤ۔'' میں نے انھیں دکھائیں تو انھوں نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا۔'' میں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! آپ ان بچوں کو دیکھ رہے ہیں، اگر میں (اکیلا) گیا تو وہ مجھ سے کھجوریں چھین لیں گے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجھے میرے گھر تک چھوڑنے آئے۔''

[مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ٣/ ٢٥٠ ، ح: ٣٨٩، وإسناده صحيح۔ كتاب العيال لابن أبي الدنيا: ٢٤٩۔ موسوعة ابن أبي الدنيا: ٨/ ٦٤، ح : ٢٤٩۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٤/ ٣٠٠، ح: ٢٠٣٠٠۔ الطبقات لابن سعد: ٧/ ٨٩، ت: ٢٩٩٨]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک باغ میں داخل ہوگئے، اب میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور میں نے سنا کہ وہ باغ کے درمیان میں (کھڑے) اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے:

« عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! بَخٍ بَخٍ، وَاللّٰهِ! لَتَتَّقِيَنَّ اللّٰهَ أَوْ لَيُعَذِّبَنَّكَ » [موطأ إمام مالك، كتاب الكلام ، باب ما جاء في التقى: ٢٤، وإسناده صحيح۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم : ١/ ٥٠، ح : ١٩٢۔ تاريخ دمشق :

٣١٠/٤٤۔ الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢٢١، ٢٢٢]

''اے عمر بن خطاب، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! تو اللہ سے ضرور ڈر، ورنہ اللہ تجھے ضرور عذاب میں مبتلا کر دے گا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بردباری

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ اپنے بھتیجے حُر بن قیس رحمہ اللہ کے پاس آئے۔ حُر بن قیس رحمہ اللہ ان چند خاص لوگوں میں سے تھے جنھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہت قریب رکھتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے افراد چاہے بوڑھے ہوں یا جوان، سب قاریٔ قرآن ہوتے تھے۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: ''اے میرے بھتیجے! آپ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل ہے، لہٰذا مجھے بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضری کی اجازت لے دو۔'' انھوں نے کہا: ''میں آپ کے لیے ان سے اجازت لوں گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''حُر بن قیس نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔'' جب عیینہ بن حصن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو کہنے لگا: ''اے خطاب کے بیٹے! اللہ کی قسم! آپ ہمیں نہ کوئی عطیہ دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کرتے ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے (اور آگے بڑھے، ممکن تھا کہ عیینہ کو مارتے لیکن) حُر بن قیس نے فوراً عرض کیا: ''اے امیر المومنین! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

''(اے نبی!) درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔''

اور یہ جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! جب حر بن قیس نے قرآن مجید کی تلاوت کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہیں رک گئے اور واقعی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کا حکم سن کر فوراً گردن جھکا دینے والے تھے۔'' [بخاري، کتاب التفسیر، باب: ﴿خذ العفو وأمر بالعرف......﴾: ٤٦٤٢۔

تاریخ دمشق : ٤٤/ ٣١٠، ٣١١]

جیسے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا کلام سنا تو ان کا غصہ کافور ہو گیا اور انھوں نے عیینہ ابن حصن کو معاف فرما دیا، جس نے ان کی سیرت کو بخل اور دین کو ظلم کے ساتھ متہم کیا تھا۔ یہ وہ کردار تھا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا خاصہ تھا، ہم میں سے کون ایسا شخص ہوگا جو اپنے غصے پر اس قدر قابو رکھنے والا اور آیات الٰہیہ کا فرماں بردار ہو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے علاقہ جابیہ میں ایک یادگار خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں اموال کی تقسیم کے علاوہ اور بہت سے امور زیر بحث آئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَإِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكُمْ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، إِنِّي أَمَرْتُهُ أَنْ يَحْبِسَ هٰذَا الْمَالَ عَلٰى ضَعَفَةِ الْمُهَاجِرِينَ، فَأَعْطَاهُ ذَا الْبَأْسِ، وَذَا الشَّرَفِ، وَذَا اللِّسَانَةِ، فَنَزَعْتُهُ، وَأَمَّرْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ »

''میں تم لوگوں کے سامنے خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ اس مال کو کمزور مہاجرین میں تقسیم کرے لیکن اس نے تنگ دست لوگوں کے ساتھ ساتھ بہت سے مال دار، سردار اور زبان دراز لوگوں کو بھی مال دیا، تو میں نے (اسے معزول کر کے) ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کو (ان کی جگہ) عامل مقرر کر دیا ہے۔''

ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! اے عمر بن خطاب! ہم مطمئن نہیں ہوئے، کیونکہ آپ نے ایک ایسے عامل کو معزول کر دیا ہے جسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل مقرر فرمایا تھا اور آپ نے ایک ایسی تلوار کو نیام میں ڈال دیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا اور آپ نے اس جھنڈے کو گرا دیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصب کیا تھا اور آپ نے قطع رحمی کی اور اپنے چچا زاد سے حسد کیا۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنَّكَ قَرِيبُ الْقَرَابَةِ، حَدِيثُ السِّنِّ، مُغْضَبٌ مِنَ ابْنِ عَمِّكَ » [مسند

أحمد : ٣/ ٤٧٥، ٤٧٦، ح: ١٥٩١١، و إسناده صحيح۔ السنن الكبرى للنسائي: ٥/ ٧٧، ح: ٨٢٨٣۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم: ١/ ٢١٣، ح: ٧٣٤۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٢/٢٩٩، ح: ٧٦١۔ تاريخ دمشق: ١٦/٢٦٤۔ الاستيعاب لابن عبد البر: ٢/ ٤٤٢، ت: ٣١١٦]

”تو خالد کا قریبی رشتہ دار ہے، کم عمر ہے اور اپنے چچا زاد کے بارے میں غضب ناک ہو رہا ہے۔“

خاندان کے مالی امور میں احتیاط برتنا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی ازواج، اولاد اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے تصرفات پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے اہلِ خانہ کو اس سے امتیازی حیثیت نہ حاصل ہو جائے۔

بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''میں نے ایک اونٹ خریدا اور اسے عامۃ الناس کی طرح بڑی چراگاہ میں چراتا رہا۔ جب میرا اونٹ فربہ ہو گیا تو میں اسے بازار لے آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بازار آئے اور انھوں نے موٹا تازہ اونٹ دیکھا تو دریافت فرمایا: ''یہ کس کا اونٹ ہے؟'' جواب ملا: ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا۔'' تعجب سے فرمایا: ''اے عبداللہ بن عمر! اے امیر المومنین کے بیٹے! یہ اونٹ کہاں سے آیا؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے اسے خریدا، پھر میں نے اسے عوامی چراگاہ میں چھوڑ دیا اور عام لوگوں کی طرح میرا ارادہ بھی اس سے نفع حاصل کرنے کا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر لوگوں نے (تیری رعایت کرتے ہوئے) کہا ہوگا:

«ارْعَوْا إِبِلَ ابْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، اِسْقُوا إِبِلَ ابْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، يَا عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ! اغْدُ عَلَى رَأْسِ مَالِكَ وَاجْعَلْ بَاقِيَةً فِي بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ»

[السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ١٠٠، ح: ١٢٠٣١، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٢٦، يونس بن أبي يعفور صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر

علیہ وثقہ الجمہور]

''امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ کو چرنے دو، امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ کو پانی پلاؤ۔ اے عبداللہ بن عمر! اسے بیچ کر اپنی اصل قیمت پاس رکھو اور باقی رقم بیت المال میں جمع کرواؤ۔''

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے بیع سلف

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عبداللہ بن عمر اور عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم عراق جانے والے ایک لشکر میں شامل ہوئے۔ واپسی پر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان دنوں بصریٰ کے گورنر تھے، انھوں نے ان دونوں کو خوش آمدید کہا اور ان کی خوب خدمت کی اور کہا: ''اگر میرے پاس تمھیں نفع پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو ضرور پہنچاتا، پھر فرمایا: ''ہاں، کیوں نہیں! ایک ذریعہ ہے کہ بیت المال کی کچھ رقم ہے جو میں امیر المومنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، اس بارے میں میں تمھارے ساتھ بیع سلف کرسکتا ہوں۔ تم اس رقم کے عوض عراقی سامان خریدلو اور مدینہ جا کر بیچ دینا اور اصل مال امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر دینا اور نفع خود رکھ لینا۔'' انھوں نے کہا کہ ہم اس سے خوش ہوئے۔ لہٰذا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نام ایک مراسلہ تحریر فرمایا کہ وہ ان سے یہ رقم وصول کرلیں۔ جب وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوچھا: ﴿ أَكُلُّ الْجَيْشِ أَسْلَفَهُ مِثْلَ مَا أَسْلَفَكُمَا؟ ﴾ ''کیا انھوں نے تمھاری طرح سارے لشکر سے یہی رعایت برتی ہے؟'' ان دونوں نے جواب دیا: ''نہیں!'' تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿ اِبْنَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَأَسْلَفَكُمَا، أَدِّيَا الْمَالَ وَرِبْحَهُ ﴾ ''تم دونوں امیر المومنین کے بیٹے ہو، اس لیے انھوں نے تمھارے ساتھ ایسا کیا۔ (چلو) سارا مال نفع سمیت واپس کرو۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے، جبکہ عبید اللہ نے عرض کی: ''امیر المومنین! آپ کا یہ اقدام ٹھیک نہیں، کیونکہ اگر مال تلف ہو جاتا یا رقم کم

ہو جاتی تو ہم اس کے ضامن تھے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: « أَدِّيَاهُ » ''پوری رقم (مع منافع) پیش کرو۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے اور عبیداللہ نے دوبارہ پھر دفاع کیا، تو پاس بیٹھے ایک آدمی نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ اسے مضاربت کی شکل کیوں نہیں دے دیتے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « قَدْ جَعَلْتُهُ قِرَاضًا » ''(ٹھیک ہے) میں اسے مضاربت کی شکل دے دیتا ہوں۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اصل مال اور آدھا نفع لے لیا اور آدھا نفع سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ نے لے لیا۔'' [موطأ إمام مالك، كتاب القراض، باب ماجاء في القراض : ١، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ١٩، ح: ١١٨٠٩۔ شرح السنة: ٥/ ١٩٣، ح: ٢١٨٤۔ مسند الشافعي: ١/ ٢٥٢، ح: ١٢٣٥۔ تاريخ دمشق: ٣٨/ ٥٧، ت: ٤٤٧٣]

اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے پر عطیہ میں ترجیح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی مال تقسیم کرتے تو اسلام میں سبقت اور نسبت کی ترجیحات کو پیش نظر رکھتے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''میرے والد محترم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ میرے وظیفے سے زیادہ مقرر کیا تو میں نے کہا: ''میری اور اسامہ کی ہجرت ایک ہی طرح کی ہے (سو میرے اور ان کے وظیفے میں فرق کیوں ہے)؟'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنَّ أَبَاهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِيكَ، وَإِنَّهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ، وَإِنَّمَا هَاجَرَ بِكَ أَبَوَاكَ » [صحيح ابن حبان، كتاب إخباره عن مناقب الصحابة، باب ذكر محبة المصطفى ﷺ زيد بن حارثة : ٧٠٤٣، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٨/ ٧٠، ٧١۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/٢٨، ٢٩، ح: ١٣٢٧١]

”(عبداللہ!) تیرے باپ سے اسامہ کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ بھی تجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا اور تو نے اس حال میں ہجرت کی کہ تیرے ماں باپ تیرے ہمراہ تھے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ ہزار (درہم) چار چار قسطوں میں مقرر کیا اور (اپنے بیٹے) عبداللہ کا وظیفہ پینتیس سو (۳۵۰۰) (درہم) مقرر کیا۔ جب اس بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی گئی کہ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ چار ہزار (درہم) سے کم کیوں مقرر کیا ہے تو انھوں نے کہا:

« إِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ أَبَوَاهُ يَقُولُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ » [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلي المدينة: ٣٩١٢۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/ ٢٨، ح: ١٣٢٧٠]

”اس نے اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کی تھی اور ایسا شخص اس مہاجر کی طرح نہیں ہوسکتا جس نے تنہا ہجرت کی ہو۔“

ام سلیط رضی اللہ عنہا زیادہ حق دار ہے

ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں: ”ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں اور ایک عمدہ چادر بچ گئی، تو بعض لوگوں نے عرض کی: ”اے امیر المومنین! یہ چادر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ام کلثوم بنت علی کو دے دیجیے جو آپ کے نکاح میں ہیں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ بِهِ مِنْهَا، وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ » [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب حمل النساء القرب إلى الناس في الغزو: ٢٨٨١، ٤٠٧١]

"(نہیں) ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی ام کلثوم سے زیادہ مستحق ہیں۔" ام سلیط رضی اللہ عنہا ان انصاری خواتین میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "غزوۂ احد کے موقع پر وہ ہمارے لیے پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔"

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے وظائف کا تقرر

ثقہ تابعی ناشرہ بن سمی الیزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "فتح جابیہ کے دن میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

« إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي خَازِنًا لِهٰذَا الْمَالِ وَ قَاسِمًا لَهُ، ثُمَّ قَالَ بَلِ اللّٰهُ يَقْسِمُهُ، وَأَنَا بَادِئٌ بِأَهْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَشْرَفِهِمْ »

"اللہ رب العزت نے مجھے اس مال کا محافظ و نگران بنایا ہے، تا کہ میں اسے لوگوں میں تقسیم کروں۔" پھر فرمایا: "(میں کیا تقسیم کرتا اگر اللہ نہ دیتا) بلکہ حقیقی تقسیم کرنے والا تو اللہ ہی ہے، تو میں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں تقسیم کروں گا، پھر ان لوگوں میں جو (بلحاظ اسلام) سب سے زیادہ عزت و شرف والے ہیں۔"

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (سب سے پہلے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا وظیفہ مقرر کیا سوائے سیدہ جویریہ، صفیہ اور میمونہ رضی اللہ عنہن کے (شاید اس سے مراد یہ ہو کہ ان کا وظیفہ دوسروں کی نسبت کم ہوگا یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بیویاں مال دار ہوں گی)۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (یہ دیکھ کر) فرماتی ہیں:

« إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْدِلُ بَيْنَنَا، فَعَدَلَ بَيْنَهُنَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ »

"بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے درمیان عدل و انصاف کرتے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے درمیان عدل و انصاف کیا ہے۔"

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ إِنِّي بَادِئٌ بِي وَ بِأَصْحَابِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، فَإِنَّا أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا ظُلْمًا وَ عُدْوَانًا، ثُمَّ أَشْرَفِهِمْ ﴾

"اس کے بعد میں اپنے سمیت ان لوگوں کا وظیفہ مقرر کروں گا جو مہاجرین اولین ہیں، کیونکہ ہمیں ہمارے گھروں سے ظلم و ستم کرتے ہوئے نکالا گیا تھا، پھر میں ان میں سے عزت و شرف والے لوگوں کا وظیفہ مقرر کروں گا۔"

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بدر کا وظیفہ پانچ ہزار (درہم) مقرر کیا اور انصار میں سے جو معرکۂ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کا چار ہزار (درہم) اور جن لوگوں نے غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کی ان کا تین ہزار (درہم) مقرر کیا۔ پھر فرمایا:

﴿ مَنْ أَسْرَعَ فِي الْهِجْرَةِ أَسْرَعَ بِهِ الْعَطَاءُ، وَمَنْ أَبْطَأَ فِي الْهِجْرَةِ أَبْطَأَ بِهِ الْعَطَاءُ، فَلَا يَلُومَنَّ رَجُلٌ إِلَّا مُنَاخَ رَاحِلَتِهِ ﴾ [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٤٩/٦، ح: ١٢٩٩٥، و إسناده صحيح۔ مسند أحمد : ٣/ ٤٧٥، ٤٧٦، ح : ١٥٩٠٥]

"جس نے ہجرت میں جلدی کی اسے وظیفہ بھی جلدی ملے گا اور جس نے ہجرت میں دیر کی اسے وظیفہ بھی دیر سے ملے گا، اس لیے کوئی شخص کسی کو ملامت نہ کرے سوائے اپنی سواری کے۔"

اہل بیت کے ساتھ محبت وشفقت بھرا برتاؤ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ امہات المومنین کی خبر گیری کرتے رہتے تھے اور ان کے لیے وقتاً فوقتاً عطیات بھی ارسال فرماتے رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کوئی پھل یا عمدہ چیز اس وقت تک نہ کھاتے جب تک کہ اس سے امہات المومنین کا حصہ نہ نکال لیتے۔ آپ اپنی بیٹی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا حصہ آخر میں نکالتے تھے، تاکہ اگر کمی ہو تو اس میں ہو۔ وہ مطلوبہ اشیاء کو تھیلے میں ڈالتے اور امہات المومنین کی خدمت میں ارسال فرما دیتے۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الزكاة، باب جزية أهل الكتاب والمجوس: ٤٤، و إسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/ ١٤٢، ح: ١٣٥٣٩۔ كتاب الزهد لإمام أحمد، ح: ٦٠٦۔ كتاب الأموال لابن زنجويه: ١/١٦٤، ح: ١٥١۔ كتاب الأموال للقاسم: ١/ ١١٤، ح: ١٠٣۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٤٤]

امہات المومنین کی عزت وتکریم کے بارے میں خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے حصے کے سری پائے تک ہمیں بھجوا دیا کرتے تھے۔'' [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٣٠، وإسناده صحيح۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ٣/ ٤٠٨]

ازواج مطہرات کے لیے حج کے خصوصی انتظامات

ایک دفعہ ازواج مطہرات نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حج کی اجازت طلب کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، جب اصرار بڑھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی:

« فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَنَادَى

النَّاسَ عُثْمَانُ أَنْ لَّا يَدْنُوَ مِنْهُنَّ أَحَدٌ وَلَا يَنْظُرَ إِلَيْهِنَّ إِلَّا مَدَّ الْبَصَرِ وَهُنَّ فِي الْهَوَادِجِ عَلَى الْإِبِلِ، وَأَنْزَلَهُنَّ صَدْرَ الشِّعْبِ وَنَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِذَنَبِهِ فَلَمْ يَقْعُدْ إِلَيْهِنَّ أَحَدٌ ﴾ [السنن الكبرى للبيهقي: ٤/ ٣٢٦، ح: ٨٦٢١، وإسناده صحيح۔ الطبقات لابن سعد: ٨/ ١٦٩، و إسناده صحيح۔ بخاري: ١٨٦٠]

''اور عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ کوئی ان کے قریب نہ جائے اور نہ ان کی طرف کوئی دیکھے، الا یہ کہ اتنی دور سے جہاں تک نظر جاتی ہے اور وہ اونٹوں کے اوپر ہودج میں تھیں، انھوں نے اسے وادی کے شروع میں ٹھہرایا اور خود عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما وادی کے دوسرے کنارے پر ٹھہرے اور کوئی بھی ان کے پاس نہ ٹھہرا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل سے حسن سلوک

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے، آپ انھیں اپنے حقیقی بیٹوں اور رشتہ داروں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے، جیسا کہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گھر آنے کے لیے کہا، میں ان کے ہاں گیا تو دیکھا کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تخلیے میں ہیں اور (خود ان کا بیٹا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی (اجازت نہ ملنے کی وجہ سے) دروازے پر کھڑا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اندر نہیں گئے، بلکہ (اجازت نہ ملنے کی وجہ سے) واپس لوٹ گئے، انھیں واپس جاتے ہوئے دیکھ کر میں بھی واپس آ گیا۔ بعد ازاں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو فرمانے لگے: ''بیٹا! تم آئے نہیں؟'' میں نے عرض کی: ''میں حاضر ہوا تھا اور آپ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تخلیے میں تھے، میں نے آپ کے بیٹے عبداللہ کو (اجازت نہ ملنے کی وجہ سے) واپس جاتے ہوئے

دیکھا تو میں بھی واپس چلا گیا۔" تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَنْتَ أَحَقُّ بِالْإِذْنِ مِنِ ابْنِ عُمَرَ، إِنَّمَا أُنْبِتَ فِي رُؤُوسِنَا مَا هَدَى اللّٰهُ وَأَنْتُمْ)) [تاريخ المدينة النبوية للنميري: ٢/١١، ح: ١٣٥٩، وإسناده صحيح۔ تاريخ بغداد: ١/١١٤، ت: ٣، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ١٤/١٧٦]

"تو عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے زیادہ اجازت دیے جانے کا مستحق ہے۔ ہمارے سر پر جو عزت اور ہدایت کا تاج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور تم اہل بیت کی برکت ہی کی وجہ سے ہے۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مکمل ہم آہنگی اور یکجہتی پائی جاتی تھی، جو اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ [دیکھیے بخاري، كتاب المغازي، باب ذكر أم سليط: ٤٠٧١]

سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے مقدمے کی سماعت

مالک بن اوس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں دن چڑھے ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں ایک چوکی پر بیٹھے ہیں، اس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہیں تھا، آپ چمڑے کے ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا:

((يَا مَالُ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْحٍ فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ))

"اے مالک! تمھاری قوم میں سے کئی گھر والے آئے ہیں، میں نے انھیں کچھ مال دیا ہے، تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو۔"

میں نے کہا: "اچھا ہوتا، اگر آپ یہ کام کسی اور کو سونپتے۔" آپ نے فرمایا: ((خُذْهُ يَا مَالُ!)) "(نہیں) اے مالک! تم اسے قبضے میں لے لو (اور تقسیم کر دو)۔" کہتے ہیں، اتنے

میں (آپ کا دربان) یرفا آیا اور کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! سیدنا عثمان، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں، کیا انھیں اجازت ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! (آنے دو)۔'' چنانچہ آپ نے انھیں اجازت دی تو وہ سب تشریف لائے، یرفا پھر آیا اور کہنے لگا: ''سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اجازت ہے۔'' آپ نے انھیں اجازت دی، وہ اندر آئے اور سلام کے بعد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے امیر المومنین! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کیجیے۔'' وہ دونوں اس جائداد کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر کے مال سے بطور فے دی تھی۔ اس موقع پر علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سخت الفاظ کہے، (جب انھوں نے ایک دوسرے پر تنقید کی) تو حاضرین بولے: ''ہاں، امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور انھیں راحت پہنچائیے۔'' مالک بن اوس کہتے ہیں: ''میں جانتا ہوں کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات ہی نے اپنے سے پہلے یہاں اس کام کے لیے بھیجا تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

《 اِتَّئِدَا، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ؟ 》

''ٹھہرو! (پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا) میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں! کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔''

انھوں نے اس کا اقرار کیا (کہ ہاں! ایسا ہی ہے) پھر آپ رضی اللہ عنہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی سوال کیا اور انھوں نے بھی اقرار کیا، پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مالِ فے میں سے (جو بنونضیر سے

ملا تھا) آپ کو خاص طور پر عطا فرما دیا تھا، جس کے متعلق فرمایا:

﴿وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [الحشر: ٦]

''اور جو (مال) اللہ نے ان (بنونضیر) سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

پھر فرمایا: ''تو بنونضیر کا یہ مال خاص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں نظر انداز کر کے اسے اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور نہ تم پر اپنی ذات ہی کو ترجیح دی تھی، بلکہ آپ نے وہ مال تمھیں دیا اور تم پر تقسیم کر دیا، حتی کہ اس میں سے صرف یہ مال باقی رہا جس کی (پیداوار) میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال پر سال بھر خرچ کرتے تھے اور جو باقی بچ جاتا تھا اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تم (چاروں) کو قسم دیتا ہوں اس اللہ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں! کیا تمھیں یہ سب معلوم ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' پھر عباس و علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی بات قسم دے کر پوچھی اور انھوں نے بھی اس بات کا اقرار کیا، پھر فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول رہا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں اور اس مال کو انھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اسے انھی مصارف میں خرچ کرتے رہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور آپ لوگ یہیں موجود تھے۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا، جیسا کہ آپ لوگوں کو بھی اس کا اقرار ہے۔ اللہ کی قسم! وہ اپنے طرز عمل میں سچے، مخلص، صحیح

راستے پر اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اٹھا لیا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں اور اپنی امارت کے دو سال تک اس پر قابض رہا اور اسے انھی مصارف میں خرچ کرتا رہا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں بھی اپنے طرز عمل میں سچا، مخلص، صحیح راستے پر گامزن اور حق کی پیروی کرنے والا تھا۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، آپ دونوں ایک ہیں اور آپ کا معاملہ بھی ایک ہے۔ اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' پھر میں نے سوچا کہ وہ جائداد تمھارے حوالے کر دوں تو میں نے تمھیں کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ جائداد اس شرط پر تمھارے حوالے کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کیے ہوئے عہد کی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرو گے اور اس میں وہی طرز عمل اختیار کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور جیسا آغاز خلافت سے میرا ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو مجھ سے اس کے متعلق گفتگو نہ کرو۔ اس وقت تم نے کہا کہ جائداد کو ہمارے حوالے کر دو تو میں نے اسے اس شرط پر تمھارے سپرد کر دیا۔ کیا اب تم مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ طلب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، قیامت تک میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر تم ان شرائط کو پورا کرنے سے عاجز ہو تو جائداد مجھے واپس کر دو، میں خود اس کا انتظام کروں گا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير...... الخ: ٤٠٣٣۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء: ٤٩/ ١٧٥٧]

سیدنا عباس اور ان کے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما کا احترام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے آگاہ کیا اور انھیں احساس دلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کتنے محترم، متواضع اور کس قدر بلند رتبہ انسان ہیں۔ یہ نظارہ چشم فلک نے اس وقت کیا جب ''عام الرمادہ'' میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نے بارش کے لیے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے حضور دعا کروائی۔ [دیکھیے بخاري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا: ۱۰۱۰]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بڑی عمر والے بدری صحابہ کے ساتھ مجھے بھی (اپنی مجلس میں) شامل کر لیا کرتے تھے، اس پر بعض صحابہ کو اعتراض ہوا اور انھوں نے کہا: ''آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں؟ اس جیسے تو ہمارے بچے ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ » ''اس کی وجہ تم خوب جانتے ہو۔'' پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، اور ان (عمر رسیدہ بدری صحابہ) کے ساتھ بٹھا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آج مجھے اس لیے بلایا ہے کہ آپ انھیں میرے بارے میں بتا سکیں، پھر امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

« مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا نَحْمَدُ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ لِي أَكَذَاكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ!؟ فَقُلْتُ لَا، قَالَ فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ لَهُ، قَالَ: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ وَذٰلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ » [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ فسبح بحمد ربك ...... ﴾: ۴۹۷۰، ۴۲۹۴]

''اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟'' بعض نے کہا: ''فتح و نصرت کے بعد ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں اور اس سے استغفار کریں۔'' جبکہ بعض بالکل خاموش رہے،

کچھ جواب نہ دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ''اے ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''نہیں!'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی چیز بتائی ہے، فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ﴾ کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہوگئی یعنی فتح مکہ، تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے، اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کریں اور اس کی مغفرت طلب کریں کہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں بھی وہی سمجھتا ہوں جو تم سمجھتے ہو۔''

یہ واقعہ دلیل ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت کرتے تھے، اسی لیے تو وہ انھیں بدری صحابہ جیسے مشائخ کی صف میں شامل فرماتے تھے۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ حدیث میں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنی ہے، ان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ مجھے تمام صحابہ سے محبوب تھے۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها: ٨٢٦]

بحیثیت امیر المومنین معاشرتی کردار

عورتوں سے حسن سلوک

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ معاشرے کی تمام عورتوں بالخصوص بیواؤں اور ضعیف العمر عورتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے۔ انھیں ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے بچاتے، ان کے گھروں کی خبر گیری فرماتے اور جن کے خاوند جہاد کے لیے گھر سے چلے جاتے ان کی عیال داری فرماتے تھے۔ وہ بیواؤں کے حقوق ان کی دہلیز پر پہنچاتے تھے۔ ان کا مشہور مقولہ ہے:

« لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى، لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلٰى رَجُلٍ بَعْدِي أَبَدًا » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان: ۳۷۰۰۔ ابن حبان: ۶۹۱۷۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۲/ ۷۱، ۷۲، ح: ۱۶۴۴۵۔ تاريخ دمشق: ۴۴/ ۴۱۵۔ الطبقات لابن سعد: ۳/ ۲۵۶، ۲۵۷]

”اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تو میں اہل عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا کردوں گا کہ وہ میرے بعد کسی آدمی کی محتاج نہیں ہوں گی۔“

خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی حوصلہ افزائی

زید بن اسلم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ”میں ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک جوان عورت نے ملاقات کی۔ اس نے

کہا: ''اے امیر المومنین! میرے شوہر کی وفات ہوگئی ہے اور وہ چھوٹے بچے چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! اب نہ ان کے پاس بکری کے پائے ہیں کہ ان کو پکائیں، نہ کھیتی ہے اور نہ ہی دودھ کے جانور، مجھے ڈر ہے کہ وہ فاقہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں، میرا باپ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آگے جانے کے بجائے اس کے پاس رک گئے اور فرمایا: ((مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ)) ''ایسی تعلق داری کو خوش آمدید۔'' پھر (وہ گھر گئے اور) گھر میں بندھے ایک اونٹ پر دو بورے اناج کے لادے، ان میں کچھ نقدی اور کپڑے بھی رکھ دیے، پھر اس کی نکیل اس عورت کے سپرد کی اور فرمایا: ((اِقْتَادِيهِ فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ)) ''اسے لے جاؤ، یہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تمھیں پھر اس سے بہتر دے دے گا۔'' ایک آدمی نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ نے تو اسے بہت زیادہ سامان دے دیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَرَى أَبَا هٰذِهِ وَأَخَاهَا، قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ، ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ)) [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية: ٤١٦٠، ٤١٦١]

''تیری ماں تجھے گم پائے، اللہ کی قسم! میں نے اس کے باپ اور بھائی کو اس حال میں دیکھا تھا کہ انھوں نے ایک قلعے کا لمبے عرصے تک محاصرہ کیا، آخر کار اسے فتح کر لیا، پھر ہم صبح کے وقت ان دونوں کا حصہ مال غنیمت سے وصول کر رہے تھے۔''

شوہر کے بارے میں ایک خاتون کی شکایت کا ازالہ

ایک عورت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: ''اے امیر المومنین! میرے خاوند میں شر زیادہ اور بھلائی کم ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تیرا خاوند کون ہے؟'' اس نے کہا: ''ابوسلمہ۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اسے تو ہم جانتے ہیں اور اس میں

تو خیر و بھلائی ہے۔'' پھر وہاں موجود ایک آدمی سے فرمایا: ''کیا وہ ایسا نہیں؟'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! ہم بھی اسے ایسا ہی جانتے ہیں جیسا آپ نے بیان کیا۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا: ''جاؤ اور اسے میرے پاس بلا کر لاؤ۔'' جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا تو وہ عورت کھڑی ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ گئی، تو کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ دونوں آئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا تو اسے جانتا ہے جو میرے پیچھے بیٹھی ہے؟'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ کون ہے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ تیری بیوی ہے۔'' اس نے عرض کیا: ''یہ کیا کہتی ہے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس کا خیال ہے کہ تجھ میں خیر کم اور شر زیادہ ہے۔'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ غلط کہتی ہے، اس کا لباس اور خوش حالی تمام عورتوں سے زیادہ ہے، بس اس کا خاوند کم جماع کرنے والا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اس عورت سے) پوچھا: ''اب تو کیا کہتی ہے؟'' اس نے کہا: ''یہ سچ کہتا ہے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑا مارا اور فرمایا: ''اے اپنی جان کی دشمن! تو نے اس آدمی کا مال کھایا اور اس کی جوانی فنا کی، اس کے باوجود تو اس سے بغض رکھتی ہے، وہ بھی ایسی چیز کے بارے میں جو اس میں نہیں ہے۔'' اس عورت نے عرض کیا: ''(اے امیر المومنین!) جلدی نہ کیجیے (آپ مجھے اس مرتبہ معاف کر دیجیے) اللہ کی قسم! آپ مجھے آئندہ اس مجلس میں کبھی نہیں دیکھیں گے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین کپڑے منگوائے اور فرمایا: ''یہ کپڑے لے لے اس کے بدلے میں جو میں نے تیرے ساتھ کیا اور اب تو (اللہ سے ڈر اور) اس کی شکایت لگانے سے باز رہ۔'' (راوی بیان کرتا ہے کہ) گویا میں اس عورت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کھڑی ہوئی اور اس کے پاس وہ تین کپڑے ہیں۔ پھر اس کے خاوند ابوسلمہ سے کہا: ''میں نے تمھاری بیوی سے جو سلوک کیا ہے اس سے ہرگز یہ مت سمجھنا کہ تمھیں اس سے برا سلوک کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔'' ابوسلمہ کہنے لگا: ''(نہیں) میں اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کروں گا۔'' پھر میں نے سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

« خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا مِنْهُ ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ يُنْشَأُ قَوْمٌ تَسْبِقُ أَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ، يَشْهَدُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُسْتَشْهَدُوا، لَهُمْ لَغَطٌ فِي أَسْوَاقِهِمْ » [مسند أبي داوٗد الطيالسي: ١/ ٣٢ تا ٣٤، ح: ٣٢، وإسناده حسن لذاته۔ مسند البزار: ١/ ٣٧٠، ح: ٢٤٨ مختصرًا۔ المختارة للضياء المقدسي: ١/ ٣٩٢، ح: ٢٧١، ٢٧٢ مختصرًا، و حماد بن يزيد بن مسلم صدوق حسن الحديث، ذكره ابن حبان في الثقات (٦/ ٢١٩) و صحح له الضياء المقدسي (١/ ٣٩١، ٣٩٢، ح: ٢٧١، ٢٧٢) و وثقه الهيثمي في المجمع (١٠/ ١٩)]

''میری امت کا سب سے بہتر دور وہ ہے جس میں میں خود ہوں، اس کے بعد دوسرا دور (یعنی تابعین کا)، اس کے بعد تیسرا دور ہے (یعنی تبع تابعین کا زمانہ)، پھر ایسی قومیں آئیں گی جن کی قسمیں ان کی گواہی سے پہلے ہوں گی، (یعنی قسم پہلے کھائیں گے، گواہی بعد میں دیں گے) اور وہ گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور ان کے بازاروں میں شور شرابا ہوگا۔''

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی تحسین

مسلمانوں میں سے بہت سے افراد ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے کارہائے جلیلہ کے باعث امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان سے خراج تحسین حاصل کیا، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے ایک ایک آدمی کو اس کا نام لے کر پکارا (لیکن مجھے نہ بلایا) تو میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟'' انھوں نے کہا:

« بَلٰى! أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا، وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا،

وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلَا أُبَالِي إِذًا ›› [بخاري، كتاب المغازي، باب قصة وفد طيء و حديث عدي بن حاتم: ٤٣٩٤]

''کیوں نہیں! آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب لوگوں نے کفر کیا اور آپ اس وقت اسلام کے لیے آگے بڑھے جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور آپ نے اس وقت وفا کی جب لوگوں نے اسلام سے غداری کی اور آپ نے اس وقت اسلام کو (حق) جانا جب لوگ اس کا انکار کر رہے تھے۔'' یہ سن کر سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔''

اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی توقیر اور ان سے دعا کی درخواست

سیدنا اُسیر بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی یمن سے مددگار آتے (یعنی وہ لوگ جو ہر ملک سے لشکر اسلام کی مدد کے لیے جہاد کرنے کو آتے ہیں) تو وہ ان سے پوچھتے:

‹‹ أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى أَتٰى عَلٰى أُوَيْسٍ، فَقَالَ أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ لَكَ وَالِدَةٌ قَالَ نَعَمْ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ، فَاسْتَغْفِرْ لِي فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ الْكُوْفَةَ، قَالَ أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلٰى عَامِلِهَا؟ قَالَ أَكُوْنُ فِي غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ، قَالَ فَلَمَّا

كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ فَوَافَقَ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ، قَالَ تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيلَ الْمَتَاعِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ، فَأَتٰى أُوَيْسًا فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ لَقِيتَ عُمَرَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهِ)) [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أويس القرني رضي الله عنه: ٢٥٤٢/٢٢٥]

''کیا تم میں اویس بن عامر ہے؟'' یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود اویس قرنی کے پاس آئے اور پوچھا: ''کیا تم اویس بن عامر ہو؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم مراد قبیلے کی شاخ قرن سے ہو؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تمھیں برص تھا اور وہ ٹھیک ہو گیا مگر درہم برابر باقی ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تمھاری ماں ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''تمھارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی فوج کے ساتھ آئے گا، وہ قرن قبیلہ کی شاخ مراد سے ہوگا، اسے برص تھا، وہ اچھا ہو گیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ماں ہے اور وہ اس کا بڑا فرماں بردار ہے، اس کا حال یہ ہے کہ اگر اللہ کے بھروسے پر قسم اٹھا لے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کروانا۔'' لہٰذا (اے

اویس!) تم میرے لیے دعا کردو۔'' اویس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعا کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں کہا: ''تمھارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟'' انھوں نے کہا: ''کوفہ میں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تمھیں کوفہ کے حاکم کے نام ایک خط لکھ دوں؟'' انھوں نے کہا: ''مجھے خاکساروں میں رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔'' جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رؤسا میں سے ایک شخص نے حج کیا۔ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا، اس نے بتایا: ''میں نے اویس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کا گھر خستہ حال تھا اور وہ تنگ دست تھے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: ''تمھارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی فوج کے ساتھ آئے گا، وہ قرن قبیلہ کی شاخ مراد سے ہوگا، اسے برص تھا جو اب ٹھیک ہوگیا ہے، مگر درہم کے برابر ابھی بھی باقی ہے، اس کی ماں ہے اور وہ اس کا بڑا فرماں بردار ہے، اس کا یہ حال ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم اٹھا لے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے، پھر اگر تجھ سے ہوسکے تو اس سے مغفرت کی دعا کروانا۔'' وہ سردار واپس گیا تو اویس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، عرض کی: ''میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''آپ تو خود ابھی ابھی ایک مبارک سفر سے آئے ہیں (یعنی حج سے) لہٰذا آپ میرے لیے دعا کیجیے۔'' اس شخص نے (پھر) کہا: ''میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔'' اویس رضی اللہ عنہ نے (پھر وہی) فرمایا: ''آپ تو خود ابھی ابھی ایک مبارک سفر سے آئے ہیں، لہٰذا آپ میرے لیے دعا کیجیے۔'' پھر اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے (اس سے) پوچھا: ''کیا تمھاری ملاقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں!'' تو اویس رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بخشش کی دعا کی۔ اب عام لوگوں کو ان کے مقام و منزلت کا علم ہوا، تو اویس رضی اللہ عنہ وہاں سے سیدھے (کہیں) چل دیے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دِلی آرزو

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''تم سب اپنی اپنی آرزو بیان کرو۔'' کسی نے کہا: ''میری خواہش ہے کہ ساری دنیا سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر دوں اور لوگوں میں بطور خیرات بانٹ دوں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: ''تم سب اپنی آرزو بیان کرو۔'' تو ایک دوسرے آدمی نے کہا: ''میری تمنا ہے کہ ساری زمین ہیرے جواہرات یا اس طرح کی کسی اور چیز سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کے راستے میں اور لوگوں پر خرچ کر دوں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: ''اپنی اپنی آرزو کرو۔'' انھوں نے کہا: ''اس کے علاوہ ہماری کوئی آرزو وتمنا نہیں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لٰكِنِّي أَتَمَنَّى أَنْ يَكُوْنَ مِلْءُ هٰذَا الْبَيْتِ رِجَالًا مِثْلَ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى حُذَيْفَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ فَأَسْتَعْمِلَهُمْ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ » [التاريخ الصغير للبخاري: ١/ ٧٩، و إسناده صحيح۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ٢/ ٧٤٠، ح: ١٢٨٠۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ١/ ١٠٢۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٢٢٦، ٢٢٧، ح: ٥٠٠٥]

''لیکن میری دلی خواہش یہ ہے کہ یہ دنیا ابو عبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہم) جیسے افراد سے بھر جائے اور میں انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں استعمال کروں (یعنی اپنے عمال کے طور پر ان کا تقرر کروں)۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے دلوں پر بڑا رعب و دبدبہ طاری رہتا تھا، جو لوگوں کو ہر قسم کی سرکشی اور انتشار سے محفوظ رکھتا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے ایک سال تک

انتظار کیا۔ میں صرف ان کے رعب کی وجہ سے ان سے اس آیت کے بارے میں سوال نہ کر سکا۔ [دیکھیے بخاري، کتاب التفسیر، باب : ﴿ تبتغي مرضات...... ﴾: ٤٩١٣۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب في الإیلاء واعتزال النساء...... الخ: ٣١/ ١٤٧٩]

عوام کے مسائل حل کرنے کی تڑپ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ ہر نماز کے بعد کچھ دیر لوگوں کے پاس بیٹھتے، کسی کی کوئی ضرورت ہوتی تو اس سے بات چیت کرتے اور اگر کسی کی کوئی حاجت نہ ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور گھر چلے جاتے۔ ایک دن ایک سے زیادہ نمازیں پڑھیں لیکن عادت کے مطابق لوگوں کے لیے نہ بیٹھے تو میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور میں نے (ان کے خادم یرفا سے) پوچھا: ''اے یرفا! کیا امیر المومنین بیمار ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''نہیں! وہ بیمار نہیں ہیں۔'' تو میں (وہاں) بیٹھ گیا، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی (میرے ساتھ) بیٹھ گئے۔ پھر یرفا باہر آیا اور اس نے کہا: ''اے ابن عفان! کھڑے ہو جایئے اور اے ابن عباس! کھڑے ہو جایئے۔'' تو جب ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سامنے غلے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر کافی بڑا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے سب اہل مدینہ کے بارے میں غور و فکر کیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں کے عزیز و اقارب سب سے زیادہ ہیں، لہٰذا تم دونوں یہ مال لے جاؤ اور اسے (ان میں) تقسیم کر دو اور جو بچ جائے اسے واپس کر دینا۔'' تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (غلہ) اٹھانے لگے، جبکہ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور کہا: ''اگر یہ مال کم ہو گیا تو کیا آپ ہمیں اور دے دیں گے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ کے باپ کی عقل مندی اور دانائی آپ میں بھی آ گئی ہے، کیا ایسا اللہ کی طرف سے اس وقت تھا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب معمولی چیزوں پر گزارا کرتے تھے؟'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ''کیوں نہیں، اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے اصحاب معمولی چیزوں پر گزارا کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسی فتوحات ہوتیں تو وہ ایسا نہ کرتے جیسا آپ کر رہے ہیں۔'' (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہو گئے اور پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ کیا کرتے؟'' میں نے عرض کی: ''آپ ﷺ خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، ان کی ہچکی بندھ گئی اور پسلیاں ہلنے لگیں، پھر فرمایا:

« لَوَدِدْتُ أَنِّي خَرَجْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَ » [مسند الحميدي : ١/ ١٦٤، ح : ٣٠، و إسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي : ٦/ ٣٥٨، ٣٥٩، ح : ١٣٠٣٨۔ مسند البزار : ١/ ٣٢٦، ح : ٢٠٩۔ مسند عمر بن الخطاب يعقوب بن شيبة : ١/ ٧٢، ح : ٣٨۔ المعرفة والتاريخ للفسوي : ١/ ٥٢١۔ المطالب العالية لابن حجر: ٦/ ٢٠٦، ح : ٢٠٩٥۔ الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢١٨]

''میں تو چاہتا ہوں کہ میں خلافت کے معاملات میں برابر سرابر ہی چھوٹ جاؤں، نہ مجھ پر کوئی بوجھ ہو اور نہ مجھے (اس سے) کچھ ملے۔''

لوگوں کو اپنی صحت کا خیال رکھنے کی نصیحت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہر لحہ عوام کی صحت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ انھیں موٹاپے کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرماتے اور انھیں وزن کم رکھنے کی رغبت دلاتے، تاکہ اس طرح وہ اپنا کام طاقت اور ہمت سے انجام دے سکیں اور میدان کارزار میں بڑی پھرتی اور ہوشیاری سے غلبۂ دین کے لیے اپنی صلاحیتیں صرف کر سکیں۔ معروف تابعی ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد رحمہ اللہ کے نام اپنے خط میں حکم دیا تھا: « وَ انْزُوْا عَلَى الْخَيْلِ نَزْوًا » ''تم میں سے ہر آدمی جمپ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو۔'' ابوعثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَلَقَدْ رَأَيْتُ الشَّيْخَ يَنْزُوْ فَيَقَعُ عَلَى بَطْنِهِ وَيَنْزُوْ فَيَقَعُ عَلَى بَطْنِهِ، ثُمَّ

لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَنْزُو كَمَا يَنْزُو الْغُلَامُ ﴾ [بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث: ٢/ ٦٣٦، ٦٣٧، ح: ٦٠٨، و إسناده صحيح۔ اتحاف الخيرة المهرة: ٥/ ٤٨، ح: ٤٢١٦]

''میں نے ایک بڑی عمر کے آدمی کو دیکھا کہ وہ (اس حکم کے بعد سوار ہونے کے لیے) جمپ لگاتا اور نیچے گر جاتا پھر جمپ لگاتا اور نیچے گر جاتا (وہ بار بار جمپ لگا کر سوار ہونے کی مشق کر رہا تھا)، پھر اس کے بعد میں نے اسی بزرگ کو دیکھا کہ وہ اس طرح جمپ لگا کر سوار ہوتا تھا جس طرح کوئی نوجوان آدمی جمپ لگا کر سوار ہوتا ہے۔''

توحید کی حفاظت اور بدعات سے جنگ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عقیدۂ توحید کی حفاظت، دین میں کج روی کے خلاف جنگ اور اسلامی معاشرے میں عبادات کے قیام کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ انھوں نے ہر خلاف شریعت کام کی حوصلہ شکنی اور ہر موافق شریعت کام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اے حجر اسود! تو نفع ونقصان کا مالک نہیں

عابس بن ربیعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

« إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ » [بخاري، كتاب الحج، باب ما ذكر في الحجر الأسود : ١٥٩٧]

”بلاشبہ مجھے یقین ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، تو نہ (کسی کو) نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس لیے ارشاد فرمائے کیونکہ لوگ زمانۂ قریب میں بتوں کے پجاری رہ چکے تھے۔ وہ اس بات سے ڈرے کہ کہیں عام لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اس پتھر کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا پتھروں کی تعظیم کی اسی طرح کی ایک قسم ہے جس طرح جاہلیت میں کی

جاتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فرمان سے اسلام کا مقصد واضح فرما دیا کہ دراصل یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے زمرے میں آتا ہے۔

ایک میت کی دریافت اور خفیہ تدفین

معروف تابعی ابو العالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب ہم نے تستر شہر کو فتح کیا تو ہرمزان کے بیت المال میں ہم نے ایک چارپائی پر ایک شخص کی میت دیکھی، اس کے سر کے پاس ایک کتاب پڑی تھی، ہم نے کتاب کو اٹھایا اور اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ انھوں نے کعب الاحبار کو بلایا تاکہ وہ اس کتاب کا عربی ترجمہ کر دیں۔'' ابو العالیہ کہتے ہیں: ''میں عرب میں سے پہلا آدمی ہوں جس نے اس کتاب کو پڑھا۔ اس کتاب میں قرآن کریم کی طرح کی ملتی جلتی (بعض) باتیں تھیں۔'' اس واقعہ کے راوی خالد بن دینار کہتے ہیں، میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: ''اس کتاب میں (مزید) کیا کیا باتیں تھیں؟'' تو انھوں نے کہا: ''تمھارے رہنے سہنے کے طریقے، تمھارے معاملات اور تمھارے کلام کے لہجے اور بعض وہ باتیں (بزبان ان کے نبی) جو بعد میں ظہور پذیر ہونے والی تھیں۔'' خالد ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نے پھر ابو العالیہ سے سوال کیا کہ تم نے اس میت کے بارے میں کیا کیا؟'' تو ابو العالیہ نے کہا: ''ہم نے دن کے وقت مختلف جگہوں پر تیرہ (۱۳) قبریں کھودیں اور رات کے وقت اس میت کو ان میں سے ایک قبر میں دفن کر دیا اور پھر سب قبروں کو برابر کر دیا، تاکہ لوگ اس میت سے متعلق اندھیرے میں رہیں اور اسے اکھاڑ نہ سکیں۔'' خالد بن دینار کہتے ہیں، میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: ''وہ (جاہل) لوگ اس میت سے کیا امیدیں وابستہ کیا کرتے تھے؟'' تو ابو العالیہ نے کہا: ''جب قحط سالی ہوتی تو وہ (جاہل) لوگ اس میت کو باہر لے جا کر ظاہر کرتے اور یوں ان پر بارش برسائی جاتی تھی۔'' خالد بن دینار کہتے ہیں، میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: ''تم لوگوں کے خیال کے مطابق وہ

میت کس آدمی کی تھی؟'' تو انھوں نے کہا: ''کہا جاتا ہے کہ یہ میت دانیال علیہ السلام کی تھی۔'' (واللہ اعلم) [دلائل النبوة للبيهقي: ١/ ٣٨١، ٣٨٢، وإسناده حسن لذاته۔ زيادات يونس ابن بكير في سيرة ابن إسحاق، ص: ١١٦، ١١٧، وإسناده حسن لذاته، أحمد بن عبد الجبار صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''جب صحابہ نے تستر شہر فتح کیا تو وہاں ہمیں تابوت میں ایک آدمی کی میت ملی جس کا ناک ایک ذراع (ایک ہاتھ) کے برابر تھا، جسے وہاں کے (جاہل) لوگ فتح حاصل کرنے اور بارش طلب کرنے کے لیے باہر نکالا کرتے تھے۔ وہ تابوت دیکھ کر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا تو جوابی خط میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« إِنَّ هٰذَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، أَوِ الْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، فَكَتَبَ أَنِ انْظُرْ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ يَعْنِي أَصْحَابَ أَبِي مُوسَى فَادْفِنُوهُ فِي مَكَانٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمَا، قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو مُوسَى فَدَفَنَّاهُ » [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٢٣، ح: ٣٣٨٠٨، وإسناده صحيح]

''یہ جسد مبارک انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا ہے۔ یقیناً آگ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو نہیں جلاتی اور زمین ان مبارک جسموں کو نہیں کھاتی۔'' انھوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ بات بھی لکھی: ''(اے ابوموسیٰ!) آپ اور آپ کے ساتھی اچھی طرح اس بات کا خیال رکھو اور اس میت کو ایسی جگہ دفنا دو جسے تم دونوں کے علاوہ کوئی اور نہ جانتا ہو۔'' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ میں نے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس میت کو (ایک خفیہ جگہ) دفنا دیا۔''

اقتدا و اتباع نہ کہ بدعت و اختراع

اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ؟ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ » [بخاري، كتاب الحج، باب الرمل في الحج و العمرة : ١٦٠٥]

''اب ہمیں رمل کی کیا ضرورت ہے؟ ہم نے اس کے ذریعے سے مشرکین کو اپنی طاقت دکھائی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''(لیکن) جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسے چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے۔''

ابو وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَّا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ، قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا، قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا » [بخاري، كتاب الحج، باب كسوة الكعبة : ١٥٩٤، ٧٢٧٥۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٤٧٠، ح: ٣٢٩٦٦۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٧/ ٣٤٧، ٣٤٨، ح: ٩٨٢٧]

''میں (بیت اللہ کے دربان) شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ شیبہ نے کہا: ''اسی جگہ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا: ''میری خواہش ہے کہ میں کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے سب نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں۔'' میں نے عرض کی: ''آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے تو ایسا نہیں کیا۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں! وہ دونوں جلیل القدر انسان تھے اور میں ان دونوں کی اقتدا کرتا ہوں۔''

یہ وہ چند واقعات ہیں جو ہمیں عقیدۂ توحید کی حفاظت اور اتباع سنت کے جذبے سے سرشار رہنے اور بدعات کے خلاف برسرِ پیکار رہنے کا سبق دیتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عین اسلام کے مطابق توحید کو سمجھا اور پھر اس پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا۔ وہ لوگوں کے ظاہر و باطن میں موجود ہر قسم کی بت پرستی کے آثار مٹانے کے درپے رہتے اور انسان کے دل و دماغ کے ایک ایک ریشے کو نورِ توحید سے منور کرنے کے آرزو مند تھے۔

قنوت نازلہ کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور اہل اسلام کی سربلندی اور کفر و شرک اور کفار و مشرکین کی تباہی و بربادی کے لیے قنوت نازلہ کرتے رہتے تھے۔ قنوت نازلہ میں خاص طور پر ان سے یہ الفاظ ثابت ہیں:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَ أَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَ عَدُوِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَ يُقَاتِلُوْنَ أَوْلِيَآءَكَ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَ زَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ وَأَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِي لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ »

[السنن الكبرى للبيهقي: ۲/ ۲۱۰، ۲۱۱، ح: ۳۱۴۳۔ امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے]

”اے اللہ! ہمیں بخش دے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بھی بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دے، ان کی باہمی اصلاح فرما دے اور ان کی اپنے دشمنوں اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد فرما۔ الٰہی! اہل کتاب کے ان کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے ہیں، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ الٰہی! ان کافروں کے درمیان پھوٹ ڈال دے، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر اپنا وہ

عذاب اتارے تو مجرم قوم سے ٹالا نہیں کرتا۔“

نماز کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو ہر اہم موقع پر نماز کا حکم دیتے تھے، جماعت سے پیچھے رہ جانے والوں کی سخت گوشمالی فرماتے اور جو شخص نماز جمعہ میں دیر سے آتا اس کی سرزنش بھی کرتے۔ سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ عُمَرُ أَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ؟ قَالَ إِنِّي شُغِلْتُ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِينَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ، فَقَالَ وَالْوُضُوءُ أَيْضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ)) [بخاري، كتاب الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة...... الخ : ٨٧٨]

”ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر (جمعہ کے دن) خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین اولین صحابہ میں سے ایک صحابی (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) تشریف لائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ”یہ آنے کا کون سا وقت ہے؟“ انھوں نے عرض کی: ”میں ایک ضروری کام میں مشغول تھا اور ابھی میں اپنے گھر واپس نہیں جا سکا تھا کہ میں نے اذان کی آواز سنی تو میں وضو سے زیادہ کچھ نہ کر سکا۔“ اس پر سیدنا عمر نے کہا: ”کیا صرف وضو ہی کیا ہے؟ حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔“

مساجد میں شور وغل سے منع کرنا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مساجد میں شور وغل سے منع فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ مَنْ أَنْتُمَا؟ أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [بخاري، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد: ٤٧٠]

''میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک کسی نے میری طرف ایک کنکری پھینکی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے مجھے کہا: ''جاؤ! ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔'' چنانچہ میں ان دونوں کو بلا کر لایا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''تم دونوں کون ہو؟'' یا پوچھا: ''تم دونوں کہاں سے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تم مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تمھیں ضرور سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو!''

خواتین کا مسجد میں نماز ادا کرنا

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتی تھیں۔ ان سے کہا گیا: ''آپ باہر (مسجد میں) کیوں جاتی ہیں، جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور وہ غیرت محسوس کرتے ہیں؟'' اس پر انھوں نے کہا: ''(اگر ایسی بات ہے تو) کس چیز نے انھیں مجھے منع

کرنے سے روک رکھا ہے؟" لوگوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان باعثِ رکاوٹ ہے: "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔" [بخاري، كتاب الجمعة، باب: ٩٠٠]

یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی امور شریعت کی قدر دانی اور کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی درخشندہ مثال ہے۔ انھوں نے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی چاہت کو پسِ پشت ڈال دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور نمازِ تراویح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہ اولین شخصیت ہیں جنھوں نے ایک امام کے پیچھے باجماعت نماز تراویح کا اہتمام فرمایا، انھوں نے باجماعت تراویح کا حکم تمام شہروں کے حکام کو بھی ارسال فرمایا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ رمضان کی ایک رات میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا، (دیکھا کہ) سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کہیں کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو کہیں کوئی مختصر سا گروہ باجماعت نماز تراویح ادا کر رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنِّي أُرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ »

"میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔"

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عزم وارادے کے ساتھ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ، يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ » [بخاري، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان : ٢٠١٠]

"یہ نیا طریقہ کتنا اچھا ہے، لیکن رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں وہ اس حصے سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔" اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی مراد رات کا آخری حصہ تھی، کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔"

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ (۱۱) رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) پڑھائیں۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الصلوة في رمضان، باب ما جاء في قيام رمضان: ٤، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ١٦٤، ح: ٧٦٧٠، وإسناده صحيح۔ تاريخ المدينة المنورة للنميري: ٢/ ٧١٣، و إسناده صحيح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نماز تراویح کے لیے ایک امام کی اقتدا میں جمع کرنا اور پھر تمام شہروں میں باجماعت نماز تراویح کا حکم نامہ ارسال فرمانا ان کی نماز تراویح سے زبردست محبت اور اسے منظّم کرنے کے ذوق شوق کا واضح ثبوت ہے۔

بازاروں کی خبر گیری

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بازاروں کے معاملات میں بھی سخت ترین احتساب کا اہتمام کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے احتساب کی ایک مثال یہ ہے کہ مالک بن اوس بن حدثان بیان کرتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوا بازار میں آیا کہ کون (میرے ساتھ) دراہم سے تبادلہ کرے گا؟ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی کھڑے تھے: "ہمیں اپنا سونا دے دو، پھر کچھ دیر بعد جب ہمارا خادم آئے گا ہمارے پاس آنا، تو ہم تمھیں چاندی دے دیں گے۔"

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«كَلَّا، وَاللّٰهِ! لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ أَوْ لَتَرُدَّنَّ إِلَيْهِ ذَهَبَهُ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ۔ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا، إِلَّا

هَاءَ وَهَاءَ)) [مسلم، كتاب المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدًا: ١٥٨٦]

''ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تجھے اسے ابھی اسی وقت چاندی دینا ہوگی، ورنہ تجھے اس کا سونا واپس کرنا ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''چاندی کو سونے کے بدلے میں بیچنا سود ہے مگر یہ کہ جب نقد ہو اور گندم کو گندم کے بدلے میں (بیچنا) سود ہے مگر یہ کہ جب نقد ہو (اور دونوں کا وزن برابر ہو) اور کھجور کو کھجور کے بدلے میں بیچنا سود ہے مگر یہ کہ جب نقد ہو (اور دونوں کا وزن برابر ہو)۔''

ثقہ محدث علاء بن عبدالرحمٰن اپنے دادا یعقوب مولیٰ حرقہ رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا يَبِعْ فِيْ سُوْقِنَا إِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ)) [ترمذي، كتاب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي ﷺ: ٤٨٧، و إسناده صحيح، يعقوب ثقة صدوق وثقه ابن حبان و حسن له الترمذي وأخرج عنه مالك في الموطأ وهو ثقة عند يعقوب بن سفيان الفارسي، انظر المعرفة والتاريخ: ١/ ٤٢٥، ٣٤٩]

''ہمارے بازاروں میں صرف وہ شخص سامان بیچے جو دینی امور میں سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔''

مجاہدین چار ماہ سے زیادہ گھروں سے دور نہ رہیں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گشت کے لیے نکلے تو انھوں نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ؎

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهُ
وَ أَرَّقَنِيْ أَنْ لَا حَبِيْبَ أُلَاعِبُهُ

''رات طویل ہوگئی اور اس کا ایک پہلو (حصہ) سیاہ ہوگیا۔ میں جاگ رہی ہوں

اور میرے پاس میرا رفیقِ حیات نہیں ہے کہ میں اس سے کھیلوں۔‘‘

(یہ سن کر) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: ((كَمْ أَكْثَرُ مَا تَصْبِرُ الْمَرْأَةُ عَنْ زَوْجِهَا؟)) ’’عورت اپنے خاوند سے زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ دور رہ کر صبر کر سکتی ہے؟‘‘ انھوں نے کہا: ’’چھ یا چار ماہ۔‘‘ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((لَا أَحْبِسُ الْجَيْشَ أَكْثَرَ مِنْ هٰذَا)) ’’میں اپنے مجاہدوں (فوجیوں) کو اس مدت سے زیادہ نہیں روکوں گا۔‘‘ [السنن الكبرى للبيهقي: ٩٠/٢٩، ح: ١٧٨٥٠، وإسناده حسن لذاته۔إسماعيل بن أبي أويس صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه، وثقه الجمهور]

رعایا کی خبر گیری میں رات کو گشت کرنا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ’’ایک رات ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرۂ واقم کی طرف نکلے، جب ہم (مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع) ’’صرار‘‘ نامی جگہ پہنچے تو وہاں ہمیں آگ جلتی دکھائی دی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’اے اسلم! میرا خیال ہے کہ یہاں رات کی تاریکی اور سردی کے سبب کوئی قافلہ رکا ہوا ہے، تو میرے ساتھ چل۔‘‘ ہم جلدی سے اس طرف گئے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے اور اس کے ساتھ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اس نے ایک ہنڈیا آگ پر رکھی ہوئی ہے اور بچے (بھوک کے مارے) بلبلا رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: ’’اے روشنی والو! تم پر سلامتی ہو۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں آگ والا کہنے سے پرہیز کیا۔ اس عورت نے جواب دیا: ’’وعلیک السلام۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: ’’کیا میں قریب آ سکتا ہوں؟‘‘ اس عورت نے جواب دیا: ’’اچھی نیت سے آگے بڑھو، ورنہ دور رہو۔‘‘ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریب ہوئے اور پوچھا: ’’تمھارا کیا حال ہے؟‘‘ عورت نے جواب دیا: ’’ہم اندھیری رات اور سردی کی وجہ سے یہاں ٹھہرے ہیں۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ’’یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟‘‘ عورت بولی:

"بھوک کی وجہ سے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس ہنڈیا میں کیا ہے؟" اس عورت نے جواب دیا: "(صرف پانی ہے) اس سے ان بچوں کو دلاسا دے رہی ہوں، تاکہ یہ خاموش ہو کر سو جائیں۔ ہمارے اور سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرے گا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، بھلا عمر کو تمھاری کیا خبر؟" عورت نے کہا: "عمر (رضی اللہ عنہ) ہمارے امور کا متولی (یعنی ہمارا حکمران) بنا ہے اور پھر ہم سے غافل ہے۔" یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میری طرف پلٹے اور فرمایا: "میرے ساتھ چل۔" ہم دوڑتے ہوئے سیدھا آٹے کے گودام میں گئے۔ انھوں نے آٹے کا ایک تھیلا نکالا اور گھی کا ایک ٹین پکڑا اور پھر مجھے کہا: "اسے میری پشت پر لاد دو۔" میں نے عرض کی: "آپ مجھے اٹھانے دیں۔" یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أَنْتَ تَحْمِلُ عَنِّي وِزْرِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا أُمَّ لَكَ؟»

"تیری ماں نہ رہے، کیا قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اٹھائے گا؟"

میں نے دونوں چیزیں آپ رضی اللہ عنہ کی کمر پر لاد دیں، پھر ہم بھاگتے ہوئے دوبارہ وہاں پہنچے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آٹا اور گھی دونوں چیزیں اس عورت کے سامنے رکھ دیں، پھر کچھ آٹا نکالا اور کہا: "(اے خاتون!) تو آٹا صاف کر اور میں تیرے لیے آٹے اور گھی کی آمیزش سے حریرہ بناتا ہوں۔" پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہنڈیا کے نیچے پھونکیں مارنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ دھوئیں کے مرغولے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی سے باہر آ رہے تھے۔ پھر انھوں نے ہنڈیا کو آگ سے نیچے اتارا اور خاتون سے کہا: "تمھارے پاس کوئی برتن ہے تو لاؤ۔" وہ برتن لائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کھانا برتن میں ڈالا اور فرمایا: "میں کھانا ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے پھیلاتا ہوں اور تم بچوں کو کھلانا شروع کرو۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلسل کھانا ٹھنڈا کرتے رہے اور وہ عورت بچوں کو کھانا کھلاتی رہی، یہاں تک کہ وہ سب خوب سیر ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے باقی کھانا اس خاتون کے پاس

چھوڑا اور (واپسی کے لیے) کھڑے ہوگئے، میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہوگیا تو اس خاتون نے کہا: ''اللہ مجھے (اس کا) اچھا بدلا دے، تو زیادہ حق دار ہے کہ امیر المومنین (عمر رضی اللہ عنہ) کے بجائے تو خلیفہ ہوتا۔'' امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(اے اللہ کی بندی!) زبان سے اچھی بات نکال، جب تو امیر المومنین کے پاس جائے گی تو ان شاء اللہ مجھے بھی وہیں پائے گی۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان سے کچھ دور ہٹے، دوبارہ ان کی طرف پلٹے اور اوٹ میں بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کی: ''کیا اب آپ کو اور کوئی مصروفیت نہیں؟'' انھوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ بچے آپس میں کھیل کود رہے تھے اور پھر کچھ دیر بعد وہ سکون سے سو گئے۔ اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے اسلم! بھوک نے ان کی نیند اڑا دی تھی اور رونے پر مجبور کر دیا تھا، میرا جی چاہا کہ میں اُس وقت تک واپس نہ جاؤں جب تک کہ ان کے اس اطمینان کا مشاہدہ نہ کرلوں جو تو نے ابھی دیکھا ہے۔'' [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل: ۱/ ۲۹۰، ۲۹۱، ح: ۳۸۲، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ طبري: ۲/ ۴۱۰، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ۴۴/ ۳۵۳، ۳۵۴۔ مشيخة ابن شاذان: ۱/ ۵۲، ۵۳، ح: ۶۸۔ و عبد الله بن مصعب الزبيري صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه اثني عليه الخطيب خيرا، وثقه أبو جعفر الطبري والحاكم والضياء المقدسي والذهبي بتصحيح حديثه۔ مستدرك حاكم: ۲/ ۱۷۸، ح: ۲۷۳۲، ۳/ ۳۷۱، ح: ۵۵۹۵۔ المختارة: ۹/ ۱۴۷، ۱۴۸۔ الجزء المفقود من تهذيب الآثار للطبري: ۱/ ۱۵۴، ح: ۷۸۴]

اشاعتِ علم میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمات

پوری امتِ مسلمہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی علمی وسعت کی معترف ہے وہ عظیم فقیہ تھے۔ فہم و فراست کی گہرائی، مسائل کا حل تلاش کرنے میں مہارتِ تامہ اور مسائل کے استنباط میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد یہی ان کی امتیازی خوبی تھی جس نے انھیں قابل رشک اور بلند مقام تک پہنچایا۔ جب انھیں خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی تو وہ مسلمانوں کے فقیہ کی حیثیت اختیار کر گئے۔ اشاعت علم کے سلسلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمات سنہرے حروف میں لکھنے کے لائق ہیں، جن کی کچھ تفصیل مندرجہ ذیل سطور میں بیان کی جاتی ہے۔

حدیث قبول کرنے میں احتیاط

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث لینے میں انتہائی محتاط انداز اختیار کرتے تھے، جیسا کہ ابوبردہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

« جَاءَ أَبُو مُوسٰی إِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ، فَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ، فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، هٰذَا أَبُو مُوسٰی، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ هٰذَا الْأَشْعَرِيُّ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ رُدُّوا عَلَيَّ، رُدُّوا عَلَيَّ، فَجَاءَ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسٰی! مَا رَدَّكَ؟ كُنَّا فِي شُغْلٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ

لَكَ، وَإِلَّا فَارْجِعْ، قَالَ لَتَأْتِيَنِّي عَلٰى هٰذَا بِبَيِّنَةٍ وَإِلَّا فَعَلْتُ وَفَعَلْتُ فَذَهَبَ أَبُو مُوسٰى، قَالَ عُمَرُ إِنْ وَجَدَ بَيِّنَةً تَجِدُوهُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ عَشِيَّةً وَإِنْ لَمْ يَجِدْ بَيِّنَةً فَلَمْ تَجِدُوهُ، فَلَمَّا أَنْ جَاءَ بِالْعَشِيِّ وَجَدُوهُ، قَالَ يَا أَبَا مُوسٰى! مَا تَقُولُ، أَقَدْ وَجَدْتَ؟ قَالَ نَعَمْ، أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ عَدْلٌ، قَالَ يَا أَبَا الطُّفَيْلِ! مَا يَقُولُ هٰذَا؟ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ، يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! فَلَا تَكُونَنَّ عَذَابًا عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ! إِنَّمَا سَمِعْتُ شَيْئًا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَثَبَّتَ)) [مسلم، كتاب الآداب، باب الاستيذان : ٢١٥٤]

''ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ''السلام علیکم، عبداللہ بن قیس آیا ہے۔'' تو انھوں نے انھیں اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ پھر انھوں نے کہا: ''السلام علیکم، ابوموسیٰ ہے۔'' (پھر کہا) ''السلام علیکم، یہ اشعری ہے۔'' (پہلے اپنا نام، پھر کنیت اور پھر نسبت بیان کی، تاکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی شک نہ رہے) آخر واپس لوٹ گئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''انھیں واپس میرے پاس لاؤ، انھیں واپس میرے پاس لاؤ۔'' جب وہ واپس آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابوموسیٰ! تم کیوں لوٹ گئے؟ ہم کام میں مشغول تھے۔'' انھوں نے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے: ''اجازت مانگنا تین بار ہے، پھر اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک، بصورت دیگر لوٹ جاؤ۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس حدیث پر گواہ لاؤ، نہیں تو میں ایسے ایسے کروں گا (یعنی تمھیں سزا دوں گا)۔'' سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) چلے گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر ابوموسیٰ کو گواہ مل گیا تو وہ تمھیں شام کو منبر کے پاس ملیں گے، اگر انھیں گواہ نہ ملا تو

تم انھیں منبر کے پاس نہیں پاؤ گے۔'' جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام کو منبر کے پاس آئے تو سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابوموسیٰ! کیا کہتے ہو، کیا تمھیں کوئی گواہ ملا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں! ابی بن کعب رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہ معتبر شخص ہیں۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابوطفیل! (یہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) ابوموسیٰ کیا کہتے ہیں؟'' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ اسی طرح فرما رہے تھے۔'' پھر انھوں نے کہا: ''اے خطاب کے بیٹے! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر عذاب مت بنو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سبحان اللہ! میں نے تو ایک حدیث سنی تو اس کی تحقیق کرنا زیادہ اچھا سمجھا۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس میں تشریف لائے اور ان سے یہ معاملہ دریافت کیا، انھوں نے کہا: ''اس مسئلے پر ہمارا سب سے کم عمر آدمی گواہی دے گا۔'' چنانچہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: ''جی ہاں! ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« خَفِيَ عَلَيَّ هٰذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلْهَانِي عَنْهُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ » [مسلم، كتاب الآداب، باب الاستيذان: ٣٦/ ٢١٥٣ـ بخاري: ٧٣٥٣]

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان معلوم نہ ہوسکا، اس لیے کہ میں بازاروں میں کاروبار کے لیے مصروف رہتا تھا۔''

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔ ہم نے کہا: ''کیا معاملہ ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا تھا، تو میں نے ان کے دروازے پر جا کر تین مرتبہ سلام کہا لیکن کوئی جواب نہ آیا، تو میں واپس لوٹ آیا۔ (بعد میں) عمر رضی اللہ عنہ

نے مجھ سے پوچھا: ((مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنَا؟)) ''تمھیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟'' میں نے کہا: ''میں آپ کے پاس آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازے پر تین بار سلام کہا لیکن کوئی جواب نہ آیا، تو میں لوٹ آیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ واپس لوٹ جائے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! (اس حدیث پر) تم گواہ پیش کرو، ورنہ میں تمھیں سزا دوں گا۔'' أبي بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم (گواہی کے لیے) قوم میں سے سب سے کم عمر لڑکے کو تمھارے ساتھ بھیجتے ہیں۔'' ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''میں سب سے چھوٹا ہوں (کیا میں جاؤں)۔'' أبي بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(ٹھیک ہے) آپ ان کے ساتھ جاؤ۔'' تو میں ان کے ساتھ گیا اور گواہی دی۔ [مسلم، كتاب الآداب، باب الاستيذان: ٣٣/ ٢١٥٣۔ بخاري: ٦٢٠٢]

مسائل کی تحقیق کے لیے علمی مذاکرے کا اہتمام

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو گودنے (جسم پر مصنوعی تل بنانے) کا کام کرتی تھی۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور (اس وقت موجود صحابہ رضی اللہ عنہم سے) کہا: ((أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ! مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوَشْمِ؟)) ''میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گودنے کے متعلق سنا ہے؟'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کھڑے ہو کر عرض کی: ''اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ((مَا سَمِعْتَ؟)) ''تو نے کیا سنا ہے؟'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ)) [بخاري، كتاب اللباس، باب المستوشمة: ٥٩٤٦]

''نہ عورتیں اپنا جسم گودیں اور نہ گدوائیں۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں سے عورت کا حمل گرا دینے کی دیت سے متعلق مشورہ طلب فرمایا، تو میں نے کہا: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں ایک لونڈی یا غلام دیت دینے کا حکم دیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((اِئْتِ مَنْ يَّشْهَدُ مَعَكَ)) ''اپنا کوئی گواہ لے کر آؤ۔'' تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فیصلہ فرمایا تھا تو وہ اس وقت وہاں حاضر تھے۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب جنين المرأة: ٦٩٠٥، ٦٩٠٦]

عبدالرحمٰن بن ابزیٰ بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میں جنبی ہوگیا ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا (تو اب میں کیا کروں)؟'' اس پر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ کو یاد نہیں کہ آپ اور میں دونوں سفر میں تھے اور جنبی ہوگئے تھے؟ آپ نے تو نماز نہیں پڑھی تھی لیکن میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ ہوکر نماز پڑھ لی تھی، پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا)) ''تجھے بس اتنا ہی کافی تھا۔'' (یہ کہہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان میں پھونکا، پھر ان سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا۔'' [بخاري، كتاب التيمم، باب المتيمم هل ينفخ فيهما؟ : ٣٣٨۔ مسلم: ٣٦٨]

مدینہ منورہ کو علم وفتویٰ کا مرکز بنانا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دس سالہ دورِ خلافت میں مدینہ منورہ قرآن و حدیث، فقہ اور تشریعی امور میں عظیم ترین مقام حاصل کر گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر سے جو کامیابی حاصل ہوئی اس کا ثبوت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے ملتا ہے جس میں انھوں نے ارشاد فرمایا: ''میں مہاجرین کو (قرآن) پڑھایا کرتا تھا، جن میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں ایک دن منیٰ میں ان کے گھر بیٹھا ہوا تھا اور وہ خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آخری حج میں ان کے ساتھ تھے۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو

انھوں نے کہا، کاش! تم آج اس شخص کو دیکھتے جو امیر المومنین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ فلاں شخص سے باز پرس کریں گے جو کہتا ہے: ''اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو میں فلاں شخص کی بیعت کرلوں گا، کیونکہ اللہ کی قسم! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت تو اچانک (بغیر سوچے) ہوگئی تھی اور پھر وہ مکمل بھی ہوگئی تھی۔'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت غضب ناک ہوئے، پھر فرمایا: ''اگر اللہ نے چاہا تو میں آج شام لوگوں سے خطاب کروں گا اور انھیں ان لوگوں سے خبردار کروں گا جو مسلمانوں سے ان کے حقوق غصب کرنا چاہتے ہیں۔'' سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ''امیر المومنین! ایسا نہ کیجیے، کیونکہ موسم حج میں برے بھلے ہر قسم کے عوام جمع ہوتے ہیں اور جب آپ خطاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو اسی قسم کے عامی لوگ آپ کے قریب زیادہ ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ کھڑے ہو کر کوئی بات کریں گے تو وہ چاروں طرف پھیل جائے گی لیکن پھیلانے والے اسے صحیح طور پر یاد نہیں رکھ سکیں گے اور اسے غلط معنی پہنائیں گے۔ آپ مدینہ طیبہ پہنچنے تک انتظار کریں، کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا مقام ہے، وہاں آپ کو خالص دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے شریف الطبع لوگ میسر آئیں گے، وہاں آپ جو کہنا چاہتے ہیں اعتماد کے ساتھ کہہ سکیں گے اور اہل علم وہاں آپ کے فرمودات کو یاد بھی رکھیں گے اور ان کا جو صحیح مطلب ہے وہی آگے بیان کریں گے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، اللہ کی قسم! میں مدینہ طیبہ پہنچ کر سب سے پہلے یہی بیان کروں گا، ان شاء اللہ۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى في الزنا إذا أحصنت: ٦٨٣٠۔ مسند أحمد: ١/ ٥٥، ٥٦، ح: ٣٩١۔ صحيح ابن حبان: ٤١٤]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس اثر سے یہ دلیل حاصل ہوتی ہے کہ اہل مدینہ کو علم و فہم میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا، کیونکہ سیدنا عبدالرحمٰن اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے اس پر اتفاق کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بات بالکل درست تھی۔''

[فتح الباري : ١٢/ ١٥٥]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقام

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مقام حاصل تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انھیں اپنی مجلس میں اپنے قریب بٹھاتے، مجلس مشاورت میں شریک کرتے اور ان کی رائے کا احترام کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجھے بھی بلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

((لَا تَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَتَكَلَّمُوْا))

”(اے ابن عباس!) جب تک سب اپنی اپنی رائے کا اظہار نہ کرلیں آپ اپنی رائے نہ دیں۔“

پھر ایک دن کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی بلایا اور لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا، آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”(اے لوگو!) تم سب اس بچے جیسا جواب لانے سے قاصر ہو جس کی سر کی مانگیں ابھی سیدھی نہیں ہوئیں۔“ پھر فرمایا: ”(اے ابن عباس!) پہلے میں تمھیں بات کرنے سے منع کیا کرتا تھا، لیکن اب جب میں تمھیں ان صحابہ کے ساتھ بلاؤں تو تم بات کیا کرو۔“ [مسند أحمد: ۱/ ۱٤، ح: ۸٦، و إسناده صحيح مختصرًا۔ المعرفة والتاريخ للفسوي: ۱/ ۲۸۳، وإسناده صحيح۔ شرح مشكل الآثار للطحاوي: ۱٤/ ۳۷۰، ۳۷۱، ح: ٥٦۸٦۔ مستدرك حاكم: ۱/ ٤۳۷، ٤۳۸، ح: ۱٥۹۷، و إسناده صحيح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی علمی خدمات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حصول علم کا بے حد شوق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا عہد نبوی میں معمول تھا کہ ایک دن تجارت کی غرض سے بازار جاتے اور ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے،

چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں:

«كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ» [بخاري، كتاب العلم، باب التناوب في العلم: ٨٩۔ مسلم: ٣٤/ ١٤٧٩]

''میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں بنو امیہ بن زید کے ایک گاؤں میں رہتے تھے، جو مدینے کی (مشرقی جانب) بلندی کی طرف تھا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک دن میں، جب میں حاضر ہوتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی ساری خبریں میں اسے دیتا اور جب وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا (یعنی مجھے خبریں دیتا)۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کی تفسیر کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا، تو میں ان کے رعب و دبدبے کی وجہ سے ایک سال تک ان سے نہ پوچھ سکا، پھر ایک سال بعد اللہ نے موقع دیا تو میں نے ان سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا، پھر میں نے اپنے دل کی بات ان کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا:

«فَلَا تَفْعَلْ، مَا ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَاسْأَلْنِي، فَإِنْ كَانَ لِي عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهِ» [بخاري، كتاب التفسير، باب: ﴿تبتغي مرضات أزواجك﴾......الخ: ٤٩١٣۔ مسلم: ٣١/ ١٤٧٩]

'' (اے ابن عباس!) آئندہ ایسے نہ کرنا، اگر تم یہ محسوس کرو کہ فلاں مسئلے کے بارے میں میرے پاس علم ہے تو مجھ سے (فوراً) سوال کرو، اگر میرے پاس اس

کا علم ہوا تو واقعی میں آپ کو اس کے بارے میں ضرور آگاہ کروں گا۔''

سیدنا عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ نافع بن عبدالحارث عسفان کے علاقے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ کا امیر بنایا ہوا تھا، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''(آپ عسفان میں ہیں اور) اب آپ نے اہل مکہ پر کسے امیر مقرر کیا ہے؟'' نافع بن عبدالحارث نے عرض کی: ''ابن ابزیٰ کو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابن ابزیٰ کون ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ نے ان پر ایک غلام کو امیر مقرر کر دیا ہے؟'' نافع نے کہا: ''وہ قرآن کا (بہترین) قاری اور فرائض کے علم کا (بہت بڑا) عالم ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

« إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ » [مسلم، كتاب صلاة المسافرين ، باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه: ۸۱۷]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے قوموں کو عزت و شرف بخشتا ہے اور اسی کتاب (سے روگردانی) کی وجہ سے کچھ کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔''

شریح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے نام ایک خط لکھا: ''جب تمھیں کسی مسئلے کا حل کتاب اللہ سے مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو، اس مسئلہ میں لوگوں کی باتوں کی طرف بالکل توجہ نہ کرو اور اگر تمھیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو کہ اس کا حل کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کا حل تلاش کرو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ اس کا حل نہ تو کتاب اللہ میں ہو اور نہ ہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پھر لوگوں کا اجماع دیکھو اور اسی کو پکڑ لو (یعنی اجماع کے مطابق فیصلہ اور فتویٰ دو) اور اگر کوئی ایسا مسئلہ ہو کہ نہ تو وہ (واضح طور پر) کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ ہی آپ سے پہلے کوئی اس کا قائل ہو (یعنی اس پر اجماع نہ ہو) تو پھر آپ دو باتوں میں

سے جسے چاہیں اختیار کرلیں، اگر چاہیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کریں اور اگر رائے سے اجتہاد کر کے آگے بڑھنا چاہیں تو بڑھ لیں اور اگر پیچھے رہنا چاہیں تو پیچھے رہ لیں اور میں آپ کے حق میں آپ کا پیچھے رہ جانا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٤/ ٥٤٤، ح: ٢٢٩٨٠، وإسناده صحيح۔ سنن الدارمي: ١/ ٧١، ح: ١٦٧، وصححه الضياء المقدسي۔ المختارة للضياء: ١/ ٢٣٨، ح: ١٣٣، ١٣٤]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ''رائے'' کے بارے میں مزید فرمایا کرتے تھے:

« اِتَّهِمُوا الرَّأْيَ عَلَى الدِّيْنِ » [المختارة للضياء المقدسي: ١/ ١٣٠، ح: ٢١٩، و إسناده صحيح۔ طبراني كبير: ١/ ٧٢، ح: ٨٢۔ مسند البزار: ١/ ٢٥٣، ح: ١٤٨۔ أبو مسلم المؤيد بن عبد الرحيم ثقة وثقه الذهبي۔ تاريخ الإسلام: ٤٣/ ١٥٣، ١٥٤، ت: ٣٢٣]

'' (لوگو!) دین کے مقابلے میں رائے و قیاس کو (حقیر و) مشکوک سمجھو۔''

معروف ثقہ تابعی زیاد بن حدیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز گراتی ہے؟'' میں نے کہا: ''نہیں۔'' تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« يَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالِمِ، وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْأَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ » [سنن الدارمي: ١/ ٨٢، ح: ٢١٤، وإسناده حسن لذاته۔ جامع بيان العلم و فضله لابن عبد البر: ٢/ ١٦١، ١٦٢، ح: ١٨٦٧۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ٤/ ٢١٨، ح: ٥٣٠٢، ٥٢٠٣]

''اسلام کو عالم کی لغزش، منافق آدمی کا قرآن و حدیث پیش کر کے جھگڑا کرنا (بحث کرنا) اور گمراہ حکمرانوں کے فیصلے گراتے ہیں۔''

ثقہ تابعی حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا، جو انھوں نے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو امیر

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افضل ترین افراد میں سے ہیں، ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ میں نے اپنے آپ کو نظر انداز کر کے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تمھارے پاس بھیجا ہے۔" [شرح مشكل الآثار للطحاوي: ٧/ ١٩٩، ٢٠٠، تحت الحديث: ٢٧٧٠، وإسناده صحيح۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٣١٥، ٣٨٧، ح: ٥٣٧٩، ٥٦٦٣۔ المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٧٢، ح: ٧١۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم: ١٢/ ٤٠٢، ح: ٣٩٩٦]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پُر حکمت اقوال

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ثقہ تابعی اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اَلْمَدْحُ الذَّبْحُ » [کتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح: ٦١٠، وإسناده صحيح۔ الأدب المفرد للبخاري : ٣٣٣]

”(منہ پر) تعریف کرنا (گویا کہ اسے) ذبح کرنا ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَلشِّتَاءُ غَنِيمَةُ الْعَابِدِينَ » [کتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح: ٦١١، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٣٤٤، ح: ٩٧٤٢]

”سردیوں کا موسم عبادت گزاروں کے لیے غنیمت ہے (یعنی وہ رات کو قیام بھی کر لیتے ہیں اور راتیں لمبی ہونے کی وجہ سے ان کی نیند بھی پوری ہو جاتی ہے اور اس موسم میں نفلی روزہ بھی آسان ہوتا ہے)۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَيْلٌ لِدَيَّانِ الْأَرْضِ مِنْ دَيَّانِ السَّمَاءِ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ إِلَّا مَنْ أَمَّ الْعَدْلَ وَقَضٰى بِالْحَقِّ وَلَمْ يَقْضِ بِهَوَاءٍ وَلَا لِقَرَابَةٍ وَلَا لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَجَعَلَ كِتَابَ اللّٰهِ مِرْآتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ » [کتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح: ٦٥٧، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٤/ ٥٤١، ح: ٢٢٩٥٢۔

السنن الکبری للبیهقي: ١٥/ ٩٩، ح: ٢٠٩٤٠۔ تاریخ دمشق: ٣٥/ ٣١٩]

''آسمان کے حاکم اعلیٰ (اللہ رب العزت) کی طرف سے زمین کے حاکموں کے لیے تباہی و بربادی ہے، جس دن وہ اس سے ملیں گے (یعنی قیامت کے دن)، سوائے اس حاکم و حکمران کے جس نے عدل و انصاف سے حکومت کی اور حق بات کے ساتھ فیصلہ کیا نہ کہ اپنی مرضی سے فیصلہ کیا اور نہ ہی اس نے کسی (عہدے وغیرہ) کی رغبت کے لیے فیصلہ کیا اور نہ ہی اس نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی وجہ سے فیصلہ دیا، بلکہ اس نے کتاب اللہ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھا (اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا، اس کے لیے کوئی تباہی و بربادی نہیں)۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا جب (انھیں ابولؤلؤ مجوسی نے شدید زخمی کر دیا تھا اور) ان کی انگلیوں میں سے کوئی انگلی ان کے زخموں میں تھی، وہ فرما رہے تھے:

« يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! إِنِّي لَا أَخَافُ النَّاسَ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا أَخَافُكُمْ عَلَى النَّاسِ، وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمُ اثْنَتَيْنِ لَمْ تَبْرَحُوا بِخَيْرٍ مَا لَزِمْتُمُوهُمَا: الْعَدْلُ فِي الْحُكْمِ، وَالْعَدْلُ فِي الْقَسْمِ، وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ مَخْرَفَةِ النَّعَمِ إِلَّا أَنْ يَعْوَجَّ قَوْمٌ فَيُعْوَجَّ بِهِمْ » [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٤٣٨، ح: ٣٧٠٥٥، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٥/ ١٣٥، ح: ٢١٠٣٩]

''اے قریش کی جماعت! میں اس بات سے تمھارے بارے میں نہیں ڈرتا کہ لوگ تم پر چڑھ دوڑیں گے، بلکہ میں تو تمھاری وجہ سے لوگوں کے لیے ڈرتا ہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم انھیں تھامے رکھو گے ہمیشہ خیر و بھلائی پر رہو گے، ایک فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف اور دوسری مال غنیمت تقسیم کرتے وقت عدل و انصاف۔ (سنو!) میں تمھیں بالکل واضح راہ

پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، جس طرح وہ راستہ بالکل واضح ہوتا ہے جس پر روزانہ بھیڑ بکریاں چلتی ہیں، سوائے ایک صورت کے کہ اگر کوئی قوم ٹیڑھ پن اختیار کرے تو (بامر مجبوری) اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا رویہ رکھا جائے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

« إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّةَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللّٰهُ » [مستدرك حاكم : ١/ ٦١، ح: ٢٠٧، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٥]

"بے شک ہم ذلیل و خوار قوم تھے، پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت و شرف عطا کیا۔ پس جب کبھی ہم (اسلام کے علاوہ) کسی اور سبب سے عزت تلاش کرنے کی کوشش کریں گے کہ جس سے اللہ نے ہمیں عزت نہیں دی تو اللہ تعالیٰ پھر سے ہمیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا تھا:

« اِتَّهِمُوا الرَّأْيَ عَلَى الدِّينِ » [المختارة للضياء المقدسي: ١/ ١٣٠، ح: ٢١٩، وإسناده صحيح۔ طبراني كبير: ١/ ٧٢، ح: ٨٢۔ مسند البزار: ١/ ٢٥٣، ح: ١٤٨]

"(لوگو!) تم رائے و قیاس کو دین کے مقابلے میں حقیر سمجھو۔"

ابو عثمان النہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کسی علاقے کا والی مقرر کیا تو اس نے کہا: "میرے اتنے بچے ہیں، لیکن میں نے ان میں سے کبھی کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔" تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَرْحَمُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا أَبَرَّهُمْ » [الأدب المفرد للبخاري: ٩٩، وإسناده صحيح]

"بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم نہیں کرتا مگر انھی پر جو ان میں سے سب

سے زیادہ نیکوکار ہوتے ہیں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام اسلم رحمہ اللہ سے کہا:

« لَا يَكُنْ حُبُّكَ كَلَفًا، وَلَا بُغْضُكَ تَلَفًا، فَقُلْتُ كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ إِذَا أَحْبَبْتَ كَلِفْتَ كَلَفَ الصَّبِيِّ، وَإِذَا أَبْغَضْتَ أَحْبَبْتَ لِصَاحِبِكَ التَّلَفَ » [الأدب المفرد للبخاري : ١٣٢٢، وإسناده صحيح]

''تیری کسی چیز سے محبت عاشقِ زار کی طرح نہ ہو اور نہ ہی تیری دشمنی کسی چیز سے اس حد تک ہو کہ تو اس کے خاتمے کا خواہش مند ہو۔'' اسلم رحمہ اللہ نے کہا: ''(اے امیر المومنین! سمجھا دیجیے) اس بات سے کیا مراد ہے؟'' انھوں نے کہا: ''تیرا کسی چیز سے دیوانے بچوں کی طرح محبت کرنا (کہ اگر وہ چیز میسر نہ آئے تو اس کے لیے پریشان اور رو رو کر ہلکان ہونا) اور کسی چیز کے ساتھ اس حد تک دشمنی کرنا کہ تو اس کے خاتمے کا خواہش مند ہو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا شعری ذوق

سیدنا عبدالرحمن بن حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ سے واپس آ رہے تھے، جب ہم ضجنان نامی پہاڑی کی گھاٹی میں پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام قافلے والوں کو روک کر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''میں اس وادی میں اُونی قمیص پہن کر (اپنے باپ) خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا، وہ بہت سخت آدمی تھے، مجھ سے اتنا کام لیتے کہ میں تھک جاتا اور اگر کوئی کوتاہی ہو جاتی تو مارتے اور آج (میرا یہ حال ہے کہ) میرے اور میرے اللہ کے درمیان کسی کی حاکمیت نہیں ہے۔'' پھر یہ شعر پڑھا ؎

لَا شَيْءَ فِيمَا تَرى إِلَّا بَشَاشَتُهُ

يَبْقَى الْإِلٰهُ وَ يُودَّى الْمَالُ وَالْوَلَدُ

''ہر وہ چیز جس کی چمک تو دیکھ رہا ہے ختم ہونے والی ہے۔ صرف اللہ ہی باقی رہے گا، ہر قسم کا مال اور اولاد ختم ہو جانے والی چیزیں ہیں۔'' [كتاب الزهد لأبي داود: ١/ ٨٤، ح: ٨٠، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ المدينة المنورة: ٢/ ٦٥٦۔ الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٠٢۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ١٠/ ٢٩٩، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣١٥، محمد بن عمرو صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (وادیٔ محسر میں اونٹنی کو تیزی سے ہانک رہے تھے اور) یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

إِلَيْكَ تَعْدُوْ قَلِقًا وَضِيْنُهَا
مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَنِيْنُهَا
مُخَالِفًا دِيْنَ النَّصَارٰى دِيْنُهَا

''تیری طرف وہ اس حال میں آئے گی کہ اس کا تنگ لباس ڈھیلا ہو گیا ہو گا، اس کی کوکھ میں اس کا بچہ ظاہر ہو چکا ہو گا اور اس کا دین نصاریٰ مذہب کے خلاف ہو گا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٥/ ٢٧٧، ح: ٢٦٠٣٢، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٥/ ١٢٥، ح: ٩٥٢٨۔ مسند الشافعي، ص: ١٢٢]

یاد رہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عمومی طور پر اشعار کو اتنا زیادہ پسند نہیں کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں اشعار پڑھ رہے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے ان کی طرف دیکھا تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

((قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ فِيهِ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ)) [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه: ٢٤٨٥۔ بخاري: ٣٢١٢]

''(اے عمر!) میں اس وقت یہاں شعر پڑھا کرتا تھا جب آپ سے بہتر شخص یہاں موجود تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاشی حکمت عملی

عوام کی آسائش کا خیال

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد رحمہ اللہ کے نام ایک خط لکھا جو اس وقت آذربائیجان کے گورنر تھے۔ اس واقعہ سے متعلق ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک خط لکھا، جبکہ ہم آذربائیجان میں تھے:

« يَا عُتْبَةُ بْنَ فَرْقَدٍ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أَبِيكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ، فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ فِي رِحَالِهِمْ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِي رَحْلِكَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَزِيَّ أَهْلِ الشِّرْكِ وَلَبُوسَ الْحَرِيرِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لَبُوسِ الْحَرِيرِ، قَالَ إِلَّا هٰكَذَا، وَرَفَعَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِصْبَعَيْهِ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ وَضَمَّهُمَا » [مسلم، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم لبس الحرير و غير ذلك للرجال: ١٢/ ٢٠٦٩۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٥/ ١٢١، ١٢٢، ح: ٢٠٩٩٥، وإسناده صحيح]

”اے عتبہ بن فرقد! یہ مال جو تیرے پاس ہے، یہ نہ تیرا کمایا ہوا ہے، نہ تیرے باپ کا اور نہ تیری ماں کا۔ لہٰذا تو مسلمانوں کو ان کے گھروں میں اس چیز سے سیر کر جس سے تو خود اپنے گھر میں سیر ہوتا ہے۔ تمھیں عیش پسندی، مشرکین کے

طور طریقے اور ریشم پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے مگر اتنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی درمیان والی انگلی اور شہادت کی انگلی کو اٹھا کر ملایا (یعنی مرد کے لیے دو انگلیوں کے برابر ریشم لباس میں استعمال کرنا جائز ہے)۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو عوام کی آسائش کا بہت خیال تھا اور وہ حدیث کو حجتِ شرعیہ تسلیم کرتے تھے۔

اقربا پروری پر دینی خدمات کو ترجیح

ثعلبہ بن ابو مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینے کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کیں تو ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود بعض لوگوں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! یہ چادر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ام کلثوم بنت علی کو دے دیجیے، جو آپ کے عقد میں ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

《 أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ، وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ 》 [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب حمل النساء القرب إلى الناس في الغزو: ٢٨٨١، ٤٠٧١]

''(نہیں!) ام سلیط (رضی اللہ عنہا) اس کی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔'' ام سلیط رضی اللہ عنہا انصاری خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ خاتون احد کے دن مشکیں ہمارے لیے بھر بھر کر لاتی تھیں۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شرفِ صحابیت اور دینی خدمات کو دیگر امور پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ کہنے والے نے صرف یہ نہیں کہا کہ آپ اپنی بیوی کو دے دیجیے، بلکہ پہلے یہ کہا کہ وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں اور بعد میں یہ کہا کہ وہ آپ کی بیوی بھی

ہیں، تاکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بنا پر اپنی بیوی کو دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کب ایسی باتوں میں آنے والے تھے، انھوں نے وہی کیا جو حق وعدل کا تقاضا تھا۔

بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک

زید بن اسلم اپنے باپ اسلم رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''میں ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف گیا۔ راستے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک جوان عورت ملی۔ اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے، اللہ کی قسم! ان کے پاس نہ تو بکری کے پائے ہیں جنھیں پکا کر کھائیں، نہ کھیتی ہے اور نہ ہی دودھ کے جانور۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ فقر وفاقہ کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس کھڑے رہے، آگے نہیں بڑھے (جب اس عورت کی بات مکمل ہوئی) تو فرمایا: ((مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِیْبٍ)) ''ایسی قریبی تعلق داری کو خوش آمدید!'' پھر گھر گئے اور گھر میں بندھے ایک فربہ اونٹ پر دو بوریاں گندم وغیرہ سے بھر کر رکھ دیں، ان دونوں بوریوں کے درمیان کچھ خرچہ اور کپڑے وغیرہ بھی رکھ دیے، پھر اس کی نکیل اس عورت کے سپرد کی اور فرمایا:

((اِقْتَادِیْهِ فَلَنْ یَفْنٰی یَأْتِیَکُمُ اللّٰهُ بِخَیْرٍ))

''اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کوئی اور بہتر بندوبست کر دے گا۔''

ایک آدمی نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ نے تو اسے بہت زیادہ سامان دے دیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((ثَکِلَتْكَ أُمُّكَ، وَاللّٰهِ! إِنِّیْ لَأَرٰی أَبَا هٰذِهٖ وَأَخَاهَا، قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا

زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ، ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ ﴾ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية: ٤١٦٠، ٤١٦١]

''تیری ماں تجھے روئے، اللہ کی قسم! میں نے اس کے باپ اور بھائی کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ انھوں نے ایک قلعے کا طویل عرصے تک محاصرہ کیا، آخر کار اسے فتح کر لیا، پھر ہم صبح کے وقت ان دونوں کا حصہ مال غنیمت سے وصول کر رہے تھے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''اِقْتَادِيهِ فَلَنْ يَّفْنٰى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ'' (اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کوئی اور بہتر بندوبست کر دے گا) سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نظامِ حکومت میں بیواؤں کی خبر گیری کا مستقل اہتمام تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ ہے:

﴿ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلٰى رَجُلٍ بَعْدِي أَبَدًا ﴾ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان: ٣٧٠٠۔ صحيح ابن حبان: ٦٩١٧۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٢/ ٧١، ٧٢، ح: ١٦٤٤٥۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٤١٥۔ الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٥٦، ٢٥٧]

''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تو میں اہل عراق کی بیواؤں کے لیے اتنا کر دوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہیں رہیں گی۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ عراق کی بیواؤں کے علاوہ تمام بیواؤں کے معاش کا ایسا مستقل انتظام ہو چکا تھا کہ کوئی بیوہ عورت کسی کی محتاج نہیں تھی۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کچھ دن اور زندہ رہتے تو عراق کی بیواؤں کو بھی فارغ البال کر دیتے، لیکن اس بات کے کہنے کے تین دن بعد آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی اور عوام الناس میں مال کی تقسیم

مالک بن اوس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں دن چڑھے ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں ایک چوکی پر بیٹھے ہیں، اس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہیں تھا، آپ چمڑے کے ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا:

« يَا مَالُ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ »

''اے مالک! تمھاری قوم میں سے کئی گھر والے آئے ہیں، میں نے انھیں کچھ مال دیا ہے، تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو۔''

میں نے کہا: ''اچھا ہوتا، اگر آپ یہ کام کسی اور کو سونپتے۔'' آپ نے فرمایا: « خُذْهُ يَا مَالُ! » ''(نہیں) اے مالک! تم اسے قبضے میں لے لو (اور تقسیم کر دو)۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير ..... الخ: ۴۰۳۳۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء: ۴۹/ ۱۷۵۷]

مال داروں سے زیادہ غرباء کی رعایت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنی نامی غلام کو (سرکاری) چراگاہ کا نگران بنایا تو انھیں ہدایت کی:

« يَا هُنَيُّ! اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ. وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ، وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ، وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ، وَإِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ، فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ إِلَى نَخْلٍ وَزَرْعٍ، وَإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَأْتِنِي بِبَنِيهِ فَيَقُولُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! يَا أَمِيرَ

الْمُؤْمِنِينَ! أَفَتَارِكُهُمْ أَنَا، لَا أَبَا لَكَ؟ فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ أَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَايْمُ اللّٰهِ! إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنِّي قَدْ ظَلَمْتُهُمْ، إِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ، فَقَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْلَا الْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا ›› [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب إذا أسلم قوم في دار الحرب... الخ : ٣٠٥٩۔ موطأ إمام مالك، كتاب دعوة المظلوم، باب ما يتقي من دعوة المظلوم : ١ و إسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ٩٩، ح: ١٢٠٢٩]

’’اے ہنی! مسلمانوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھنا (ان پر ظلم نہ کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے ہر وقت بچتے رہنا، کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس چراگاہ میں تھوڑے اونٹ اور تھوڑی بکریاں رکھنے والوں کو داخلے کی اجازت دینا، لیکن عبدالرحمن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما (اور ان جیسے دیگر امیر لوگوں) کے مویشیوں کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا، کیونکہ اگر ان (اغنیاء) کے مویشی ہلاک ہوگئے تو یہ لوگ اپنے نخلستان اور کھیتوں سے اپنی معاش حاصل کر سکتے ہیں، لیکن اگر گنے چنے اونٹ اور گنی چنی بکریاں رکھنے والوں کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے بچوں کو لے کر میرے پاس آئیں گے اور فریاد کریں گے: ’’اے امیر المومنین! اے امیر المومنین!‘‘ تیرا باپ نہ رہے، کیا میں انھیں یونہی چھوڑ سکتا ہوں؟ انھیں پانی اور گھاس دینا میرے لیے انھیں سونا چاندی دینے سے آسان ہے۔ اللہ کی قسم! یہ لوگ گمان کریں گے کہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے، کیونکہ یہ زمین انھی کی ہے۔ انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں اس کے لیے لڑائیاں لڑی ہیں اور اسلام لانے کے بعد ملکیت کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے

ہاتھ میں میری جان ہے! اگر وہ اموال (گھوڑے وغیرہ) نہ ہوتے جن پر میں اللہ کی راہ میں لوگوں کو سوار کرتا ہوں تو میں ان کے علاقوں سے ایک بالشت زمین بھی چراگاہ نہ بناتا۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ رعایا کے اخراجات کے انتظام کی ذمہ داری حکومت پر ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔

آئندہ نسلوں کی معاش کا فکر

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئندہ آنے والی نسلوں کی معاش کے لیے بھی فکر مند رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

((لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ)) [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب الغنيمة لمن شهد الوقعة: ٣١٢٥]

''اگر مجھے مسلمانوں کی آئندہ آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جو بھی شہر فتح ہوتا اسے فاتحین میں اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔''

اموال کعبہ کی تقسیم کا ارادہ اور اتباع سنت

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ کعبہ میں جو سونا چاندی زمانۂ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا اسے لوگوں میں تقسیم کر دیں، تو ایک شخص شیبہ رحمہ اللہ نے کہا: ''(آپ ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ) آپ کے دونوں ساتھیوں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے تو ایسا نہیں کیا۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا)) ''وہ دونوں جلیل القدر انسان تھے، میں بھی انھی کی پیروی کر رہا ہوں (یہ کہہ کر اپنے ارادے سے باز

رہے ۔'' [بخاري، كتاب الحج، باب كسوة الكعبة: ١٥٩٤]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وظائف مقرر کرنا

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: '' (میرے والد محترم) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین میں سے ہر ایک کا وظیفہ چار چار ہزار (درہم) چار قسطوں میں مقرر کیا، جبکہ (اپنے بیٹے) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار (درہم) مقرر کیا، جب اس بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ وہ بھی مہاجرین میں سے ہے، پھر آپ نے اس کا وظیفہ چار ہزار (درہم) سے کم کیوں کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا:

((إِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ أَبَوَاهُ، يَقُولُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة : ٣٩١٢۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/ ٢٨، ح: ١٣٢٧٠]

''اس نے اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کی تھی۔'' اور فرماتے: ''ایسا شخص اس (مہاجر) کی طرح نہیں ہوسکتا جس نے تنہا ہجرت کی ہو۔''

معاش کی فراوانی

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کی معاشی حالت بہت بہتر ہوگئی تھی اور ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ جب کئی لوگوں کو جسم ڈھانپنے کے لیے دو کپڑے تک میسر نہ تھے۔ بعض کو ایک ہی کپڑا میسر ہوتا اور وہ اسی میں نماز ادا کرتا اور کسی کے پاس تو اتنا چھوٹا کپڑا ہوتا کہ سجدے میں شرم گاہ ظاہر ہو جاتی تھی۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ خوش حال ہو گئے اور کسی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوا)) [بخاري، كتاب الصلاة باب الصلاة، في

القميص ...... الخ: ٣٦٥]

"جب اللہ نے وسعت دی ہے تو تم بھی اس وسعت کا اظہار کرو۔"

تو اس حکم کی تعمیل میں لوگ دو دو کپڑوں میں نماز پڑھنے لگے۔ یہ ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اور اسلامی نظامِ معیشت کی برکات۔

دنیاوی خوشحالی میں مگن ہونے کا ڈر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے بارے میں ہمیشہ یہ خوف لاحق رہتا کہ کہیں وہ عیش و عشرت کے دلدادہ نہ ہو جائیں اور پھر اس کے نتیجے میں دنیا و آخرت کی جو برائیاں جنم لیتی ہیں ان کے شکار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ جب آذر بائیجان کا علاقہ فتح ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے گورنر عتبہ بن فرقد اور ان کے ساتھیوں کے نام درج ذیل خط لکھا:

« فَارْتَدُّوا وَاتَّزِرُوا وَأَلْقُوا السَّرَاوِيلَاتِ وَانْتَعِلُوا وَأَلْقُوا الْخِفَافَ وَارْمُوا بِالْأَغْرَاضِ وَاقْطَعُوا الرُّكُبَ وَانْزُوا عَلَى الْخَيْلِ نَزْوًا وَعَلَيْكُمْ بِالْعَرَبِيَّةِ وَتَمَعْدَدُوا وَاخْشَوْشِنُوا وَكُونُوا إِخْوَانًا وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ »

[أنساب الأشراف للبلاذري: ١٠/ ٣٧٢، و إسناده صحيح۔ بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث: ٢/ ٦٣٧، ح: ٦٠٨، و إسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٥/ ١٢١، ١٢٢، ح: ٢٠٩٩٥]

" (لوگو! تم عیش و عشرت کو چھوڑ کر) پہلے والی حالت پر لوٹ آؤ، تہ بند باندھو (اور عجمیوں کی طرز پر) شلواریں پہننا چھوڑ دو۔ (پہلے کی طرح مضبوط و سخت) جوتے پہنو اور (نرم و نازک) موزے چھوڑ دو، سواری پر زین و کاٹھی کسنا چھوڑ دو اور اس کی ننگی پشت پر سوار ہوا کرو، گھوڑے پر جمپ لے کر سوار ہوا کرو، اپنی زبان عربی بولنا اور سکھانا لازم پکڑو، (اپنے اصل عربوں کے) جد اعلیٰ معد بن

معدنان کی طرز کی سی دیہاتی وسادہ زندگی گزارو، محنت ومشقت والی زندگی گزارو،
آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور ناز ونعم والی زندگی سے بچو۔"

عمر فاروق

اقتصادی بحران میں مثالی کردار

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ اسلامی سلطنت ابتلا و آزمائش سے دو چار ہوئی۔ ان حالات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کیا تعامل رہا اور کس طرح آپ نے ان آفات و مصائب کا مقابلہ کیا، کون کون سے مادی وسائل اختیار کیے؟ کس بے قراری سے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور گریہ وزاری کر کے ان آزمائشوں کا مقابلہ کیا؟ یہ منظر الفاظ کے قالب میں یوں ڈھلتا ہے۔ سفینہ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

« وَكَانَ أَبْيَضَ وَإِنَّمَا تَغَيَّرَ لَوْنُهُ عَامَ الرَّمَادَةِ حَلَفَ أَنْ لَّا يَأْكُلَ إِدَامًا حَتّٰى يَنْكَشِفَ عَنِ النَّاسِ، فَلِذٰلِكَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ » [الآحاد و المثاني لإمام أبي بكر ابن أبي عاصم، ص: ١٩، وإسناده حسن لذاته]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سفید رنگ کے تھے، لیکن قحط سالی کے سال ان کا رنگ بدل گیا تھا، کیونکہ انھوں نے قسم کھا لی تھی کہ اس وقت تک گھی استعمال نہیں کریں گے جب تک قحط سالی ختم نہیں ہو جاتی (اور لوگ خوش حال نہیں ہو جاتے) سو اسی وجہ سے ان کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا، اللہ ان سے راضی ہو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیٹ سے قحط سالی کے سال کھانے میں صرف تیل کے استعمال کی وجہ سے گڑگڑاہٹ کی آواز آنے لگی، کیونکہ

انھوں نے لوگوں کی خوش حالی تک گھی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ (گڑگڑاہٹ کی آواز سن کر) اپنے پیٹ کو انگلی سے دباتے ہوئے فرمانے لگے:

« تَقَرْقَرْ تَقَرْقُرَكَ إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ عِنْدَنَا غَيْرُهُ حَتَّى يَحْيَا النَّاسُ » [الطبقات الكبرى لابن سعد: ٣/ ٢٣٨، وإسناده صحيح۔ كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح: ٦٠٨، و هذا من زيادات عبد الله حلية الأولياء: ١/ ٨٤، ح: ١١٥۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٤٦، ٣٤٧]

”تو جس قدر چاہے گڑگڑا لے، ہمارے پاس اس (تیل) کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جب تک کہ تمام لوگ خوش حال نہیں ہو جاتے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں کو خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا، تو گھی مہنگا ہو گیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گھی کھایا کرتے تھے، جب وہ کم ہو گیا تو فرمانے لگے: ”میں اس وقت تک گھی نہیں کھاؤں گا جب تک لوگ نہیں کھائیں گے۔“ تو وہ عام خوردنی تیل پر گزارا کرنے لگے، اس کے نتیجے میں ان کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہونے لگی۔ ایک دفعہ ان کے پیٹ سے گڑگڑ کی آواز آئی تو پیٹ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے:

« تُقَرْقِرُ، لَا وَاللهِ! لَا تَأْكُلُهُ، يَعْنِي السَّمْنَ حَتَّى يَأْكُلَهُ النَّاسُ » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٣٨، و إسناده صحيح۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ١٠/ ٣٩٢]

”تو جتنا مرضی گڑگڑا لے، اللہ کی قسم! جب تک لوگ گھی نہ کھا سکیں گے تجھے بھی میسر نہیں آئے گا۔“

یہ تھے خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنھوں نے اسلامی حکمرانی کی بے مثل مثال قائم کی۔ انھوں نے رعایا کو ترجیح دی اور اپنی ذات کو بھلا دیا۔ ان کے دورِ خلافت میں عام لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے کہیں بہتر کھانا کھاتے تھے، مگر وہ سادا غذا پر اکتفا کرتے تھے۔ وہ رعایا کے متعلق احکامات پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ خود عمل کرتے تھے۔ وہ زندگی کی

مشقتیں رعایا سے کہیں زیادہ خود برداشت کرتے تھے۔ وہ نہ صرف خود پر بلکہ اپنے تمام خاندان پر سرکاری ضابطوں کا سب سے پہلے اطلاق فرماتے تھے۔

قحط سالی میں اپنے خاندان پر سرکاری ضابطوں کا اطلاق

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قحط سالی میں اپنے آپ پر گوشت کھانا اس وقت تک حرام کر لیا تھا جب تک کہ عام لوگ گوشت کھانے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ ان دنوں ان کے بیٹے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیڑ یا بکری کا ایک چھوٹا بچہ تھا، تو انھوں نے اسے (ذبح کر کے پکنے کے لیے) تندور پر رکھ دیا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گوشت بھننے کی خوشبو محسوس کی تو اس خوشبو کی سمت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چل دیے اور کہنے لگے: ''میرا خیال نہیں ہے کہ میرے اہل خانہ میں سے کسی نے جرأت کی ہو۔'' پھر اپنے غلام اسلم سے کہا: ''جاؤ اور دیکھو کہ گوشت بھننے کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے۔'' اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے جا کر دیکھا تو آپ کے بیٹے عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے تندور سے خوشبو آ رہی تھی۔'' اسلم کو دیکھ کر سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے راز پر پردہ ڈالیں، اللہ آپ کے عیبوں پر پردہ ڈالے۔'' اسلم کہنے لگے: ''(ایسے نہیں ہو سکتا، کیونکہ) امیر المومنین نے مجھے اس یقین پر بھیجا ہے کہ میں ان سے جا کر غلط بیانی نہیں کروں گا۔'' پھر خود ہی سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے تندور سے نکالا اور جا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا اور معذرت کی کہ میرے علم میں نہیں تھا (کہ آپ نے اپنے آپ پر تب تک گوشت حرام قرار دیا ہوا ہے جب تک کہ رعایا گوشت کھانے کے قابل نہیں ہو جاتی)، پھر سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''بھیڑ یا بکری کا یہ بچہ میں نے اپنے بیٹے کے لیے خریدا تھا، لیکن مجھے گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تو میں نے اسے ذبح کر لیا۔'' [الطبقات الکبری لابن سعد: ٣/ ٢٣٨، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ المدينة المنورة للنميري: ١/ ٣٩٢، ح: ١٢٤٠۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ١٠/ ٣٩٢۔ عمر بن عبد الرحمن صدوق حسن الحديث، وثقه الحاكم بتصحيح حديثه ووافقه الذهبي وابن الملقن۔ انظر مستدرك حاكم: ١/ ١٩٣، ح: ٦٩٦]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مدینہ میں (قحط کی وجہ سے) غلہ مہنگا ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ ''جو'' کا آٹا استعمال کرنے لگے (جس کی وجہ سے) ان کے پیٹ نے گڑگڑانا شروع کر دیا، تو انھوں نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

«وَاللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا مَا تَرَى حَتّٰى يُوَسِّعَ اللّٰهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ» [تاريخ المدينة المنورة للنميري : ١/ ٣٩٤، ح : ١٢٤٧، وإسناده صحيح]

''اللہ کی قسم! جب تک تمام مسلمان خوش حال نہیں ہو جاتے اس وقت تک تیرے لیے (میرے پاس) وہی کچھ ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔''

قحط سالی کے خاتمے کے لیے رب کے حضور مناجات

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ''عام الرمادہ'' یعنی قحط سالی والے سال جو تمام دنیاوی مصیبتوں میں سے سخت مصیبت والا سال تھا، اس سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیہاتیوں کو اونٹ، گندم، تیل اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء دے کر ان کی بھرپور مدد کی، جب ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ختم ہونے کے قریب پہنچ گئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَهُمْ رُؤُوْسَ الْجِبَالِ»

''اے اللہ! ان کا رزق پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دے۔''

(یعنی رحمت کی خوب بارش برسا، تاکہ کھیت وکھلیان اور پہاڑوں کی چوٹیاں سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگیں، کیونکہ عام دیہاتی لوگوں کی گزر بسر اور نظامِ معیشت اونٹ بکریاں چرانا یعنی گلہ بانی تھا۔ جب پہاڑ سرسبز و شاداب ہو جائیں گے تو ان کے جانور خوب چریں گے اور ان کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے اور یوں ان کی معاشی حالت جلد ہی بہتر ہو جائے گی) سو اللہ تعالیٰ نے ان کی اور تمام مسلمانوں کی دعا قبول کی، دورانِ بارش

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمانے لگے:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَوَاللّٰهِ! لَوْ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُفَرِّجْهَا مَا تَرَكْتُ أَهْلَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ لَهُمْ سَعَةٌ إِلَّا أَدْخَلْتُ مَعَهُمْ أَعْدَادَهُمْ مِنَ الْفُقَرَاءِ، فَلَمْ يَكُنِ اثْنَانِ يَهْلِكَانِ مِنَ الطَّعَامِ عَلَى مَا يُقِيمُ وَاحِدًا » [الأدب المفرد للبخاري، باب المواساة في السّنة و المجاعة: ٥٦٢ـ و إسناده صحيح]

”تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں، اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات نہ دیتا تو میں مسلمانوں کے گھروں میں سے کسی بھی صاحبِ استطاعت گھر کو صرف اس اہل خانہ ہی پر مشتمل نہ چھوڑتا بلکہ ان کی تعداد کے تناسب سے اتنے ہی غریب و مسکین اور لاچار مسلمانوں کو ان کے ساتھ کھانے پینے میں شامل کر دیتا، کیونکہ جو کھانا ایک آدمی کو (اچھی طرح) کفایت کرتا ہے، اگر اسے دو آدمیوں میں تقسیم کیا جائے تو وہ دونوں بوجہ بھوک کے کبھی ہلاک نہیں ہوں گے۔“

قحط زدہ لوگوں کو مال و اسباب سے نوازنا

ثقہ تابعی جراد بن طارق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ان کے پاس بنوتمیم کا ایک مضبوط و توانا آدمی آیا (گویا کہ وہ اپنی قوم کا سردار ہو)، عرض کرنے لگا: ”اے امیر المومنین! میں اور میرے اہل و عیال (قحط سالی کی وجہ سے) تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔“ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے) ہاتھ پر ہاتھ مارا اور (اس کا جملہ دہراتے ہوئے) کہا: ”میں اور میرے اہل و عیال تباہ و برباد ہو گئے۔“ پھر آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں، گویا کہ مشکیزے کا منہ کھول دیا گیا ہو، پھر اس شخص سے کہا: ”اگر تو مجھے اور میری چھوٹی بہن کو دیکھتا کہ جب ہم دونوں اپنے والدین کے اونٹ چرانے کے لیے لے جاتے

تھے، صبح ناشتے میں ہمیں ہماری ماں اندرائن (تمّہ) کے پسے ہوئے پھل سے ایک ایک مٹھی (خشک سفوف) دیتی تھی۔ رات کو وہ اپنی چادر ہم پر ڈال دیتی اور ہم اس کے نیچے آرام کرتے اور جب سورج طلوع ہوتا تو وہ چادر میں اپنی بہن کو دے دیتا اور میں خود بنا قمیص پہنے اونٹ چرا اس کے ساتھ نکل جاتا تھا۔ تو جب ہم اپنی ماں کے پاس واپس آتے تو اس نے اسی پسے ہوئے اندرائن، آٹے اور گھی سے ہمارے کھانے کے لیے حلوہ نما کوئی چیز تیار کی ہوتی تھی اور ہم اسے بطور شام کا کھانا کھا لیتے تھے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(ہائے اس وقت کی بھوک اور آج) یہ خوش حالی۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

«أَعْطُوهُ رُبَعَةً مِنْ غُنُمِ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَمَا تَبِعَهَا»

''اس شخص کو صدقے کے جانوروں میں سے بھیڑ بکریوں کا چوتھا حصہ اور جانوروں کے وہ بچے جو اپنے والدین سے پیچھے ہو جائیں دے دیے جائیں۔''

جراد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ان جانوروں کے ساتھ دو وہ بھیڑیں یا بکریاں بھی نکل گئیں جو دوسری بھیڑوں یا بکریوں کے بچوں کو بھی دودھ پلاتی تھیں اور میں نے کسی سے حسد نہیں کیا، سوائے اس تمیمی شخص کے۔'' [كتاب الأموال لابن زنجويه: ٣/ ١٢٠٤۔ ١٢٠٦، ح: ٢٢٧١، و إسناده حسن لذاته۔ كتاب الأموال لأبي عبيد: ٣/ ٢٨٢، ح: ١١٨٦، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣١٦، ٣١٧]

دیگر شہروں سے مدد کا حصول

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ''عام الرمادہ'' (یعنی خشک سالی کے سال) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، جس کے مندرجات یہ تھے:

«مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَخْبَرَنِي الْعُمَرِيُّ مَا تُبَالِيْ إِذَا سَمِنْتَ وَمَنْ قِبَلَكَ أَنْ أَعْجِفَ وَمَنْ قِبَلِي،

وَ يَا غَوْثَاهُ))

''اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے عمرو بن عاص کے نام! السلام علیک، اما بعد! کیا تو مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں سب کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھتا رہے گا اور تو اور جو تیرے ساتھ ہیں سب کو لے کر عیش کی زندگی گزارے گا، مدد و تعاون کی ضرورت ہے۔ مدد و تعاون بھیجنے میں جلدی کرو۔''

چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جب یہ خط ملا تو انھوں نے جواب تحریر کیا: ''السلام علیک، اما بعد! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں (آپ کے پاس امداد ضرور پہنچے گی)۔ میں آپ کے پاس غلے سے لدا ہوا اتنا عظیم قافلہ روانہ کرنے والا ہوں جس کا اگلا سرا آپ کے پاس اور آخری حصہ میرے پاس ہوگا، ساتھ ہی میں اس تلاش میں ہوں کہ سمندری راستے سے بھی کچھ امداد بھیج سکوں۔'' جب اس قافلے کا پہلا حصہ پہنچ گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ اس قافلے کو لے کر سب سے پہلے نجد والوں کے پاس پہنچو، ان میں سے جس گھرانے کے لوگوں کو مجھ تک بھیج سکتے ہو انھیں میرے پاس بھیجو اور جو گھرانے آنے کے قابل نہ ہوں انھیں ایک ایک اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ دے دو اور انھیں بتا دو کہ ہر ایک اپنے لیے دو چادریں لے، ایک سردی کے لیے اور ایک گرمی کے لیے، نیز ان سے کہہ دو کہ اونٹ کو ذبح کر لیں اور اس کی چربی محفوظ رکھ لیں اور اس کے گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کر لیں، پھر چربی اور آٹے سے تیار کردہ خوراک اپنی غذا بنالیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی روزی کشادہ کر دے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے اس ذمہ داری کی ادائیگی سے معذرت کر لی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! تو اس جیسی چیز نہیں پائے گا (جو تجھے اس ذمہ داری کے ادا کرنے کے صلہ میں ملے گی) حتی کہ تو یہ دنیا چھوڑ جائے۔'' پھر طلحہ رضی اللہ عنہ کو کہا، انھوں نے بھی معذوری ظاہر کی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی (کہ جو لوگ مدینہ کے اردگرد میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں ان

میں یہ خوراک تقسیم کر دو)۔ چنانچہ جب ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تقسیم کر کے واپس ہوئے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک ہزار دینار بھیجے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابن خطاب! میں نے یہ کام آپ کے لیے نہیں کیا، میں نے یہ سب صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے، میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں اسی طرح عامل بننے پر کچھ مال دیا تھا، ہم نے اسے ناپسند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بات کا انکار کیا (اور ہمیں وہ مال دیا) لہٰذا تو بھی یہ مال لے لے اور اسے اپنی دنیا اور دین کی بھلائی کے کاموں میں استعمال کر۔'' تو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ مال قبول کر لیا۔ [مستدرك حاكم: ١/ ٤٠٥، ٤٠٦، ح: ١٤٧١، وإسناده حسن لذاته۔ وصححه الحاكم ووافقه الذهبي و صححه ابن خزيمة: ٢/ ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠١٦، ح: ٢٣٦٧، و ٣/١٣٤٥، ١٣٤٦، ح: ٣١٨٨۔ الأحاديث المستدركة من إتحاف المهرة، انظر الإتحاف المهرة: ١٢/ ٨٧،٨٨، ح: ١٥١٣٦۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ٣٥٤، ٣٥٥، وبكر بن سهل الدمياطي صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

خشک سالی میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قحط سالی میں غیر مسلموں کے بارے میں فرمایا:

« اُرْفُقُوا بِهِمْ وَلَا تُكْثِرُوا عَلَيْهِمْ فَإِنَّمَا هُمْ بِمَنْزِلَةِ الْيَبِيسِ، إِنْ رَفَقْتَ بِهِ اسْتَمْتَعْتَ بِهِ وَإِنْ خَرَقْتَ بِهِ كَسَرْتَهُ » [تاريخ المدينة المنورة للنميري : ١/ ٣٩٥، ح: ١٢٥٣، وإسناده صحيح، نسخة أخرى: ٢/ ٧٤٥]

''ان سے نرمی اور شفقت سے پیش آؤ اور ان پر زیادہ جزیہ لاگو نہ کرو، کیونکہ ان کی مثال خشک ٹہنی کی سی ہے، اگر تم اسے نرمی سے استعمال کرو گے تو اس سے مستفید ہوتے رہو گے اور اگر نرمی کے بجائے نادانوں کی طرح استعمال کرو گے تو اسے توڑ دو گے (گنوا بیٹھو گے)۔''

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی کس قدر نرمی وشفقت برتنے کی ترغیب دے رہے ہیں، جو نہ تو کفار نوازی ہے، اور نہ ہی انھیں چکی کے دو پاٹوں میں پیسنے کے مترادف ہے۔

اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عاملینِ جزیہ کو یہ خط لکھا: ''جزیہ صرف ان لوگوں پر لاگو کیا جائے جو بالغ ہیں، عورتوں اور بچوں پر جزیہ لاگو نہ کیا جائے۔'' [کتاب الأموال لابن مخلد بن زنجویه: ۱/ ۱۵۱، ح: ۱۴۳، وإسناده صحیح۔ کتاب الخراج لإمام یحیی بن آدم، ح: ۲۳۱۔ السنن الکبری للبیهقي: ۱۴/ ۳۶، ح: ۱۹۲۱۲، ۱۹۲۱۳۔ مصنف ابن أبي شیبة: ۶/ ۴۳۱، ح: ۳۲۶۲۶، ۳۲۶۳۰]

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عاملینِ جزیہ کو یہ پیغام بھی دیا تھا کہ جن لوگوں پر جزیہ لاگو ہے ان کی گردنوں میں (بطور علامت) کوئی خاص نشانی مقرر کی جائے اور جزیہ رئیس وامیر لوگوں سے وصول کیا جائے اور اس کی شرح یہ ہے:

1. جن لوگوں کے پاس چاندی ہے ان سے چالیس درہم لیے جائیں گے اور اس کے ساتھ وہ (بھوکے اور مسافر) مسلمانوں کو کھانا بھی کھلائیں گے۔
2. جن کے پاس سونا ہے ان سے (ہر سال) چار دینار لیے جائیں۔
3. اہل شام کے غیر مسلموں سے (ہر فصل پر) دو مد گندم اور سوا تین کلو تیل وصول کیا جائے۔
4. اہل مصر سے ایک من سولہ کلو گندم، ایک جوڑا کپڑے کا اور شہد وصول کیا جائے۔
5. اہل عراق سے پندرہ صاع گندم وصول کی جائے۔ [مصنف ابن أبي شیبة: ۶/ ۴۳۱، ح: ۳۲۶۳۰، و إسناده صحیح۔ موطأ إمام مالك، کتاب الزکاة، باب جزیة أهل الکتاب والمجوس: ۴۳، و إسناده صحیح۔ السنن الکبری للبیهقي: ۱۴/ ۲۹، ۳۰، ۳۱، ح: ۱۹۱۹۳، ۱۹۱۹۴، ۱۹۱۹۸۔ تاریخ دمشق: ۲/ ۱۸۴]

قحط سالی میں عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروانا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑتا تو آپ رضی اللہ عنہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے پانی کے لیے دعا کرواتے اور کہتے:

« اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ » [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا : ۱۰۱۰]

''اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لایا کرتے تھے تو تو (ان کی دعا کی برکت سے) ہم پر پانی برساتا تھا، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، تو (تو ان کی دعا کی برکت سے) ہم پر پانی برسا۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''پھر خوب بارش برستی۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کہ پہلے ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے توسل اختیار کرتے تھے اور اب ہم ان کے چچا کے ذریعے سے توسل اختیار کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو ہم ان سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے لیے دعا کریں اور ہم ان کی دعا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رفیقِ اعلیٰ کے پاس چلے گئے ہیں، اس لیے ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم ان سے دعا کے لیے کہیں اور ان کی دعا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل

کریں، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے دعا کریں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ سے یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو اپنے نبی کی جاہ وقدر اور ان کی منزلت کی وجہ سے ہمیں سیراب کر اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت کی وجہ سے ہمیں سیرابی عطا فرما۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ اس طرح کی دعا بدعت ہے اور توسل غیر شرعی کی اقسام میں سے ہے، کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی بنیاد ہے نہ سلف صالحین میں سے کسی نے اس طرح کی دعا کی ہے۔

عہد فاروقی میں طاعون کی وبا

۱۸ ہجری میں ایک بھیانک و ہولناک حادثہ پیش آیا، جسے تاریخ اسلام میں ''طاعون عمواس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے۔ جب مقام سرغ پہنچے (جو جزیرۃ العرب کی حدود پر شام سے متصل ایک بستی ہے) تو ان سے اجناد کے لوگوں نے ملاقات کی (اجناد سے مراد شام کے پانچ شہر ہیں، یعنی فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور قنسرین)۔ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انھیں بتایا کہ ملک شام میں (طاعون کی) وبا پھیل گئی ہے۔'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((اُدْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ)) ''میرے پاس ہجرت میں پہل کرنے والوں کو بلاؤ۔'' (مہاجرین اولین وہ لوگ ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو) میں نے انھیں بلایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشاورت کی اور انھیں شام میں پھیلی ہوئی وبا کے متعلق خبر دی تو انھوں نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا، آپ ایک اہم کام کے لیے نکلے ہیں، اس لیے ہم آپ کا واپس لوٹنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بعض نے کہا، تمھارے ساتھ وہ لوگ ہیں جو (پہلے لوگوں میں سے) باقی رہ گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم انھیں وبائی ملک میں لے جانا مناسب نہیں سمجھتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((اِرْتَفِعُوا عَنِّي)) ''اب تم لوگ جاؤ۔'' پھر فرمایا: ((اُدْعُ لِي الْأَنْصَارَ)) ''اب انصار کو بلاؤ۔'' میں نے انھیں بلایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشاورت کی تو یہ بھی

مہاجرین کے راستے پر چلے اور انھی کی طرح اختلاف کرنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اِرْتَفِعُوا عَنِّي » ''اب تم لوگ جاؤ۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أُدْعُ لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ »

''اب تم قریش کے ان عمر رسیدہ لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے (یا فتح کے ساتھ ہی) مسلمان ہوئے ہیں۔''

میں نے انھیں بلایا اور ان میں سے کسی دو افراد نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ سب نے کہا، ہم یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور انھیں وبا کے سامنے نہ کیجیے۔ آخر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کر دی:

« إِنِّي مُصْبِحٌ عَلَى ظَهْرٍ، فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ »

''میں صبح کو اونٹ پر سوار ہوں گا (اور مدینہ لوٹوں گا) تم بھی سوار ہو جاؤ۔''

تو سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہو؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ، نَعَمْ! نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَتْ لَكَ إِبِلٌ فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ »

''اے ابو عبیدہ! اگر یہ بات آپ کے علاوہ کوئی اور کہتا (تو میں اسے سزا دیتا)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی ان کی مخالفت کرے۔ (پھر فرمایا) ''ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔ کیا اگر تمھارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایک وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں، ایک کنارہ سرسبز و شاداب ہو اور دوسرا خشک و خراب ہو اور تم

اپنے اونٹوں کو سرسبز و شاداب کنارے میں چراؤ تو اللہ کی تقدیر سے چرایا اور جو خشک اور خراب میں چراؤ تب بھی اللہ کی تقدیر سے چرایا (یعنی جیسے اس چرواہے پر کوئی الزام نہیں ایسے ہی میں بھی اپنی رعیت کا چرانے والا ہوں، جو ملک اچھا معلوم ہوتا ہے میں انھیں ادھر لے جاتا ہوں اور یہ کام تقدیر کے خلاف نہیں، بلکہ عین تقدیر الٰہی ہے)۔''

اتنے میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے، وہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، میرے پاس اس مسئلہ کی دلیل موجود ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

« إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ »

''جب تم سنو کہ کسی ملک میں (طاعون کی) وبا پھیلی ہوئی ہے، تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں وبا پھیل جائے تو وہاں سے نہ بھاگو۔''

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا (کہ ان کی رائے حدیث کے موافق قرار پائی) اور واپس لوٹ آئے۔ [مسلم، کتاب الطب، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها : ۲۲۱۹۔ بخاري : ۵۷۲۹]

طاعونِ عمواس کے شہداء

طاعون عمواس کی وجہ سے شہادت پانے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ثقہ محدث امام ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں سیدنا ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت پائی۔ [البداية والنهاية لابن كثير : ۷/ ۹۰، السنة ۱۸ ھ]

علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ نے ان صحابہ کے ساتھ درج ذیل شخصیات کا بھی تذکرہ کیا

ہے : سیدنا حارث بن ہشام، سہیل بن ابی عمرو، عتبہ بن سہیل اور سیدنا عامر بن غیلان ثقفی رضی اللہ عنہم۔[الکامل لابن أثیر : ۱/ ۴۴۹]

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب شام میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور اس کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو طاعون سے نکالنے کی غرض سے ان کے نام ایک خط تحریر کیا، جس کا مضمون یہ تھا: ''مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، جس کی وجہ سے آپ کا مجھ سے ملنا ضروری ہے۔ اس لیے میرا یہ خط اگر آپ کو رات کو ملے تو میں آپ کو پابند کرتا ہوں کہ آپ صبح ہونے سے پہلے میری طرف چل پڑیں اور اگر دن کو ملے تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ شام سے پہلے میری طرف چل پڑیں۔''

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ امیر المومنین کو میرے ساتھ کیا کام ہے، ان کا مقصد مجھے اس وبا سے بچانا ہے۔ انھوں نے امیر المومنین کو خط کا جواب یوں تحریر کیا: ''اے امیر المومنین! میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں، انھیں چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں اور مجھے اس ضروری کام کا علم ہوگیا ہے جو آپ کو مجھ سے ہے، آپ مجھے اس وبا سے بچانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا (امیر المومنین!) جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو مجھے اپنے عزم و ارادے سے آزاد کر دیجیے اور مجھے اپنی فوج میں رہنے دیجیے۔''

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب نامہ پڑھا تو ان کے آنسو جاری ہوگئے اور وہ رونے لگے، لوگوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! کیا ابوعبیدہ کی وفات ہوگئی؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں، لیکن معاملہ کچھ اسی طرح کا ہے۔'' پھر آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ آپ مہاجرین کو یہاں سے جابیہ کی طرف لے جائیں جو بلند اور صاف ستھری زمین ہے۔

چنانچہ جب امیر المومنین کا یہ خط ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ان کے شایان شان جگہ میں ٹھہرائیں۔ (وہ

گھر گئے تو) دیکھا کہ ان کی بیوی بھی طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو چکی ہے۔ وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھیں صورت حال سے آگاہ کیا، لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھی طاعون نے آدبوچا، تو وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! میں بھی اس میں مبتلا ہو گیا ہوں۔'' اور پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اس بیماری کی وجہ سے وفات ہوگئی۔ [مسند الشاشي للإمام أبي سعيد الهيثم بن كليب الشاشي: ٢/ ٩٣، ٩٤، ح: ٦١٨، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٢٥/ ٤٨٣، ٤٨٤۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٢٦٢، ح: ٥١٤٦۔ الجزء المفقود من تهذيب الآثار للطبري: ١/ ٨٥، ٨٦، ح: ١١٣، وإسناده صحيح۔ شرح معاني الآثار للطحاوي: ٤/ ١٢١، ١٢٢، ح: ٦٨٩٧، ٦٨٩٨]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طاعون سے وفات

ثقہ تابعی ابومنیب الجرشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب ملک شام میں طاعون کی وبا پھوٹی تو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

«إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ رَحْمَةُ رَبِّكُمْ، وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ، وَمَوْتُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ لِآلِ مُعَاذٍ حَظَّهُمْ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ» [المعجم الكبير للطبراني: ٢٠/ ١٢١، ١٢٢، ح: ٢٤٣، وإسناده حسن لذاته]

''یہ وبا (یعنی طاعون) تمھارے لیے تمھارے رب کی طرف سے رحمت ہے، تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا سبب ہے۔ اے اللہ! اس طاعون سے آل معاذ کے لیے بھی حصہ مقرر کر دے۔''

مسند احمد کی روایت میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دعا کے یہ الفاظ مروی ہیں:

«اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْ عَلٰى آلِ مُعَاذٍ نَصِيبَهُمْ مِنْ هٰذِهِ الرَّحْمَةِ»

''اے اللہ! اس رحمت سے آل معاذ کا حصہ بھی مقرر کر دے۔''

پھر وہ خطبہ والی جگہ سے اترے اور اپنے بیٹے عبدالرحمن کے پاس گئے تو (وہ اس وبا میں مبتلا ہو چکے تھے) انھوں (عبدالرحمن) نے اپنے والد محترم سے قرآن کی زبان میں کہا:

﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [البقرة: ١٤٧]

''یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیٹے کی یہ بات سن کر بزبان قرآن کہا:

﴿سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ [الصافات: ١٠٢]

''(اے میرے بیٹے!) اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔''

[مسند أحمد: ٥/ ٢٤٠، ح: ٢٢١٤٦، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٣٥/ ٤٣٩، ٤٤٠۔ و أبو المنيب صدوق ثقة حسن الحديث وثقه ابن حبان والعجلي و ابن حجر]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ طاعون عمواس ہی میں شہید ہوئے تھے۔[تاريخ دمشق: ٥٨/ ٤٥٥، وإسناده حسن لذاته من قول ابن إسحاق الصدوق]

لشکر کی قیادت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سپرد

سیدنا ابوعبیدہ اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اسلامی لشکر کی قیادت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی، آپ نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّهُ رِجْزٌ، فَتَفَرَّقُوا عَنْهُ»

''(لوگو!) یہ عذاب ہے، سو اس سے بچنے کے لیے منتشر ہو جاؤ۔''

تو سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

«إِنَّهَا رَحْمَةُ رَبِّكُمْ، وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ، وَمَوْتُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، فَاجْتَمِعُوا لَهُ وَلَا تَفَرَّقُوا عَنْهُ»

''یہ وبا (طاعون) تمھارے رب کی رحمت ہے اور تمھارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی موت کا سبب ہے، سو اس سے بچنے کے لیے ادھر اُدھر بھاگنے کے بجائے سب اس کے لیے جمع ہو جاؤ۔''

جب سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو کہنے لگے: ''شرحبیل نے سچ کہا ہے۔''
[صحیح ابن حبان : ۲۹۵۱، وإسنادہ حسن لذاتہ۔ مسند أحمد : ٤/ ۱۹٦، ح : ۱۷۷٦۹، ۱۷۷۷۰]

طاعون عمواس زدگان میں تقسیم وراثت

سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس زدگان میں تقسیم وراثت کے وقت درج ذیل فیصلہ کیا تھا:

① فوت شدگان کے ورثا جب باپ کی طرف سے نسبت میں برابر ہوں گے تو پھر جو بھائی ماں کی طرف سے ایک ہوں گے وہ مال کے زیادہ حق دار ہیں۔

② فوت شدگان کے ورثا میں سے جو باپ کے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ مال کا دوسروں کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔ [السنن الکبری للبیهقي : ۹/ ۳۰٤، ح : ۱۲٦۳۱، إسنادہ حسن لذاتہ۔ سنن الدارمي : ۲/ ٤٦۳، ٤٦٤، ح : ۲۹۸۲، وإسنادہ صحیح۔ روایات هشام بن حسان عن محمد بن سیرین محمولة علی السماع، إلی ذلك أشار علي بن المدیني، انظر کتاب الجرح والتعدیل : ۹/ ۷۱، ت : ۲۲۹، و إسنادہ صحیح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ذرائع آمدنی بہت وسیع ہو گئے تھے۔ جہادی لشکروں نے بڑے بڑے شہروں اور ملکوں کو فتح کر لیا تھا۔ مختلف قومیں ان کے سامنے سرنگوں ہو گئی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جیسے جیسے آمدنی کے ذرائع بڑھتے رہے آپ رضی اللہ عنہ بھی اس کی تنظیم کرتے رہے۔ گویا آپ نے مالیاتی نظام کو دیوان و دفاتر کی تنظیم و تربیت کے ذریعے سے ترقی دی اور ان کی نگرانی کے لیے افسران بھی مقرر کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ذرائع آمدنی میں زکوۃ، غنائم، مالِ فے، جزیہ، خراج اور تاجروں کے انکم ٹیکس شامل تھے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

زکوٰۃ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ کے نظام کو منظم شکل دی اور باقاعدہ ''بیت الزکوۃ'' قائم کیا۔ زکوۃ کی وصولی کے لیے محصلین کو بھیجا۔ نیز وصولیٔ زکوۃ میں عدل پروری کی صفت کو لازم پکڑا۔ چنانچہ اسی نظام میں عدل کی روح کو تازگی بخشتے ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے محصل کو ڈانٹ بھی پلائی جس نے زکوۃ میں زیادہ دودھ دینے والی اور بڑے تھنوں والی بکری وصول کی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا أَعْطَى هٰذِهِ أَهْلُهَا وَهُمْ طَائِعُونَ، لَا تَفْتِنُوا النَّاسَ لَا تَأْخُذُوا حَزَرَاتِ الْمُسْلِمِينَ، نَكِّبُوا عَنِ الطَّعَامِ)) [موطأ إمام مالك، كتاب

الزكاة، باب النهي عن التضييق على الناس في الصدقة : ٢٨، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي : ٤/ ١٥٨۔ مسند الشافعي : ١/ ٩٨، ح : ٤٤٧۔ كتاب الأموال لابن زنجويه : ٣/ ٣٢٣، ح : ١٢٢٣]

''اس بکری کے مالک نے اسے بخوشی تمھیں نہیں دیا ہے، لوگوں کو آزمائش میں مت ڈالو، (زکوۃ میں) مسلمانوں کے عمدہ مال نہ لو، (لوگوں کے) رزق کو (ان کے لیے) چھوڑ دو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ محصلین زکوۃ کو نصیحت کرتے تھے کہ جب تم کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ تو باغات کے مالکان پر نرمی کرو، جیسا کہ سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کھجوروں کے باغات کے پھلوں کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا اور فرمایا:

« إِذَا أَتَيْتَ عَلَى أَرْضٍ فَاخْرُصْهَا وَ دَعْ لَهُمْ قَدْرَ مَا يَأْكُلُونَ » [مسند مسدد المطالب العالية لابن حجر : ٣/ ٩٨، ح : ٩٤٦، وقال ابن حجر إسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٢/ ٤١٥، ح : ١٠٥٦٠۔ مصنف عبد الرزاق : ٤/ ١٢٩، ح : ٧٢٢١۔ السنن الكبرى للبيهقي : ٦/ ١٠۔ شرح معاني الآثار : ٢/ ٤٠، ح : ٢٨٥٩۔ مستدرك حاكم : ١/ ٤٠٢، ح : ١٤٦٥]

''جب تو کسی باغ کا تخمینہ لگائے تو ان کے کھانے کی کھجوروں کو چھوڑ کر تخمینہ لگانا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس شہد سے عشر کے حساب سے زکوۃ لیا کرتے تھے جسے اس وادی سے نکالا گیا ہوتا جو حکومت کے زیر نگرانی ہوتی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''بنومتعان کا ایک بلال نامی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شہد کا عشر لے کر آیا اور آپ سے درخواست کی کہ ''سلبہ'' وادی اس کے نام کر دی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ وادی اس کے نام کر دی۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو سفیان بن وہب رضی اللہ عنہ نے تحریراً آپ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تحریراً جواب دیا:

« إِنْ أَدَّى إِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنْ عُشُوْرِ نَحْلِهِ فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ، وَإِلَّا فَإِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَأْكُلُهُ مَنْ يَّشَاءُ » [أبو داؤد، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل : ١٦٠٠، و إسناده حسن لذاته۔ نسائي : ٢٥٠١۔ طبراني كبير : ٧/ ٦٧، ح : ٦٣٩٣۔ ابن خزيمة : ٢٣٢٤]

''اگر یہ اپنے شہد کا وہی عشر دیتا رہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتا تھا، تو وادی سلبہ اسی کے نام رہنے دو، ورنہ یہ شہد کی مکھیاں ہیں جو چاہے (ان کا شہد) کھائے۔''

جزیہ

جزیہ ایک ٹیکس ہے جسے اہل کتاب ذمیوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ جزیہ یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں وغیرہ سے لیا جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شروع میں مجوسیوں سے جزیہ لینے میں متردد تھے، لیکن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے آگاہ کر کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے تردد کو ختم کر دیا۔ [دیکھیے بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب الجزية...... الخ : ٣١٥٦، ٣١٥٧]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عاملین جزیہ کو یہ خط لکھا: ''جزیہ صرف انھی لوگوں پر لاگو کیا جائے جو بالغ ہیں، عورتوں اور بچوں پر جزیہ لاگو نہ کیا جائے۔'' [كتاب الأموال لابن مخلد بن زنجويه : ١/ ١٣٦، ح : ١٢٥، وإسناده صحيح۔ كتاب الخراج لإمام يحيى بن آدم : ٢٣١۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٤/ ٣٦، ح : ١٩٢١٢، ١٩٢١٣۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ٤٣١، ح : ٣٢٦٢٦، ٣٢٦٣٠]

عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے) فرمایا:

« وَ أُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّوْفِي

لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَ أَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ، وَلَا يُكَلَّفُوْا إِلَّا طَاقَتَهُمْ ﴾ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب يقاتل عن أهل الذمة ولا يسترقون : ٣٠٥٢]

''میں (اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو) وصیت کرتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمیوں سے جو عہد ہے اسے پورا کرے اور ان کے دفاع کے لیے لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

ثقہ تابعی زیاد بن حدیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں بنو تغلب کے ہر آتے جاتے شخص سے جزیہ لیتا تھا، تو ان میں سے ایک بوڑھا شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آ کر یوں فریاد گزار ہوا: ''اے امیر المومنین! جب بھی ہم آتے جاتے ہیں زیاد ہم سے جزیہ وصول کرتا ہے۔'' اس کی یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو اس سے مستغنی کر دیا جائے گا۔'' پھر ایک اور بوڑھا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے تو اس بوڑھے نے کہا: ''امیر المومنین! میں نصرانی ہوں (اور پھر زیادہ جزیہ وصول کرنے کے بارے میں بات کی)۔'' اس کی یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں دین حنیف پر ہوں اور تو اس چیز سے مستغنی ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے میرے نام خط لکھا: ''سال بھر میں ان سے ایک ہی مرتبہ جزیہ وصول کیا کرو۔'' [كتاب الخراج لإمام يحيى بن آدم القرشي : ٢١١، وإسناده حسن لذاته]

شام کے نصرانیوں نے جب خلافت فاروقی میں مسلمانوں کے ہاتھوں اردگرد کے کفار و مشرکین کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہوتے دیکھا تو انھوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور خود ہی درج ذیل شرائط تحریر کیں:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کے نام شہر کے فلاں فلاں نصاریٰ کی طرف سے ہے۔ تم لوگ جب ہم پر چڑھ آئے ہو تو ہم تم لوگوں سے اپنے لیے، اپنی

اولادوں کے لیے، اپنے مالوں کے لیے اور اپنی قوم کے دیگر افراد کے لیے امان مانگتے ہیں۔ ہم اپنے شہروں میں اور ان کے اردگرد راہبوں کے رہنے کے لیے کوئی نیا عمدہ گھر نہیں بنائیں گے، نہ کوئی کنیسہ اور نہ پوپ ہاؤس بنائیں گے، نہ ہی ان میں خستہ حال جگہوں کی تعمیر نو کریں گے اور نہ ہی ہم مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کاموں میں ان کی نقالی کریں گے، نہ ہی ہم کسی مسلمان کو دن یا رات کے وقت اپنے گرجا گھروں میں آنے سے روکیں گے اور ہم اپنے دروازوں کو آنے جانے والے مسلمانوں اور مسافروں کے لیے کھلا رکھیں گے۔ ہم تین دن اور تین راتوں تک ہر اس مسلمان کی مہمان نوازی کریں گے جو بھی ہمارے پاس ٹھہرے گا۔ ہم اپنے کنیساؤں اور گھروں میں کسی بھی جاسوس ومخبر کو پناہ نہیں دیں گے، ہم مسلمانوں کو دھوکا نہیں دیں گے، اپنی اولادوں کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے، ہم شرک کا علانیہ اظہار نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی آدمی کو شرک کی دعوت دیں گے اور نہ ہی ہم اپنے کسی رشتہ دار کو اسلام قبول کرنے سے روکیں گے، اگر وہ قبول کرنا چاہیں۔ ہم مسلمانوں کی عزت وتوقیر کریں گے، ہم ان کے بیٹھنے کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی چیز میں مشابہت اختیار نہیں کریں گے، ان کے لباس میں اور نہ ہی ان کے عماموں میں اور نہ ہی ان کے جوتوں کی طرح جوتے بنوائیں گے اور نہ ہی ان کے سر کے بالوں کی مانگوں کی طرح مانگ نکالیں گے اور نہ ہی ان کی طرح بات چیت کا انداز اپنائیں گے۔ نہ مسلمانوں کی کنیتوں کی طرح اپنی کنیتیں رکھیں گے، نہ ہی گروہ کی صورت میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلیں گے، نہ ہم تلوار لٹکائیں گے، نہ اسلحہ سازی کریں گے اور نہ ہی اسلحہ سرعام لے کر پھریں گے اور نہ ہی اپنی انگوٹھیوں پر عربی منقش کریں گے، نہ شراب بیچیں گے اور ہم اپنے سروں کو آگے سے بحالت ٹنڈ رکھیں گے۔ ہم اپنی پہلی والی حالت کو لازم پکڑیں گے اور ہم زنار (وہ پٹی جیسے نصرانی کمر اور پیٹ پر باندھتے ہیں) اپنے میں ممتاز

لوگوں کو باندھیں گے۔ ہم نہ اپنے گرجا گھروں پر صلیب ظاہر کریں گے، نہ اپنی صلیبوں اور اپنی کتابوں کو مسلمانوں کے راستوں اور بازاروں میں ظاہر کریں گے۔ ہم اپنے گرجا گھروں میں ناقوس آہستہ آواز میں بجائیں گے۔ ہم (عید فصح سے پہلے والے تہوار) سعانین کے لیے نہیں نکلیں گے اور نہ ہی اپنے تہوار باعوث کے لیے نکلیں گے۔ ہم اپنے مردوں کو لے جاتے اور دفناتے وقت نہ تو اپنی آوازیں بلند کریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے راستوں اور بازاروں میں آگ لے کر جائیں گے، نہ ہی مسلمانوں کے گھروں اور ان کے قبرستانوں کے پاس اپنے مردے دفن کریں گے، نہ ہم اس شخص کو غلام رکھیں گے جو مسلمانوں کے حصے کے لیے مقرر ہو چکا ہو اور نہ ہی ہم مسلمانوں کے گھروں میں جھانکیں گے۔''

عبدالرحمٰن بن غنم بیان کرتے ہیں: ''جب میں نصرانیوں کی طرف سے تحریر کردہ یہ خط لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے درج ذیل شرائط کو بھی شامل کیا: ''ہم (نصرانی) کسی بھی مسلمان کو نہیں ماریں گے۔ ہم نے اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے مندرجہ بالا شرائط قبول کرنے کی وجہ سے مسلمانوں سے امان طلب کی، اگر ہم نے ان شرائط میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت کی تو مسلمانوں کے لیے ہم پر ہمارے لیے کوئی ذمہ نہیں۔ پھر مسلمانوں کے لیے ہمارے بارے میں تمام وہ باتیں حلال ہو جائیں گی جو حکومت اسلامیہ کے مخالفین اور باغیوں کے لیے حلال ہیں۔'' [تاریخ دمشق : ۲/ ۱۷۸، ۱۷۹، وإسناده حسن لذاته۔ سفیان الثوري مدلس و تابعه السري بن مصرف والولید بن روح۔ السنن الکبری للبیهقي، کتاب الجزیة، باب الإمام یکتب الصلح علی الجزیة : ۹/ ۲۰۲، ح : ۱۸۷۱۷۔ معجم ابن الأعرابي : ۱/ ۲۰۷، ۲۰۸، ح : ۳۶۵]

اسلامی بیت المال کی باقاعدہ تنظیم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب اسلامی سلطنت مشرق و مغرب میں دور دراز علاقوں تک پھیل گئی تو ایک ایسے لائحہ عمل کی ایجاد پر آپ رضی اللہ عنہ نے غور و خوض شروع کیا جس میں زکوۃ و صدقات، خراج اور جزیہ کی آمدنی اور فتوحات میں ملنے والے اموالِ غنیمت کو منظّم طریقے سے استعمال کیا جا سکے۔ کیونکہ اتنے وسیع پیمانے پر مال و اسباب کی آمد کی نگرانی خلیفۂ وقت اور اس کے امراء کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ اس فکر کے نتیجے میں خزانے کی حفاظت اور اس کے مناسب استعمال کے لیے مستحکم اصولوں پر رجسٹر و دفاتر کی شکل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔

جو واقعہ اس لائحہ عمل کی ایجاد کا سبب بنا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بحرین سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی، جب انھوں نے مجھے دیکھا تو میں نے انھیں سلام کہا، تو انھوں نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں پوچھا، پھر مجھ سے پوچھا: ''تم وہاں سے کیا لائے ہو؟'' میں نے کہا: ''پانچ لاکھ درہم۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے کہا: ''میں پانچ لاکھ درہم لایا ہوں۔'' پھر میں نے (وضاحت کرتے ہوئے) کہا: ''ایک لاکھ، پھر لاکھ، پھر لاکھ، پھر لاکھ اور پھر لاکھ، حتیٰ کہ میں نے پانچ کا عدد پورا کیا۔'' آپ نے فرمایا: ''شاید تم کو نیند آ رہی ہے، جاؤ گھر چلے جاؤ اور سو جاؤ، کل صبح میرے پاس آنا۔'' بہرحال

جب صبح ہوئی تو میں آپ کے پاس آیا، آپ نے پوچھا: ''تم بحرین سے کیا لائے ہو؟'' میں نے کہا: ''پانچ لاکھ درہم۔'' آپ نے پوچھا: ''کیا سب پاکیزہ مال ہے؟'' میں نے کہا: ''پاکیزہ ہے اور میں یہی جانتا ہوں۔'' پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا:

((إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيَّ مَالٌ كَثِيرٌ فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعُدَّهُ لَكُمْ عَدًّا وَ إِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَكِيلَهُ كَيْلًا))

''(لوگو!) میرے پاس بہت سا مال (غنیمت) آیا ہے، چاہو تو وزن کر کے تمھیں دے دوں اور اگر چاہو تو گن کر دے دوں۔''

ایک آدمی نے کہا: ''امیر المومنین! میں نے شاہان عجم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنا دیوان (رجسٹر) بناتے ہیں اور اس کے مطابق لوگوں کو دیتے ہیں۔'' یہ سن کر آپ نے بھی ایسا ہی کیا۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ١٢/ ٣٠١، ٣٠٢، ح : ٣٣٥٣٥، وإسناده حسن لذاته۔ الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢٢٧، ٢٢٨۔ تاريخ دمشق : ٤٤/ ٣٤٢۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٠/ ٢٩، ٣٠، ح : ١٣٢٧٣۔ كتاب الأموال لابن زنجويه : ٢/ ١٥٧، ح : ٦٠٨۔ فتوح البلدان للبلاذري : ٣/ ٥٥٤، ح : ١٠٢٦۔ حلية الأولياء : ٢/ ٦٥، ح : ١٤٩٥]

بیت المال میں غنیمتوں کے ڈھیر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کردار

سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال کے نگران تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''امیر المومنین! ہمارے پاس فتح ''جلولاء'' کے نتیجے میں مال غنیمت میں زیورات اور سونے چاندی کے برتن آئے ہیں، ان کی تقسیم کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((إِذَا رَأَيْتَنِي فَارِغًا فَآذِنِّي)) ''جب تو مجھے فارغ دیکھے تو مجھے اطلاع دینا۔'' چنانچہ سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے کہا: ''امیر المومنین! میرا خیال ہے کہ آج آپ فارغ ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((أُبْسُطْ لِي

نِطَعًا فِي الْجِسْرِ » ''میرے لیے کسی ہموار جگہ چمڑے کی چٹائی بچھا دو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر چٹائی بچھا دی گئی، تو اس مال کو لا کر اس چٹائی پر ڈھیر کر دیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس مال کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ ذَكَرْتَ هٰذَا الْمَالَ، فَقُلْتَ : ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾ [آل عمران : ١٤] وَقُلْتَ : ﴿لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ﴾ [الحديد : ٢٣] اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ إِلَّا أَنْ نَفْرَحَ بِمَا زَيَّنْتَ لَنَا، اَللّٰهُمَّ أُنْفِقُهُ فِي حَقٍّ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ١٤، ح : ٣٣٧٧١، وإسناده حسن لذاته]

''اے اللہ! تو نے جب اس مال کا ذکر کیا تو خود ہی کہا: ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے ہیں۔'' اور تو نے ہی کہا: ''تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے۔'' اور کہا: ''اے اللہ! تو نے جن نعمتوں سے ہمیں مزین کیا ہے انھیں پا کر ہم خوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اے اللہ! تو اس مال کو جائز جگہ ہی خرچ کرا اور میں اس کے شر اور برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کی ''كِتَابُ الزُّهْد'' میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ جب مال چٹائی پر بچھا ہوا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا آیا اور کہنے لگا: ''ابا جی! مجھے بھی ایک عدد انگوٹھی عنایت کر دیجیے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے انگوٹھی دینے کے بجائے کہا: « اِذْهَبْ إِلٰى أُمِّكَ فَتَسْقِيْكَ سَوِيْقًا » ''تو اپنی ماں کے پاس جا وہ تجھے ستو پلائے۔'' عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''اللہ کی قسم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ بھی نہیں دیا۔'' [كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل : ح : ٥٩٥، وإسناده حسن لذاته]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بیت المال کے ذاتی تصرف میں احتیاط

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیت المال کے ذاتی تصرف میں بہت محتاط اور صاحب ورع ثابت ہوئے، جس کا اندازہ آپ اس ایک واقعہ سے لگا سکتے ہیں۔ احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چند آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے، ان کے پاس سے ایک لونڈی گزری تو انھوں نے کہا: ''یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے۔'' اس لونڈی نے کہا: ''میں (ان کے لیے) حلال نہیں ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ کے مال (بیت المال) میں سے ہوں۔'' جب یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا:

«أَتَدْرُونَ مَا لِعُمَرَ مِنْ مَالِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ حُلَّتَاهُ حُلَّةُ شِتَائِهِ وَقَيْظِهِ، وَمَطِيَّتُهُ الَّتِي يَتَبَلَّغُ عَلَيْهَا لِحَجِّهِ وَعُمْرَتِهِ، وَقُوتُهُ كَقُوتِ رَجُلٍ، قَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا أَدْرِي، قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ، أَوْ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، لَيْسَ بِأَرْفَعِهِمْ وَلَا بِأَخَسِّهِمْ» [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ۱/۴۰۵، ح: ۶۲۴۔ الطبقات لابن سعد: ۳/۲۰۸، ۲۰۹، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۰/۳۸، ح: ۱۳۲۸۶۔ كتاب الأموال للقاسم: ۲/۱۲۱، ح: ۵۶۸۔ كتاب الأموال لابن زنجويه: ۲/۳۳۰، ح: ۷۶۸]

''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے مال میں سے عمر کے لیے کیا حلال ہے؟ (نہیں، تو سنو!) دو کپڑوں کے جوڑے، ایک سردیوں کے لیے اور ایک گرمیوں کے لیے اور ایک عدد سواری جس پر سوار ہو کر میں حج و عمرہ کر سکوں اور اس کا (یعنی خلیفہ کا) کھانا ایک عام آدمی کے کھانے کی طرح ہے۔'' ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک آدمی کا کہا تھا یا مہاجرین کے جو نہ تو زیادہ امیر ہو اور نہ ہی زیادہ غریب۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظام عدل

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب اسلام دور دراز علاقوں تک پھیل گیا تو جدید تمدنی احوال وظروف اس بات کے متقاضی ہوئے کہ نظام عدل کو ترقی دی جائے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محکمۂ عدل قائم کیا اور اس کے لیے مستقل قاضی و جج حضرات مقرر کیے۔ کوفہ، بصرہ، شام اور مصر جیسے بڑے بڑے اسلامی شہروں میں قاضیوں کی تعیین ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عدالتی معاملات میں ان سے خط کتابت کرتے رہتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھے گئے درج ذیل خط کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے:

((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْقَضَاءَ فَرِيضَةٌ مُحْكَمَةٌ وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ، فَافْهَمْ إِذَا أُدْلِيَ إِلَيْكَ فَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُ تَكَلُّمٌ بِحَقٍّ لَا نَفَاذَ لَهُ، وَآسِ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَجْلِسِكَ وَوَجْهِكَ، وَعَدْلِكَ حَتّٰى لَا يَطْمَعَ شَرِيفٌ فِي حَيْفِكَ وَلَا يَخَافَ ضَعِيفٌ جَوْرَكَ، اَلْبَيِّنَةُ عَلٰى مَنِ ادَّعٰى وَالْيَمِينُ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَ، وَالصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا، لَا يَمْنَعَنَّكَ قَضَاءٌ قَضَيْتَهُ بِالْأَمْسِ رَاجَعْتَ فِيهِ نَفْسَكَ وَهُدِيتَ فِيهِ لِرُشْدِكَ أَنْ تُرَاجِعَ الْحَقَّ فَإِنَّ الْحَقَّ قَدِيمٌ وَإِنَّ الْحَقَّ لَا يُبْطِلُهُ شَيْءٌ وَمُرَاجَعَةُ الْحَقِّ خَيْرٌ مِنَ التَّمَادِي فِي الْبَاطِلِ الْفَهْمَ الْفَهْمَ فِيمَا تَخَلَّجَ فِي صَدْرِكَ مِمَّا لَمْ يَبْلُغْكَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

اعْرِفِ الْأَمْثَالَ وَالْأَشْبَاهَ ثُمَّ قِسِ الْأُمُورَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاعْمِدْ إِلَى أَحَبِّهَا إِلَى اللّٰهِ وَأَشْبَهِهَا بِالْحَقِّ فِيمَا تَرَى وَاجْعَلْ لِلْمُدَّعِي أَمَدًا يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَإِنْ أَحْضَرَ بَيِّنَتَهُ وَإِلَّا وَجَّهْتَ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَجْلَى لِلْعَمٰى وَأَبْلَغُ فِي الْعُذْرِ، الْمُسْلِمُونَ عُدُولٌ بَيْنَهُمْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا مَجْلُودًا فِي حَدٍّ أَوْ مُجَرَّبًا بِشَهَادَةِ زُورٍ أَوْ ظَنِينًا فِي وَلَاءٍ أَوْ قَرَابَةٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَوَلّٰى مِنْكُمُ السَّرَائِرَ وَدَرَأَ عَنْكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ، ثُمَّ إِيَّاكَ وَالضَّجَرَ أَوِ الْقَلَقَ وَالتَّأَذِّي بِالنَّاسِ وَالتَّنَكُّرَ لِلْخُصُومِ فِي مَوَاطِنِ الْحَقِّ الَّتِي يُوجِبُ اللّٰهُ بِهَا الْأَجْرَ وَيُحْسِنُ الذِّكْرَ، فَإِنَّهُ مَنْ يُخْلِصْ نِيَّتَهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ يَكْفِهِ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِمَا يَعْلَمُ اللّٰهُ مِنْهُ غَيْرَ ذٰلِكَ، شَانَهُ اللّٰهُ ›› [سنن الدارقطني : ٤/ ٢٠٧، ٢٠٨ ح : ٤٤٢٦، وإسناده صحيح إلى سعيد بن أبي بردة وهو يروي هذا الكتاب من طريق الوجادة الصحيحة۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٥/ ٢٣١، ح : ٢١٣٢٧۔ تاريخ دمشق : ٣٢/ ٧٢۔ أنساب الأشراف للبلاذري : ٣/ ٤٢٢۔ تاريخ المدينة المنورة للنميري : ٢/ ٧٧٥۔ إعلام الموقعين لابن قيم : ١/ ٨٥]

’’اما بعد! واضح ہو کہ مقدمات کا فیصلہ ایک اہم فریضہ اور ایک سنت ہے جس کی پیروی ہوتی رہی ہے۔ جب کوئی مقدمہ تمھارے پاس آئے تو اس کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھو (اور جب صحیح فیصلے پر پہنچ جاؤ تو اسے نافذ بھی کرو) کیونکہ صرف زبانی فیصلہ بے سود ہے جب تک اسے نافذ نہ کیا جائے۔ (مدعی اور مدعا علیہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ) کسی فریق کو پاس بٹھانے میں، التفات میں یا انصاف کرنے میں کوئی امتیاز نہ برتو، تاکہ کوئی با اثر آدمی یہ توقع نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ رعایت کرو گے اور کسی غریب کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ

اس کے ساتھ بے انصافی سے پیش آؤ گے۔ مدعی سے گواہ مانگے جائیں اور مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، بشرطیکہ اس سے کسی حرام کام کو حلال یا کسی حلال کام کو حرام نہ کیا جائے۔ اگر آج تم کوئی فیصلہ کرو اور بعد میں غور وخوض کر کے صحیح فیصلہ تمھاری سمجھ میں آ جائے تو پہلا فیصلہ حق کو قبول کرنے سے مانع نہ ہو، اس لیے کہ حق ازلی ہے، اسے کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اور اس کی طرف رجوع کرنا غلطی پر اڑے رہنے سے بہتر ہے۔ جو معاملہ (قضیہ) تمھارے دل میں خلش پیدا کیے ہوئے ہو اور کتاب و سنت میں اس کا کوئی حل نہ ملے تو اس پر خوب غور وفکر کرو، اشباہ و نظائر کو تلاش کرو اور اسے اس جیسے مسائل پر قیاس کرو اور پھر جسے تم سمجھو کہ وہ انصاف سے قریب تر ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پسند بھی تو اسے اختیار کر لو۔ کوئی شخص اگر اپنا دعویٰ ثابت کرنے یا گواہ فراہم کرنے کی مہلت مانگے تو اسے مہلت دے دو اور اگر میعاد مقررہ میں وہ گواہ پیش کر دے (تو اس کا حق اسے دلوا دو) ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کرو، یہ بہترین طریقۂ کار ہے جس سے فریقین کی نظر میں نہ تو تمھاری غیر جانبداری مشتبہ ہوگی اور نہ انھیں تمھارے فیصلے پر اعتراض کا کوئی موقع ملے گا۔ ہر مسلمان عادل ہے، یعنی اسے گواہی دینے کا حق ہے، الا یہ کہ کسی سنگین جرم میں کوڑوں کی سزا بھگت چکا ہو، یا جھوٹی شہادت کے لیے بدنام ہو، یا (اگر آزاد کردہ غلام ہے تو) اس پر غلط آقا کی طرف خود کو منسوب کرنے یا (آزاد ہے تو) غلط حسب نسب بتانے کا الزام ہو۔ تمھاری چھپی بداعمالیوں (کی سزا) کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (دنیا میں قانونی) سزا سے بچنے کے لیے اس نے گواہی اور حلف (قسم) کو ضروری قرار دیا ہے۔ تمھارے دل میں برحق فیصلہ کرتے وقت اہل مقدمہ سے اکتاہٹ،

خفگی یا چڑچڑا پن پیدا نہ ہو، اس سے تو اجر ملتا ہے اور ناموری حاصل ہوتی ہے۔ (یاد رکھو) جو شخص اللہ کے ساتھ اپنے معاملات میں سچا اور مخلص ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کے معاملات کے لیے کافی ہوتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے ریا کرتا ہے تو اللہ اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔"

فہم و دانش سے بھرپور اس حیران کن عبارت کے حامل خط میں قاضی کے تمام آداب و فرائض اور عدالت کے مکمل اُصول بیان کر دیے گئے ہیں۔ علمائے کرام آج تک اس خط کی شروح اور حاشیے لکھتے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک جو فرد بھی اس خط کے الفاظ پر غور کرے گا وہ اس کی عظمت پر حیرت زدہ رہ جائے گا۔ اگر تاریخ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے جملۂ بے مثال کارناموں کا تذکرہ کیے بغیر ان کا محض یہی مکتوب نقل کر دیتی تو یہ اس ثبوت کے لیے کافی تھا کہ وہ بے مثل مفکر اور لاثانی قانون دان تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط جو سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا تھا حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ بڑا عظیم خط ہے، اسے علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ علماء نے اسی خط کی بنا پر فیصلہ کرنے اور شہادت قبول کرنے کے قانون وضوابط بنائے ہیں۔ حاکم ہو یا مفتی ہر ایک اس تحریر میں غور وفکر کرنے کے لحاظ سے بہت محتاج ہے۔ [إعلام الموقعين : ١/ ٨٦]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

« إِنِّي لَمْ أَسْتَعْمِلْ عَلَيْكُمْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ، وَلِيَشْتِمُوا أَعْرَاضَكُمْ وَيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، وَلٰكِنِّي اسْتَعْمَلْتُهُمْ لِيُعَلِّمُوكُمْ كِتَابَ رَبِّكُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، فَمَنْ ظَلَمَهُ عَامِلُهُ بِمَظْلَمَةٍ فَلَا إِذْنَ لَهُ عَلَيَّ، لِيَرْفَعْهَا إِلَيَّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ »

''میں اپنے عمال کو تم پر اس لیے مقرر نہیں کرتا کہ وہ تمھیں ماریں پیٹیں، تمھاری بے عزتی کریں اور تمھارے مالوں کو ہڑپ کریں، بلکہ میں انھیں تم پر اس لیے مقرر کرتا ہوں کہ وہ تمھیں کتاب اللہ اور تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیں۔ تم میں سے جس آدمی پر بھی اس کا عامل کوئی ظلم کرے تو اس عامل کو میری طرف سے اس چیز کی کوئی اجازت نہیں ہے اور اس مظلوم کو چاہیے کہ وہ سیدھا میرے پاس آئے، تا کہ میں اسے اس کے عامل سے بدلا دلا سکوں۔''

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

« يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَرَأَيْتَ إِنْ أَدَّبَ أَمِيرٌ رَجُلًا مِنْ رَعِيَّتِهِ أَتُقِصُّهُ مِنْهُ؟ »

''اے امیر المومنین! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی عامل کسی کو ادب سکھانے کے لیے مارے تو بھی آپ اسے اس کے عامل سے بدلا لے کر دیں گے؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَمَا لِيَ لَا أُقِصُّهُ مِنْهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُقِصُّ مِنْ نَفْسِهِ؟ »

''مجھے کیا ہے کہ میں اس آدمی کو اس عامل سے بدلا نہ دلاؤں، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ خود اپنے آپ سے بھی لوگوں کو بدلا دیا کرتے تھے؟''

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام علاقوں کے گورنروں اور عاملین کے نام یہ پیغام لکھا:

« لَا تَضْرِبُوا الْمُسْلِمِينَ فَتُذِلُّوهُمْ وَلَا تَحْرِمُوهُمْ فَتُكَفِّرُوهُمْ وَلَا تُجَمِّرُوهُمْ فَتَفْتِنُوهُمْ وَلَا تُنْزِلُوهُمُ الْغِيَاضَ فَتُضَيِّعُوهُمْ » [الطبقات الكبرى لابن سعد : ٣/ ٢١٢، ٢١٣، و إسناده حسن لذاته۔ أنساب الأشراف للبلاذري : ٣/ ٣٩٦]

''تم مسلمانوں کو نہ مارو، اس طرح تم انھیں ذلیل و رسوا کرو گے اور نہ انھیں ان کے حق سے محروم کرو، اس طرح تم انھیں کفر پر آمادہ کرو گے اور نہ ہی انھیں (بے مقصد باتوں پر) جمع کیا کرو، اس طرح تم انھیں فتنے میں مبتلا کر دو گے اور نہ ہی تم انھیں جھنڈ جھاڑیوں میں اتارو، اس طرح تم انھیں ضائع کر دو گے (کیونکہ ایسے مقامات پر اکثر دشمن چھپے ہوتے ہیں اور وہ اچانک حملہ کر دیں گے)۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''ہم عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص اپنی سواری کو بھگاتے ہوئے ہماری طرف آتا دکھائی دیا، اسے دور ہی سے آتا دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « إِنِّي لَأَظُنُّ هٰذَا يَطْلُبُنَا » ''میرا گمان ہے کہ یہ آدمی ہماری تلاش میں ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہم نے اپنی سواریوں کو (آرام کی غرض سے) بٹھا دیا اور خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ جب وہ سوار ہمارے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا: ''آپ عمر ہیں؟'' میں نے کہا: ''نہیں!'' اس نے کہا: ''پانی کے پاس کھڑے لوگوں کا گمان تو یہ تھا کہ ابھی ابھی عمر (رضی اللہ عنہ) یہاں سے گزرے ہیں۔'' جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو وہ نوجوان رونے لگا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« مَا يُبْكِيكَ؟ إِنْ كُنْتَ غَارِمًا أَعَنَّاكَ، وَإِنْ كُنْتَ خَائِفًا أَمَّنَّاكَ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ قَتَلْتَ نَفْسًا، وَإِنْ كُنْتَ خِفْتَ جِوَارَ قَوْمٍ حَوَّلْنَاكَ عَنْ مُجَاوَرَتِهِمْ »

''تم کیوں رو رہے ہو؟ اگر تجھے کوئی چٹی پڑ گئی ہے تو ہم تیری مدد کریں گے اور اگر تجھے کسی سے خوف ہے تو ہم تجھے امان دیں گے، اگر تو نے کسی کو قتل

نہیں کیا اور اگر تو کسی قوم کی ہمسائیگی سے ڈرتا ہے تو ہم تجھے کسی اور جگہ بھیج دیتے ہیں۔"

اس آدمی نے کہا: "نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ میں بنوتمیم کا ایک فرد ہوں اور میں نے ایک دفعہ شراب پی تھی تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے پکڑ لیا اور انھوں نے مجھے کوڑے مارے اور میرا منہ کالا کر کے مجھے لوگوں میں گھمایا اور ساتھ لوگوں سے کہہ دیا کہ اس کے ساتھ کوئی نہ کھائے، نہ پیے اور نہ ہی کوئی شخص اس کے پاس بیٹھے۔ میں نے (ان کے اس رویے کی وجہ سے) ارادہ کیا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی اختیار کر لوں:

《 إِمَّا أَنْ أَتَّخِذَ سَيْفًا فَأَضْرِبَ بِهِ أَبَا مُوسٰى، وَإِمَّا أَنْ آتِيَ الْمُشْرِكِينَ فَآكُلَ مَعَهُمْ وَأَشْرَبَ، وَإِمَّا أَنْ آتِيَكَ فَتُرْسِلَنِي إِلَى الشَّامِ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْرِفُونَنِي 》

"میں تلوار پکڑوں اور ابوموسیٰ اشعری کا کام تمام کر دوں، یا پھر مشرکین کے پاس چلا جاؤں اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں، یا پھر آپ کے پاس آ جاؤں اور آپ مجھے ملک شام کی طرف بھیج دیں، کیونکہ وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (اس کی باتیں سن کر) رو پڑے اور فرمانے لگے:

《 إِنِّي كُنْتُ مِنْ أَشْرَبِ النَّاسِ لَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَإِنَّهَا لَيْسَتْ كَالزِّنَا، وَمَا يَسُرُّنِي أَنَّ رَجُلًا لَحِقَ بِالْمُشْرِكِينَ وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا 》

"بلاشبہ میں دورِ جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ شراب پیتا تھا اور یہ (شراب نوشی) زنا کی طرح تو نہیں ہے (کہ جس کی وجہ سے میں تجھے جلا وطن کر دوں) اور نہ ہی مجھے یہ بات پسند ہے کہ کوئی (مسلمان) شخص دوبارہ مشرکین کے ساتھ جا ملے، اگرچہ مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے۔"

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام پیغام لکھا:

« إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ التَّمِيمِيَّ، أَخْبَرَنِي بِكَذَا وَكَذَا، وَايْمُ اللّٰهِ! لَئِنْ عُدْتَّ لَأُسَوِّدَنَّ وَجْهَكَ وَلَيُطَافُ بِكَ فِي النَّاسِ، فَإِنْ أَرَدْتَّ أَنْ تَعْلَمَ أَحَقٌّ مَا أَقُولُ، فَعُدْ، وَأْمُرِ النَّاسَ فَلْيُؤَاكِلُوهُ وَلْيُجَالِسُوهُ، وَإِنْ تَابَ فَاقْبَلُوا شَهَادَتَهُ »

”فلاں بن فلاں تمیمی نے مجھے آپ کے بارے میں ایسی ایسی خبر دی ہے، اللہ کی قسم! آئندہ اگر آپ نے ایسا کیا تو میں ضرور آپ کو آپ کا چہرہ کالا کر کے لوگوں میں گھماؤں گا۔ اگر آپ میری بات کی تصدیق کرنا چاہیں تو ذرا دوبارہ اس طرح کر کے دیکھیں اور لوگوں کو حکم کریں کہ وہ اس کے ساتھ کھائیں پییں اور اٹھیں بیٹھیں اور اگر یہ شخص (شراب نوشی سے) توبہ کر لے تو اس کی گواہی بھی قبول کریں۔“

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک قیمتی حلہ اور دو سو درہم دے کر رخصت کر دیا۔ [تاریخ المدینة المنورة للنميري: ٢/ ١٣٩٠، ٢٠، ح: ١٣٩٠، و إسناده حسن لذاته- السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١٠/ ٢١٤، ح: ٢٠٩٤٨]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں میرے بھائی عبدالرحمن نے شراب پی لی تو انھیں مصر کے گورنر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بطور حد کوڑے مارے۔ جب اس واقعہ کی خبر والد محترم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سنی کہ عبدالرحمن نے شراب پی ہے، تو انھوں نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ (جلد سے جلد) عبدالرحمن کو میری طرف بھیجو۔ چنانچہ حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ جب عبدالرحمن (اپنے والد محترم) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے اسے اپنا بیٹا ہونے کی بنا پر دوبارہ شراب نوشی کی حد لگائی، پھر اسے واپس روانہ کر دیا۔ پھر وہ چند

ماہ صحیح سالم رہنے کے بعد وفات پا گئے، تو عام لوگوں کا خیال تھا کہ انھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مار کی وجہ سے موت آئی ہے، لیکن وہ حد لگنے کی وجہ سے فوت نہیں ہوئے تھے۔ [السنن الکبری للبیھقي: ۱۳/ ۱۱۶، ۱۱۷، ح: ۱۷۹۸۹، وإسنادہ صحیح۔ تاریخ دمشق: ۴۴/ ۳۲۴]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کس حد تک عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب انھیں ابولؤلؤ مجوسی نے بحالتِ نماز حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے:

«أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَسْلَمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ وَجَاهَدْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ وَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ» [الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد للبيهقي: ۱/ ۳۸۵، ح: ۳۴۶، وإسناده حسن لذاته۔ إثبات عذاب القبر للبيهقي: ۱/۱۳۱، ح: ۲۲۱۔ مستدرك حاكم: ۳/ ۹۲، ح: ۴۵۵۹۔ تاريخ دمشق: ۴۴/ ۴۴۲، ۴۴۳۔ صحيح ابن حبان: ۶۸۹۱۔ مسند أبي يعلى: ۵/ ۱۱۶، ۱۱۷، ح: ۲۷۳۱]

''اے امیر المومنین! آپ کو جنت کی خوش خبری ہو، آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب لوگ کفر کر رہے تھے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اس وقت (کفار سے) جہاد کیا جب لوگ آپ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ آپ سے خوش تھے اور آپ کی خلافت کے بارے میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اس قدر عدل و انصاف کیوں نہ ہوتا، وہ تو خود فرمایا کرتے تھے:

«وَيْلٌ لِدَيَّانِ الْأَرْضِ مِنْ دَيَّانِ السَّمَاءِ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ إِلَّا مَنْ أَمَّ الْعَدْلَ

وَقَضٰی بِالْحَقِّ وَلَمْ یَقْضِ بِهَوَاءٍ وَلَا لِقَرَابَةٍ وَلَا لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَجَعَلَ كِتَابَ اللّٰهِ مِرْآتَهُ بَیْنَ عَیْنَیْهِ ﴾ [كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل، ح : ٦٦٣، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٤/ ٥٤١، ح : ٢٢٩٥٢۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٥/ ٩٩، ح : ٢٠٩٤٠۔ تاريخ دمشق : ٥٥/ ٢٤٣، ٣٥/ ٣١٩]

''روز قیامت آسمان کے حاکم اعلیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے زمین کے حاکم کے لیے تباہی و بربادی ہے، سوائے اس حاکم وحکمران کے جس نے عدل وانصاف کیا اور حق کے ساتھ فیصلہ کیا، نہ کہ اس نے اپنی مرضی یا دوسروں کی مرضی سے فیصلہ کیا، نہ ہی اس نے (حق وانصاف کو چھوڑتے ہوئے اپنے) کسی قریبی رشتہ دار کے حق میں فیصلہ دیا اور نہ اس نے کسی (عہدے کی) لالچ اور (پیسے کی) رغبت کے لیے فیصلہ دیا اور نہ ہی اس نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی وجہ سے فیصلہ دیا، بلکہ اس نے ہر وقت کتاب اللہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ دیا۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا جب انھیں ابولؤلؤ مجوسی نے شدید زخمی کر دیا تھا اور ان کی انگلیوں میں سے کوئی انگلی ان کے زخموں میں تھی، آپ فرما رہے تھے:

﴿ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! إِنِّي لَا أَخَافُ النَّاسَ عَلَیْكُمْ، إِنَّمَا أَخَافُكُمْ عَلَى النَّاسِ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِیكُمْ ثِنْتَیْنِ لَنْ تَبْرَحُوا بِخَیْرٍ مَا لَزِمْتُمُوهُمَا : الْعَدْلُ فِي الْحُكْمِ، وَالْعَدْلُ فِي الْقَسْمِ، وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ مَخْرَفَةِ النَّعَمِ، إِلَّا أَنْ یَعْوَجَّ قَوْمٌ، فَیُعْوَجَّ بِهِمْ ﴾ [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٤٣٨، ح : ٣٧٠٥٥، وإسناده صحيح۔ و ٦/ ١٩٤، ح : ٣٠٦٠٠۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٥/ ١٣٥، ح : ٢١٠٣٩]

''اے قریش کی جماعت! میں اس بات سے تمھارے بارے میں نہیں ڈرتا کہ لوگ تم پر چڑھ دوڑیں گے، بلکہ میں تو تمھاری وجہ سے لوگوں کے لیے ڈرتا ہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم انھیں تھامے رکھو گے ہمیشہ خیر و بھلائی پر رہو گے۔ ایک یہ کہ فیصلہ کرتے ہوئے عدل و انصاف کرنا اور دوسرا مال تقسیم کرتے ہوئے عدل و انصاف کرنا۔ (سنو!) میں تمھیں بالکل واضح راستے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح وہ راستہ بالکل واضح ہوتا ہے جس پر روزانہ بھیڑ بکریاں چلتی ہیں، سوائے ایک صورت کے کہ اگر کوئی قوم از خود ٹیڑھ پن اختیار کرے تو (بامر مجبوری) اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا رویہ رکھا جائے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے چند فیصلے اور جرائم کی سزائیں

مجنوں عورت پر زنا کی حد کا عدم نفاذ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجنوں و دیوانی حاملہ عورت لائی گئی (وہ نطفۂ حرام سے حاملہ تھی) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا فیصلہ دیا، یہ دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

« أَوَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثٍ، عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یَعْقِلَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ فَخَلّٰی عَنْهَا »

[مستدرك حاكم : ٤/ ٣٨٩، ح : ٨١٦٩، و إسناده صحيح۔ مسند الشاشي : ٣/٤١٧، ح : ١٥٣٣۔ مسند علي بن الجعد : ٧١٤۔ وصححه الضياء المقدسي : ٢/ ٢٢٨، ح : ٦٠٧]

"(امیر المومنین!) کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ تین قسم کے لوگوں سے قلم کو اٹھا لیا گیا ہے، مجنوں سے یہاں تک کہ اسے عقل آجائے، بچے سے یہاں تک کہ جوان ہو جائے اور سوئے ہوئے آدمی سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔" (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا (یعنی رجم کرنے سے باز آگئے)۔"

زنا بالجبر کی سزا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہو صفیہ بنت ابو عبید بیان کرتی ہیں: "ایک مرتبہ سرکاری غلاموں میں

سے ایک غلام نے خمس کے مال سے ملی ایک لونڈی سے زنا بالجبر کا ارتکاب کر لیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بطور حد غلام کو کوڑے لگائے اور شہر بدر کر دیا، لیکن لونڈی پر کوئی حد جاری نہیں کی، کیونکہ غلام نے اس کے ساتھ زبردستی کی تھی۔'' [بخاري، كتاب الإكراه، باب إذا استكرهت المرأة على الزنا..... الخ : ٦٩٤٩ـ موطأ إمام مالك، كتاب الحدود، باب ماجاء في حد الزنا : ١٥]

ثقہ تابعی نزال بن سبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں تھے، اچانک ہم کیا دیکھتے ہیں کہ گدھی پر سوار ایک موٹی عورت رو رہی ہے۔ قریب تھا کہ لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے وہ مر جاتی، وہ حاملہ تھی، لوگ کہہ رہے تھے کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ جب وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قریب آئی تو انھوں نے پوچھا: ((مَا يُبْكِيكِ؟)) ''تجھے کون سی چیز رلا رہی ہے؟'' اس نے کہا: ''بے شک کبھی کبھار عورت کے ساتھ زبردستی بھی کی جاتی ہے۔'' پھر اس نے کہا: ''میں ایک ایسی عورت ہوں جسے کثرت سے نیند آتی ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے رات کی نماز کی توفیق دے دیتا ہے۔ ایک رات (میرے ساتھ کچھ ایسا معاملہ پیش آیا کہ) میں رات کو نماز پڑھتی رہی پھر (جب نیند کا غلبہ ہوا تو) میں سو گئی، اللہ کی قسم! پھر مجھے تب جاگ آئی کہ جب ایک آدمی میرے ساتھ زنا کر چکا تھا۔ میں نے جب چہرہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ جا چکا تھا اور میں نہیں جانتی کہ اللہ کی مخلوق میں سے وہ آدمی کون تھا۔'' اس کی باتیں سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((لَوْ قَتَلْتُ هٰذِهِ خَشِيتُ عَلَى الْأَخْشَبَيْنِ النَّارَ))

''اگر میں اسے (بذریعہ رجم) قتل کروا دوں تو پھر میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ (میرے سامنے والی) ان دونوں چراگاہوں پر آگ نہ برس پڑے۔''

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں کے گورنروں کو یہ پیغام ارسال کیا: ((أَنْ لَّا تُقْتَلَ نَفْسٌ دُوْنَهُ)) ''میری رائے کے بغیر (اس طرح کے مسائل میں) کسی کو نہ مارا جائے۔''

[مصنف ابن أبي شيبة : ٥/ ٥٠٨، ح : ٢٨٤٩٢، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي

: ١٢/ ٤٦٧، ح : ١٧٥٢٤، وإسناده صحيح]

سنن کبریٰ بیہقی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رہا کر دیا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب میں یمن میں تھا تو میرے پاس ایک ایسی عورت کا معاملہ آیا جو حاملہ تھی، میں نے اس سے اس کا معاملہ پوچھا تو اس نے کہا: ''آپ ایک ایسی عورت کے بارے میں سوال کر رہے ہیں جو ثیبہ (بیوہ) ہے اور بنا خاوند ہی کے حاملہ ہے، لیکن اللہ کی قسم! اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے نہ تو کبھی کسی کو دلی دوست بنایا اور نہ ہی میرا کوئی آشنا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر کے صحن میں سو رہی تھی، اللہ کی قسم! مجھے تب جاگ آئی جب کسی آدمی نے مجھے اوپر اٹھایا اور شعلے کی طرح اچانک مجھ سے بدکاری کر گیا، جب میں نے اسے پلٹتے ہوئے دیکھا تو میں نہیں پہچان سکی کہ وہ اللہ کی مخلوق میں سے کون تھا۔'' سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''یہ معاملہ لکھ کر میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا تو انھوں نے میری طرف جوابی خط لکھا: ''اس عورت اور اس کی قوم کے لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔'' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں انھیں لے کر آیا تو حج کے دن تھے۔ مجھے دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصے کے انداز میں کہا: ''شاید آپ میرے پاس اس عورت کے بغیر ہی پہلے آ گئے ہیں؟'' یہ سن کر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں، بلکہ وہ عورت اور اس کی قوم کے لوگ میرے ساتھ ہیں۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے انھیں بھی وہی بات بتائی جو اس سے پہلے مجھے بتا چکی تھی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی قوم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو سب نے اس کی اچھائی ہی بیان کی۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((يَمَانِيَةٌ نَؤُومَةٌ شَابَّةٌ)) ''یمن کی نوجوان عورت گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔'' پھر انھوں نے اسے آزاد کر دیا اور اسے کچھ مال و متاع بھی دیا اور اس کی قوم کو اس بات کی نصیحت کی کہ وہ اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئے۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ٥/ ٥٠٧، ٥٠٨، ح : ٢٨٤٩١، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٢/ ٤٦٦، ٤٦٧، ح : ١٧٥٢٣]

زنا کی حرمت نہ جاننے والے کے بارے میں فیصلہ

سیدنا حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے قبیلہ سعد بن ہذیم کی طرف زکوٰۃ وصدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو وہ ایک مال کے پاس آئے، تاکہ اس سے صدقہ وصول کریں تو وہاں ایک آدمی اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا: ''تو اپنے غلام کے مال سے صدقہ ادا کر۔'' اور اس کی بیوی اس سے کہہ رہی تھی: ''(میں نہیں) بلکہ تو اپنے بیٹے کے مال سے صدقہ ادا کر۔'' سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس گفتگو اور ان کے معاملے کے بارے میں (لوگوں سے) سوال کیا کہ ان کا کیا مسئلہ ہے؟ تو انھیں یہ بات بتائی گئی: ''یہ آدمی اس عورت کا خاوند ہے اور اس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کی ہے، جس سے اس کا بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کی بیوی نے اپنے خاوند کے نطفے سے پیدا ہونے والے بچے کو آزاد کر دیا ہے اور یہ مال اس آدمی کے اس بچے کا ہے جو اس کی بیوی کی لونڈی سے پیدا ہوا تھا۔''

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں ضرور تجھے پتھر مار کر رجم کروں گا۔'' حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے۔'' پھر اس کا معاملہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا گیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بطور حد سو (۱۰۰) کوڑے مارے اور اسے رجم نہیں کیا۔ تو سیدنا حمزہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے بطور گواہ ایک آدمی کو اپنے ساتھ لیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کوڑے مارنے اور اس آدمی کو رجم نہ کرنے کے بارے میں پوچھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنَّمَا دَرَأَ عَنْهُ الرَّجْمَ أَنَّهُ عَذَرَهُ بِالْجَاهِلِيَّةِ » [بخاري، كتاب الكفالة، باب الكفالة في القرض..... الخ : ۲۲۹۰۔ شرح معاني الآثار للطحاوي : ۳/ ۳٦، ۳۷، ح : ٤٧٧٥، واللفظ له وإسناده حسن لذاته۔ شرح مشكل الآثار للطحاوي : ۱۱/ ۳۱۰، ۳۱۱، وإسناده حسن لذاته۔ ابن أبي داوٗد و ابن أبي الزناد صدوقان و حديثهما حسن لذاته في غير ما أنكر عليهما]

''اس سے رجم کو صرف اس کی اس بات نے دور رکھا کہ اس نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ وہ اس کی حرمت سے جاہل ہے۔''

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے رجم کرنے سے صرف اس وجہ سے رک گئے کہ وہ اس کی حرمت سے جاہل تھا اور اس نے اپنی صفائی میں بھی یہی عذر پیش کیا تھا، لیکن اگر کوئی شخص اس کی حرمت کو جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے تو پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ایسے آدمی کی سزا رجم ہی ہے۔ چنانچہ ثقہ تابعی امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی عورت کی بابت سوال کیا گیا جو اپنی لونڈی کو اپنے خاوند کے لیے حلال قرار دیتی ہے (کہ اس کا کیا حکم ہے؟) تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں، لیکن ہاں! اگر یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوتی تو وہ اس شخص کو ضرور رجم کرتے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٤/ ١٣، ح : ١٧٢٨٨، و إسناده صحيح]

چار گواہ نہ لانے پر حد قذف کا نفاذ

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی تہمت لگی اور تین گواہوں نے گواہی دے دی لیکن چوتھے گواہ نے گواہی دینے سے انکار کر دیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يُشَمِّتِ الشَّيْطَانَ بِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِأُولٰئِكَ النَّفَرِ فَجُلِدُوْا » [شرح معاني الآثار للطحاوي : ٣/ ١٤٥، ح : ٥٩٩٧، و إسناده حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٥/ ٥٣٩، ٥٤٠، ح : ٢٨٨١٣، ٢٨٨١٥۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٥/ ١٦٣، ح : ٢١١١١]

''تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شیطان کی خوشی کو خاک میں ملا دیا۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین گواہوں پر حد قذف لگوائی۔''

قتل میں شریک تمام افراد کو قصاصاً قتل کرنے کا فیصلہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک لڑکے کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَوِ اشْتَرَكَ فِيهَا أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ » [بخاري، كتاب الديات، باب إذا أصاب قوم من رجل ...... الخ : ٦٨٩٦]

''اگر اس قتل میں تمام اہلِ صنعاء بھی شریک ہوتے تو میں سب کو قصاص میں قتل کروا دیتا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل صنعاء کے پانچ یا سات آدمیوں کو قصاصاً قتل کروایا جو ایک بچے کے قتل میں ملوث تھے اور فرمایا:

« لَوْ تَمَالَأَ عَلَيْهِ أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيعًا » [السنن الكبرى للبيهقي : ١٢ / ٥٨، ح : ١٦٤٠٦، وإسناده صحيح]

''اگر اس کے قتل میں تمام اہل صنعاء بھی جمع ہوتے تو میں سب کو قتل کروا دیتا۔''

اس مقدمۂ قتل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دین کے اُن بنیادی مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے اجتہاد اور فہم و فراست کی بنیاد پر کیا جو معاشرے کے امن و آشتی کے لیے شرطِ لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی شخص کا قتل معمولی مسئلہ نہ تھا، اس لیے انصاف، امت کی خیر خواہی اور بنیادی مقاصد شریعت کا تقاضا یہی تھا کہ جب ثابت ہو گیا کہ اس لڑکے کے قتل میں ایک جماعت ملوث ہے تو پوری جماعت کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ دلیل کی مضبوطی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع، لوگوں کو جرائم سے روکنے کی حکمت اور معاشرے میں انسانی جانوں کی حفاظت یقینی بنانے کی بنا پر قابل اتباع ہے۔

جادو گر کو قتل کرنے کا فیصلہ

ابو شعثاء جابر بن زائد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن

معاویہ کا کاتب (سیکرٹری) تھا۔ اس دوران سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ایک سال پہلے ہمارے پاس ان کا ایک خط آیا، جس میں لکھا تھا:

« اُقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ »

''ہر جادوگر کو قتل کر دو اور مجوسیوں میں سے ہر ایک کو جس نے بھی اپنی محرم عورت سے نکاح کیا ہو ان میں جدائی کروا دو اور انھیں (کھانے کے وقت) گنگنانے سے منع کر دو۔''

چنانچہ ہم نے ایک دن میں تین جادوگرنیوں کو قتل کیا اور کتاب اللہ کے مطابق جس کسی نے اپنی محرم عورت سے نکاح کر رکھا تھا ان میں جدائی کروا دی اور جزء بن معاویہ نے بہت سا کھانا تیار کروایا اور پھر مجوسیوں کو دعوت دی اور اس دوران میں تلوار اپنی ران پر رکھ لی، چنانچہ ان لوگوں نے کھانا کھایا مگر گنگنائے نہیں۔'' [أبو داود، کتاب الخراج والفيء والإمارة، باب في أخذ الجزية من المجوس: ۳۰۴۳۔ بخاري: ۳۱۵۶، مختصراً]

شراب کی حد اسّی (۸۰) کوڑے مقرر کرنا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شراب نوشی پر کھجور کی ٹہنیوں اور جوتیوں کے ساتھ سزا دی جاتی تھی، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو چالیس (۴۰) کوڑے مروائے اور جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں (فتوحات کا دائرہ کار بڑھ گیا تو) لوگ شہروں اور دیہاتوں سے آنے لگے (جنھیں احکام اسلام کا مدینہ منورہ کے لوگوں کی طرح علم نہیں تھا، سو بعض اوقات وہ منہیات کا ارتکاب کر بیٹھتے تھے) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (صحابہ سے) کہا: « مَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ الْخَمْرِ؟ » ''شراب پینے والے کی سزا کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟'' عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری رائے یہ ہے کہ اس پر حدود میں سے سب سے کم حد لاگو کی جائے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی پر اسّی

(۸۰) کوڑے حد لگائی۔[مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر : ۱۷۰۶/۳۶]

شراب خانہ جلانے کا حکم

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنوثقیف میں ایک آدمی کے گھر میں شراب دیکھی تو آپ نے اس گھر کو جلانے کا حکم دے دیا۔ اس آدمی کو ''رویشد'' (بھلائی والا) کہا جاتا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو رویشد نہیں بلکہ ''فویسق'' (نافرمان) ہے۔'' [کتاب الأموال لأبي عبيد : ۱/ ۲۶۰، ۲۷۹، ح : ۲۴۱، ۲۶۰، و إسناده صحيح۔ کتاب الأموال لابن زنجويه : ۱/ ۲۷۲، ح : ۴۰۹، وإسناده صحيح۔ مصنف عبد الرزاق : ۶/ ۷۷، ح : ۱۰۰۵۱، و ۹/ ۲۲۹، ح : ۱۷۰۳۵]

ثقہ ومعروف تابعی ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رویشد ثقفی کا گھر جلا دیا تھا، کیونکہ وہ شراب کا اڈا تھا، اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا (لیکن وہ باز نہ آیا) میں نے دیکھا کہ وہ گھر آگ میں یوں دہک رہا تھا گویا وہ آگ کا انگارا ہو۔[الطبقات الكبرىٰ لابن سعد : ۵/ ۴۲، ت : ۶۲۳، و إسناده صحيح۔ كتاب الأموال لابن زنجويه : ۱/ ۲۷۲، ۲۷۳، ح : ۴۱۰، و إسناده صحيح۔ أخبار المدينة المنورة للنميري : ۱/ ۱۵۳، ح : ۶۰۵]

وراثت سے محروم کرنے کی غرض سے بیوی کو طلاق دینے والے پر سختی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ ان میں سے چار کو اپنے پاس رکھو (اور باقی کو طلاق دے دو)۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انھوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

« أَنْ يَّرْتَجِعَهُنَّ وَقَالَ لَوْ مُتَّ لَوَرَّثْتُهُنَّ مِنْكَ وَلَأَمَرْتُ بِقَبْرِكَ يُرْجَمُ

كَمَا رُجِمَ قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ ﴾ [سنن الدار قطني : ٣/ ٢٧١، ٢٧٢، ح : ٣٦٥٢، وإسناده حسن لذاته، و حفص بن عمر ثقة وثقه ابن حبان و الخطيب ولكن سماه حفص بن عمرو۔ تاريخ البغداد : ٦/ ٢٩٨، ت : ٤٣١٩]

''اپنی بیویوں سے رجوع کرو۔'' اور فرمایا: ''اگر تم اسی حال میں مر گئے تو میں ضرور انھیں تمھاری وراثت سے حصہ دوں گا اور تمھاری قبر کو رجم کرنے کا حکم دوں گا جس طرح ابو رغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا۔''

ابو رغال وہ شخص ہے جس نے ابرہہ الاشرم کی مکہ کی طرف راہنمائی کی تھی، جب وہ بیت اللہ کو گرانے کے لیے آیا تھا۔ اہل عرب جب اس کی قبر کے پاس سے گزرتے تو پتھر برساتے تھے۔

سنن کبریٰ بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''سیدنا غیلان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور اپنا مال (اولاد میں) تقسیم کر دیا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انھوں نے غیلان رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ اپنے مال کو دوبارہ اپنے پاس واپس لوٹا لیں اور اپنی بیویوں سے رجوع کریں، ورنہ میں ضرور آپ کی قبر کو رجم کروں گا جس طرح ابو رغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا۔'' [السنن الكبرى للبيهقي : ١٠/ ٤٤، ٤٤٥، ح : ١٤٣٨١، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق : ٤٨/ ١٣٨، أبو الحسن علي بن فضل بن محمد بن عقيل صدوق حسن الحديث، ترجم له الذهبي في التاريخ الإسلام : ٢٦/ ١١٨، ت : ٢٢٣، وثقه البيهقي بتصحيح حديثه]

یک بارگی تین طلاقوں کا نفاذ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے ابتدائی دو برسوں تک (یک بارگی) تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ، فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ

عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ)) [مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ١٤٧٢]

''بلاشبہ لوگوں نے ایک ایسے معاملے میں جلد بازی شروع کر دی ہے جس میں انھیں مہلت ملی تھی تو کیوں نہ ہم اسے ان کے لیے جاری کر دیں (یعنی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کریں، تو مناسب ہوگا)۔'' پھر انھوں نے ایسا ہی کیا۔''

ابو صہباء نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''کیا آپ کو علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے ابتدائی تین سالوں تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں؟'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ہاں!'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ١٦ / ١٤٧٢]

مندرجہ بالا دونوں روایات میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریقے کے خلاف ایک ہی دفعہ کی تین طلاقوں کو تین شمار کیا، جبکہ ان سے پہلے ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ لوگ بکثرت ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے لگے ہیں، انھیں سنت طریقہ کی طرف لوٹانے کے لیے ضروری ہے کہ ان پر سختی کی جائے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دی جائے اور پھر اسے چھوڑ دیا جائے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اگر دورانِ عدت خاوند اس عورت سے دوبارہ ازدواجی تعلقات کا خواہاں ہو تو رجوع کر سکتا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو بعض حضرات نے صریحاً نصوص کی خلاف ورزی شمار کیا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ایک انتظامی فیصلہ تھا، وہ شرعی مسئلے کو بدلنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ انتظامی طور پر لوگوں کی غلط روش کی اصلاح چاہتے تھے۔

نکاحِ متعہ کی حرمت

نکاح متعہ کی حرمت کے بارے میں بہت سے آثار منقول ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس نکاح کو حرام سمجھتے تھے اور اس بارے میں انتہائی سختی سے کام لیتے تھے، یہاں تک کہ بعض

لوگوں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اس نکاح کو حرام قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار نہیں دیا، حالانکہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس (یعنی فتح مکہ) کے سال تین بار نکاح متعہ کی اجازت دی تھی، بعدازاں اسے (ہمیشہ کے لیے) حرام قرار دے دیا تھا۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ...... الخ: ۱۸/ ۱۴۰۵]

سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کی اجازت دی، تو میں اور میری قوم کا ایک آدمی بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے۔ گویا وہ ایک جوان اونٹنی تھی، دراز گردن صراحی نما۔ سو ہم نے اس سے نکاح متعہ کی خواہش ظاہر کی، تو اس نے پوچھا: ''تم مجھے کیا دو گے؟'' میں نے کہا: ''یہ چادر لے لو۔'' میرے ساتھی نے بھی کہا کہ میں بھی تمھیں اپنی چادر دوں گا اور میری چادر سے میرے ساتھی کی چادر عمدہ تھی، لیکن میں اس سے بڑھ کر خوبرو نوجوان تھا۔ تو وہ جب میرے ساتھی کی چادر کو دیکھتی تو اسے وہ پسند آتی اور جب وہ مجھے دیکھتی تو اسے میں پسند آتا۔ چنانچہ اس نے (مجھے) کہا: ''مجھے تم اور تمھاری چادر قبول ہے۔'' تو میں اس عورت کے ساتھ تین دن رہا۔ بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی کے پاس بھی نکاحِ متعہ کے ذریعے سے حاصل شدہ عورتیں موجود ہیں وہ ان سب کو چھوڑ دے۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ...... الخ: ۱۴۰۶]

سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا» [مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ...... الخ: ۲۱/ ۱۴۰۶]

''اے لوگو! میں نے تمھیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا ہے، اس لیے جس کے پاس ایسی عورت موجود ہے وہ اس کا راستہ چھوڑ دے اور جو مال تم نے انھیں دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔''

ایک مرتبہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ نکاح متعہ کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے (یعنی اسے جائز خیال کرتے تھے) تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ » [مسلم، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة...... الخ : ٣١/ ١٤٠٧]

''ٹھہر جاؤ اے ابن عباس! بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح سے اور گھریلو گدھے کے گوشت سے خیبر کے دن منع فرما دیا تھا۔''

ابو نضرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ کی اجازت دیتے تھے، جبکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے۔ ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس بات کا ذکر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کیا تو انھوں نے فرمایا: ''نکاح متعہ کی حدیث تو میرے ہی واسطے سے لوگوں میں پھیلی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نکاح متعہ کیا کرتے تھے، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انھوں نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ، وَإِنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهُ، فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، وَأَبِتُّوا نِكَاحَ هٰذِهِ النِّسَاءِ، فَلَنْ أُوتٰى بِرَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً إِلٰى أَجَلٍ، إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ »

[مسلم، كتاب الحج، باب في المتعة بالحج و العمرة : ١٢١٧]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے جو چاہا اور جس وجہ سے چاہا اسے حلال کر دیا اور قرآن کریم نے حلال اور حرام کو اپنی اپنی جگہ متعین کر دیا ہے، سو تم حج وعمرہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا کرو اور نکاح متعہ سے مکمل طور پر دست بردار ہو جاؤ۔ اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص لایا گیا جس نے (شادی شدہ ہونے کے باوجود) نکاح متعہ کیا تو میں اسے رجم کی سزا دوں گا۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح متعہ کو اپنی طرف سے حرام قرار نہیں دیا تھا، بلکہ وہ اس کی حرمت میں رسول اللہ ﷺ کے متبع تھے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس نکاح کو خیبر کے دن ۶ ہجری میں حرام قرار دے دیا تھا، پھر ۸ ہجری کو فتح مکہ کے سال کچھ مدت کے لیے اسے حلال قرار دیا۔ لوگ پندرہ دن تک اس نکاح سے فائدہ اٹھاتے رہے، اس کے بعد تاقیامت اس نکاح کو حرام قرار دے دیا۔ (وللہ الحمد)

یاد رہے! سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نکاح متعہ کے جواز کے فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« مَا مَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتَّى رَجَعَ عَنْ هٰذَا الْفُتْيَا » [مسند أبي عوانة : ٣/ ٢٣، تحت ح : ٤٠٥٧، و إسناده صحيح]

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی وفات سے قبل نکاح متعہ کے جواز کے فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب اسلامی سلطنت کی حدود دور دور تک پھیل گئیں تو انھوں نے نظامِ خلافت کو بہتر طریقے سے چلانے اور ذرائع آمدنی کی مؤثر نگرانی کے لیے مملکت کو بڑے بڑے انتظامی حصوں میں تقسیم کر دیا اور تمام دور افتادہ علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کر دیے۔

صوبہ جات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ریاست کے مختلف صوبوں کی تقسیم اسی طرح تھی جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تھی۔ ان میں صرف اتنا فرق آیا کہ یہ علاقے پہلے سے زیادہ پھیل گئے اور وقتاً فوقتاً ان علاقوں کے قائدین کے مناصب میں تبدیلیاں کی گئیں۔

مکہ معظّمہ میں گورنر مقرر کرنا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبدالحارث خزاعی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کر رکھا تھا، جیسا کہ سیدنا عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ عسفان کے علاقے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے، انھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کا گورنر بنایا ہوا تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: «مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلٰی أَهْلِ الْوَادِيْ؟» ''آپ نے اہل مکہ پر کسے امیر مقرر کیا ہے؟'' سیدنا نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''ابن ابزیٰ کو (ان پر امیر مقرر کیا ہے)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((وَمَنِ ابْنُ أَبْزَى؟)) ''ابن ابزیٰ کون ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى؟)) ''آپ نے ان پر ایک غلام کو امیر مقرر کر دیا ہے؟'' تو سیدنا نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہ اللہ عزوجل کی کتاب قرآن کا (بہترین) قاری اور فرائض کے علم کا (بہت بڑا) عالم ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''بے شک تمھارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ)) [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن...... الخ : ٨١٧]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے کچھ قوموں کو عزت و شرف بخشتا ہے اور اسی کتاب (قرآن مجید سے روگردانی) کی وجہ سے کچھ کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔''

بحرین کے گورنر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بدری صحابی سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو جو ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ماموں ہیں، بحرین کا حاکم مقرر کیا۔ [ديكھيے بخاري، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدرًا : ٤٠١١]

کوفہ کے گورنر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ پر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا، پھر اہل کوفہ نے ان کی شکایت کی تو ان کی جگہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ [ديكھيے بخاري، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام...... الخ : ٧٥٥۔ مسلم : ١٥٩/ ٤٥٣]

آذر بائیجان کے گورنر

آذر بائیجان کے پہلے گورنر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے مدائن منتقل ہو جانے کے بعد عتبہ بن فرقد السلمی کو آذر بائیجان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ان کے دورِ گورنری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان بہت سے خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے گورنروں سے سلوک

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں سے کیسا سلوک و معاملہ روا رکھتے تھے اور کن صفات و عادات کے حامل لوگوں کو کسی عہدے پر مقرر کرتے تھے، یہ جاننے کے لیے درج ذیل روایات پر غور کرنا ضروری ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

« قَدْ عَلِمْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ! مَتٰى تَهْلِكُ الْعَرَبُ »

''رب کعبہ کی قسم! میں یقیناً جانتا ہوں کہ عرب کب تباہ و برباد ہوں گے۔''

اس پر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: ''اے امیر المومنین! عرب کب تباہ و برباد ہوں گے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« حِيْنَ يَسُوْسُ أَمْرَهُمْ مَنْ لَمْ يُعَالِجْ أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَلَمْ يَصْحَبِ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ٤١٣، ح : ٣٢٤٦٢، و إسناده صحيح۔ حلية الأولياء : ٧/ ٢٨٦، ح : ١٠٥٤٥۔ الطبقات لابن سعد : ٦/ ١٨٠، ت : ٢٠٢١۔ مسند علي بن الجعد : ٢٣٦٨، وصححه الحاكم ووافقه الذهبي۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٤٢٨، ح : ٨٣١٨، المستظل بن الحصين ثقة و صدوق صحيح الحديث، وثقه ابن سعد والعجلي و ابن حبان، صحح له الحاكم والضياء المقدسي و وافقهما الذهبي]

''جب ان کے معاملات کی باگ ڈور ایسے آدمی کے ہاتھ میں آ جائے گی جس نے نہ تو زمانۂ جاہلیت کو (اچھی طرح) جانا ہوگا اور نہ ہی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی صحبت حاصل ہوئی ہوگی۔"

عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

« إِنَّ أُنَاسًا كَانُوا يُؤْخَذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ، اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ، وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوءًا لَمْ نَأْمَنْهُ، وَلَمْ نُصَدِّقْهُ، وَإِنْ قَالَ إِنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ » [بخاري، كتاب الشهادات، باب الشهداء العدول : ٢٦٤١]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بذریعہ وحی لوگوں کا محاسبہ ہو جاتا تھا اور اب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) وحی منقطع ہو چکی ہے، لہٰذا اب ہم تمھاری پکڑ تمھارے ظاہری اعمال پر کریں گے، جو کوئی بظاہر اچھا کام کرے گا ہم اس پر اعتماد کریں گے اور اسے اپنا ساتھی بنائیں گے اور اس کے پوشیدہ معاملات ہمارے ذمے نہیں ہیں۔ اللہ ہی اس کے پوشیدہ اعمال پر اس کا محاسبہ کرنے والا ہے اور جس آدمی کی برائیاں ہم پر ظاہر ہوں گی اسے ہم نہ تو امین جانیں گے اور نہ ہم اسے سچا ہی قرار دیں گے، اگرچہ وہ کہتا رہے کہ اس کا باطن عمدہ اور اچھا ہے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب کیا تھا ان کے ظاہری اعمال یقیناً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اچھے تھے، تب ہی انھوں نے انھیں اپنا رفیق اور مجلس مشاورت کا حصہ بنایا ہوا تھا۔

ثقہ وصدوق تابعی ابو فراس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ

ارشاد فرمایا:

«أَلَا إِنِّي وَاللّٰهِ! مَا أَبْعَثُ إِلَيْكُمْ عُمَّالًا لِيَضْرِبُوْا أَبْشَارَكُمْ، وَلَا لِيَأْخُذُوْا أَمْوَالَكُمْ، وَلٰكِنْ أَبْعَثُهُمْ إِلَيْكُمْ لِيُعَلِّمُوْكُمْ دِيْنَكُمْ وَسُنَّتَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهِ سِوٰى ذٰلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَأُقِصَّنَّهُ مِنْهُ»

”خبردار! بلاشبہ میں اپنے عمال کو تمھارے پاس اس لیے نہیں بھیجتا کہ وہ تمھاری پیٹھ پر کوڑے برسائیں اور تمھارے مالوں پر قبضہ کریں، بلکہ میں انھیں (گورنروں کو) تمھارے پاس اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمھیں تمھارے دین اور سنت کے بارے میں تعلیم دیں۔ پس جس آدمی کے ساتھ اگر کوئی عامل اس کے علاوہ کوئی اور معاملہ کرے تو وہ میرے پاس آئے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اسے اس عامل و گورنر سے ضرور قصاص دلا کر رہوں گا۔“

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا:

«يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى رَعِيَّةٍ فَأَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ إِنَّكَ لَمُقِصُّهُ مِنْهُ»

”اے امیر المومنین! آپ کا اس گورنر کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی رعایا میں سے کسی کو ادب سکھانے کے لیے مارے، تو کیا آپ اس گورنر سے بھی اسے قصاص لے کر دیں گے؟“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ! لَأُقِصَّنَّهُ مِنْهُ، أَنِّيْ لَا أُقِصُّهُ مِنْهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِصُّ مِنْ نَفْسِهِ، أَلَا لَا تَضْرِبُوا الْمُسْلِمِيْنَ فَتُذِلُّوْهُمْ وَلَا تَمْنَعُوْهُمْ مِنْ حُقُوْقِهِمْ فَتُكَفِّرُوْهُمْ

وَلَا تُجَمِّرُوهُمْ فَتَفْتِنُوهُمْ وَلَا تُنْزِلُوهُمُ الْغِيَاضَ فَتُضَيِّعُوهُمْ ›› [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ٤٦٤، ٤٦٥، ح : ٣٢٩١١، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٤٣٨، ح : ٨٣٥٦۔ المطالب العالية لابن حجر : ٦/ ١١٨، ح : ٣/ ٢١٣٥۔ المنتقي لابن الجارود : ٨٤٤۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٩/ ٢٩۔ مسند أحمد : ١/ ٤١، ح : ٢٨٦۔ مشكل الآثار للطحاوي : ٩/ ١٥١، ١٥٢، ح : ٣٥٢٨، ٧/ ٨٤، ٨٥۔ أبو فراس النهدي صدوق ثقة حسن الحديث وثقه ابن حبان وابن الجارود والضياء المقدسي والحاكم والذهبي بتصحيح حديثه]

’’ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے! میں اسے اس گورنر سے بھی ضرور قصاص لے کر دوں گا، میں اس سے قصاص کیوں نہ دلاؤں جبکہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے آپ کو بھی قصاص کے لیے پیش کرتے تھے۔ (اے عاملین!) خبردار! تم مسلمانوں کو نہ مارو، اس طرح تم انھیں ذلیل و رسوا کرو گے اور نہ ہی ان کے حقوق کی پامالی کرو، اس طرح تم انھیں کفر کرنے پر اکساؤ گے اور نہ ہی تم انھیں (بے مقصد باتوں پر) جمع کرو، اس طرح تم انھیں فتنے میں مبتلا کر دو گے اور نہ ہی تم انھیں جھنڈ جھاڑیوں میں اتارو، اس طرح تم انھیں ضائع کر دو گے (کیونکہ ایسے مقامات پر اکثر دشمن چھپے ہوتے ہیں اور وہ اچانک حملہ کر دیں گے)۔‘‘

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انھی لوگوں کو عامل و گورنر مقرر کرتے تھے جو کتاب و سنت کی اچھی خاصی معرفت رکھتے ہوں اور لوگوں کو دین اسلام کے مطابق تعلیم و تربیت دینے کے جذبۂ صادقہ سے سرشار اور ہمہ وقت اس دعوت کے لیے کوشاں ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نافع بن عبدالحارث خزاعی رضی اللہ عنہ (گورنر مکہ) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے سفر حج کے دوران عسفان نامی جگہ ملے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا: « مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلَى أَهْلِ الْوَادِي؟ » ’’تم نے مکہ مکرمہ میں اپنی جگہ کسے عامل مقرر کیا ہے؟‘‘

نافع نے عرض کیا: ''ابن ابزیٰ کو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿وَمَنِ ابْنُ أَبْزَي؟﴾ ''ابن ابزیٰ کون ہے؟'' نافع نے عرض کیا: ''ہمارا غلام ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى؟﴾ ''تم نے ایک غلام کو لوگوں پر امیر مقرر کر دیا ہے؟'' نافع نے عرض کیا: ''وہ اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن) کا قاری اور فرائض کا عالم ہے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ تمھارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ﴾ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم...... الخ: ٨١٧]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت بہت سی اقوام کو عزت بخشتا ہے اور بہت سی اقوام کو اسی (کتاب سے روگردانی) کی وجہ سے ذلت سے دوچار کر دیتا ہے۔''

غیر مسلموں سے سرکاری کام لینے سے گریز

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے ایک نصرانی کاتب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا خط پسند آیا اور انھوں نے کہا: ''یہ تو نصرانی ہے۔'' سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے جھڑکا اور میری ران پر مارا اور مجھے کہا کہ اسے برخاست کر دو اور یہ آیت پڑھی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾

[الممتحنة: ١]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔''

اور پھر یہ آیت پڑھی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [المائدة: ٥١]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

یہ سن کر سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ کی قسم! میں نے اسے دوست و سنگی تو نہیں بنایا ہے، یہ تو صرف میرا کاتب ہے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "تجھے اہل اسلام میں ایسا کوئی آدمی نہیں ملا جو تیرا کاتب بننے کے لائق ہوتا؟ انھیں قریب مت کرو جب اللہ تعالیٰ نے انھیں دور کیا ہے اور انھیں امین و قابل بھروسا نہ جانو جب اللہ تعالیٰ نے انھیں قابل بھروسا نہیں جانا اور انھیں عزت نہ دو، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل و رسوا کیا ہے۔" تو انھوں نے اسے فارغ کر دیا۔ [شعب الإيمان للبيهقي : ٧/ ٤٣، ح : ٩٣٨٤، وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٤/ ٤٨، ح : ١٩٢٣٩، ١٥/ ١٢٠، ح : ٢٠٩٩٢۔ أسباط بن نصر و سماك بن حرب صدوقان في غير ما أنكر عليهما وثقهما الجمهور، وأبو القاسم زيد بن جعفر بن محمد صدوق حسن الحديث وثقه البيهقي والبغوي بتصحيح حديثه، السنن الكبرى للبيهقي : ٢/ ٤٠٧، ح : ٢٦٢٥۔ متابعة، شرح السنة للبغوي : ٧/ ٣٠٥، ٣٠٦، ح : ٣٤٦٠، كتاب البر و الصلة، باب تعاون المؤمنين و تراحمهم]

عمال کے وظائف کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تقریباً تمام عمال کے یومیہ، ماہانہ یا سالانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے، تاکہ وہ لوگوں کے دستِ نگر نہ رہیں اور معاشی مجبوریاں ان کی ذمہ داریوں پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔

ثقہ تابعی ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو عہدۂ قضا اور بیت المال پر نگران مقرر کیا تھا اور سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے پانی سے سیراب ہونے والے علاقے پر نگران بنایا تھا اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے اور اسلامی افواج کی کمان کی ذمہ داری سونپی تھی اور ان تینوں کو روزانہ بطور وظیفہ ایک بکری دی جاتی تھی۔ اس کے گوشت کا اگلا آدھا حصہ، اس

کے پائے اور کھر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیے جاتے تھے، کیونکہ ان کے ذمے نماز پڑھانا اور اسلامی افواج کی سربراہی تھی اور باقی کے آدھے گوشت کے دو حصے کر کے ایک حصہ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور دوسرا سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کو دے دیا جاتا تھا۔" [السنن الكبرى للبيهقي : ١٠/ ٣٩، ح : ١٣٢٨٩، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق : ٢٣/ ١٨٠، ت: ٢٧٦٠، و عامر بن شقيق صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور و منهم الترمذي وابن الجارود (المنتقى) والحاكم (١/ ١٤٩، ح : ٥٢٧) وابن خزيمة (ح : ١٥١)، وابن حبان (١٠٨١) والضياء المقدسي (المختارة : ١/ ١٩٦، ١٩٧، ح : ٣٤٣، ٣٤٥) بتصحيح حديثه]

اس روایت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کے کھانے وغیرہ کا فراوانی وخوش حالی کے دنوں میں کس قدر خیال رکھتے تھے۔ بعض عمال سرکاری ذمہ داریاں نبھانے کے عوض وظائف لینا پسند نہیں کرتے تھے، مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ وظائف حکماً وصول کرنے کی تاکید فرمائی۔ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل سے فرمایا:

« أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَلِي مِنْ أَعْمَالِ النَّاسِ أَعْمَالًا فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعُمَالَةَ كَرِهْتَهَا؟ »

"کیا مجھ سے جو کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمھیں لوگوں پر عامل مقرر کیا جاتا ہے اور اس کے عوض جب تمھیں وظیفہ دیا جاتا ہے تو تم اسے قبول نہیں کرتے؟"

انھوں نے کہا: "جی ہاں!" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: « مَا تُرِيدُ إِلَى ذٰلِكَ؟ » "اس انکار سے تمھارا کیا مقصد ہے؟" انھوں نے کہا: "میرے پاس غلام اور گھوڑوں کی کثیر تعداد موجود ہے، میں خوش حال ہوں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرا وظیفہ مسلمانوں پر صدقہ کر دیا جائے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَا تَفْعَلْ فَإِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الَّذِي أَرَدْتَ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، حَتّٰى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ، وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَإِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ »

[بخاري، كتاب الأحكام، باب رزق الحكام والعاملين عليها : ٧١٦٣]

''تم ایسا نہ کرو، کیونکہ میں نے بھی ایک دفعہ اس بات کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ مجھے عطا فرماتے تو میں کہہ دیتا، آپ یہ مال مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عطا کر دیں۔ آپ نے مجھے ایک بار مال عطا کیا اور میں نے وہی بات دہرائی کہ آپ یہ ایسے شخص کو دے دیں جو اس کا مجھ سے زیادہ حاجت مند ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور اس کا مالک بننے کے بعد (چاہو تو) اسے صدقہ کر دو۔ یہ مال تمھیں جب اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ تم نے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ لگا کرو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اچھے، دیانت دار اور باصلاحیت عمال کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ امانت دار عمال پر خاص طور پر نظر رکھتے تھے اور ایسے عمال کی وہ بڑی تمنا رکھتے تھے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بیٹھے ساتھیوں سے کہا: ''کوئی تمنا کرو۔'' ایک آدمی نے کہا: ''میری تمنا و خواہش ہے کہ یہ جگہ سونے سے بھری ہوئی ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کر دوں۔'' ایک آدمی نے کہا: ''میری تمنا ہے کہ یہ جگہ اعلیٰ قسم کے ہیرے و جواہرات سے بھری ہوئی ہو اور میں انھیں اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: ''(لوگو!) کوئی تمنا و خواہش بیان کرو۔'' لوگوں نے کہا: ''امیر المومنین!

ان تمناؤں کے علاوہ ہماری کوئی تمنا نہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری تمنا تو یہ ہے کہ یہ گھر ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں سے بھر جائے۔'' [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل: ۲/ ۷٤۰، ح: ۱۲۸۰، و إسناده حسن لذاته۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ۱/ ۱۰۳۔ تاريخ دمشق: ۱۲/ ۲۸۵۔ بغية الطلب في التاريخ حلب: ۲/ ۳۲۹۔ مستدرك حاكم: ۳/ ۲۲٦، ۲۲۷، ح: ۵۰۵۰، وإسناده حسن لذاته وقال الذهبي في تلخيصه على شرط البخاري و مسلم]

''التاریخ الاوسط'' اور ''حلیۃ الاولیاء'' وغیرہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: (''لوگو!) کوئی خواہش وتمنا بیان کرو۔'' تو ایک آدمی نے کہا: ''میری خواہش ہے کہ یہ گھر درہموں سے بھرا ہوا ہو اور میں انھیں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا جاؤں۔''

اس روایت کے آخر میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری خواہش تو یہ ہے کہ یہ گھر ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں سے بھرا ہو اور میں انھیں اللہ کے راستے میں استعمال کرتا جاؤں۔'' اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس کچھ مال بھیجا اور مجھے کہا کہ دیکھو اس مال کے ساتھ حذیفہ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں۔ جب سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس مال پہنچا تو انھوں نے سارا مال اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال بھیجا تو انھوں نے بھی وہ سارا مال اللہ کے راستے میں تقسیم کر دیا۔ پھر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال بھیجا اور کہا کہ دیکھو اس کے ساتھ وہ کیا کرتے ہیں (تو انھوں نے بھی اسے تقسیم کر دیا)۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے تمھیں کہا تھا نہ (کہ یہ گھر ان جیسے لوگوں سے بھرا ہو اور میں انھیں اللہ کے راستے میں استعمال کرتا جاؤں)۔'' [التاريخ الأوسط للبخاري: ۱/ ۷۹، ح: ۱۷۳ وإسناده حسن لذاته۔ حلية الأولياء: ۱/ ۱۰۳۔ تاريخ دمشق: ۱۲/ ۲۸۵۔ تهذيب الكمال للمزي: ۵/ ۵۰۵، ت: ۱۱٤۷۔ بغية الطلب في التاريخ حلب: ۲/ ۳۲۹]

عمال کا اہم ترین فریضہ قیام صلوٰۃ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بھی اور اپنے عمال کو بھی نماز کی حفاظت و مداومت کا حکم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام درج ذیل خط لکھا: ''نماز ظہر اس وقت پڑھو جب سورج ڈھل جائے اور نماز عصر اس وقت پڑھو جب آفتاب پوری طرح سفید و صاف ہو، زرد نہ ہونے پائے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور نماز عشاء کو اس وقت تک مؤخر کر لو جب تک کہ تم جاگ سکو اور نماز فجر اس وقت ادا کرو جب ستارے خوب جگمگا رہے ہوں اور صبح کی نماز میں مفصل سورتوں (سورۃ الحجرات سے آخر تک) میں سے دو لمبی سورتیں پڑھو۔'' [موطأ إمام مالك، كتاب وقوت الصلاة، باب وقوت الصلاة: ٧، و إسناده صحيح۔ معرفة السنن والآثار للبيهقي: ٢/ ٣٤٣، ح: ٧٠٢]

معاہدوں کی پاسداری

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ معاہدوں کی پاسداری کے حوالے سے بہت حساس تھے، جیسا کہ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میری موجودگی میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ، وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَّا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ »

[بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ وأبي بكر و عمر رضي الله عنهما: ١٣٩٢، ٣١٦٢، ٣٠٥٢]

'' (اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو) میں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے (یعنی غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارتے ہیں) کہ انھیں بچا کر لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان (ذمیوں) پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

عہد فاروقی میں گورنروں کی نگرانی و محاسبہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عمال کے خلاف کی گئی شکایات کا از خود نوٹس لیا کرتے تھے۔ وہ مکمل طور پر معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے، پھر کسی نتیجے پر پہنچتے اور قصور وار کو چاہے وہ عامل ہوتا یا عام آدمی، سزا دیتے تھے۔

اب عمال کے بارے میں کی گئیں شکایات اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے حل اور ازالے کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل کوفہ کی شکایت

اہل کوفہ میں سے چند لوگوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے شکایات کیں۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا:

« قَدْ شَكَوْكَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى فِي الصَّلَاةِ » [مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر و العصر : ١٥٩/ ٤٥٣]

”انھوں (اہل عراق) نے تمھارے ہر معاملے میں شکایتیں کی ہیں، یہاں تک کہ نماز کے بارے میں بھی شکایت کی ہے۔“

اہل کوفہ میں سے بعض آدمیوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایات کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔

ان کی یہ شکایات سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کر دیا اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا:

((يَا أَبَا إِسْحَاقَ! إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي))

"اے ابو اسحاق! ان لوگوں کا خیال ہے کہ تم اچھی نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔"

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ! فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ، فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ))

"اللہ کی قسم! میں تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہی نماز پڑھاتا ہوں، میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ میں نماز عشاء پڑھاتا ہوں تو میں پہلی دو رکعات کو لمبا کرتا ہوں اور آخری دو رکعات کو مختصر کرتا ہوں۔"

یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ((ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ!)) "اے ابو اسحاق! میرا بھی تیرے بارے میں یہی یقین تھا۔"

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کوفہ کی جانب روانہ کیا (تاکہ وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق اہل کوفہ سے پوچھیں)۔ تو ان لوگوں نے کوفہ کی ہر مسجد میں جا کر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو تمام مساجد کے لوگوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف بیان کی اور انھیں خیر و بھلائی کے ساتھ متصف قرار دیا۔ لیکن جب وہ قبیلہ بنو عبس کی مسجد میں داخل ہوئے تو ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ نامی شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: "اگر آپ نے اللہ کا واسطہ دیتے ہو پوچھا ہے تو سینیے، سعد نہ تو خود جہاد کے لیے جاتے ہیں، نہ ہی مال غنیمت کو

عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں اور نہ ہی فیصلہ کرتے وقت انصاف کرتے ہیں۔‘‘

اس پر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

« أَمَا وَاللّٰهِ! لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ »

’’اللہ کی قسم! میں (تمھاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں کہ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور سستی شہرت اور خود نمائی کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر، اس کی فقیری بڑھا دے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔‘‘

اس روایت کے راوی سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب اس شخص سے اس کا حال پوچھا جاتا تو کہتا:

« شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ »

’’میں آزمائش میں مبتلا بہت بوڑھا ہوں، مجھے سعد کی بد دعا لے ڈوبی ہے۔‘‘

عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ » [بخاري، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام...... الخ: ٧٥٥]

’’میں نے اسے دیکھا کہ اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھیں، لیکن اب بھی وہ راستے میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔‘‘

صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’کیا مجھے دیہاتی گنوار نماز سکھائیں گے (جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک تک حاصل نہیں ہوئی ہے اور میں تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کا چشم دید گواہ ہوں، بھلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ کر اور طریقے کیوں اپناؤں گا)۔‘‘ [مسلم، كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر و العصر: ١٦٠/ ٤٥٣]

ایک مرتبہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اہل کوفہ سے پوچھا: ''میں تمھارا کیسا امیر ہوں؟'' ایک آدمی نے جواب دیا: ''اللہ جانتا ہے کہ آپ میرے علم کے مطابق رعایا سے انصاف نہیں کرتے، مال بھی صحیح طریقے سے تقسیم نہیں کرتے اور نہ ہی خود جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔'' سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ آدمی جھوٹا ہے تو تو اسے اندھا کر دے، اسے جلد فقیر کر دے، اس کی عمر دراز کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے مصعب فرماتے ہیں: ''پھر وہ اندھا ہو گیا، یہاں تک کہ دیواریں پکڑ کر چلتا تھا اور اتنا فقیر ہوا کہ لوگوں سے پیسے مانگتا پھرتا تھا اور وہ مختار ثقفی کذاب کے فتنے میں مبتلا ہو کر مارا گیا۔'' [تاریخ دمشق: ۲۰/ ۳٤۲، ۳٤۳، وإسناده صحيح۔ سير أعلام النبلاء للذهبي: ۱/ ۱۱۳، ۱۱٤]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف اہل بصرہ کی شکایات

جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک آدمی سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا، وہ نہایت بلند آہنگ، بڑا بہادر اور دشمن پر ٹوٹ پڑنے والا مرد مجاہد تھا۔ جب غنیمت کا مال آیا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے پورا حصہ دینے کے بجائے کم حصہ دیا، تو اس آدمی نے وہ کم حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے بیس (۲۰) کوڑے لگوائے اور اس کا سر مونڈوا دیا۔ اس شخص نے اپنے مونڈے ہوئے بال اکٹھے کیے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑا۔ جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے بال نکالے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دے مارے اور کہا: ''اللہ کی قسم! اگر آگ نہ ہوتی (تو میں کیا کچھ کر گزرتا)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «صَدَقَ لَوْ لَا النَّارُ» ''اس نے سچ کہا کہ اگر آگ نہ ہوتی۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تیرا کیا مسئلہ ہے؟'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں بلند آواز اور دشمن پر ٹوٹ کر حملہ کرنے والا سپاہی ہوں، لیکن ابوموسیٰ نے مجھے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دینے سے انکار

گیا، مجھے بیس (۲۰) کوڑے مارے اور میرا سر مونڈ دیا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی قصاص لینے والا نہیں ہے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لِأَنْ يَكُونَ النَّاسُ كُلُّهُمْ عَلٰى مِثْلِ صَرَامَةِ هٰذَا، أَحَبُّ مِنْ جَمِيعِ مَا أُفِيءَ عَلَيْنَا »

"اگر سب لوگ اس جیسے دلیر ہو جائیں تو یہ چیز مجھے آنے والے تمام مالِ فے سے زیادہ عزیز ہے۔"

اسی وقت انھوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: "السلام علیک، امابعد! مجھے فلاں شخص نے خبر دی ہے کہ تم نے اس کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا ہے، اگر یہ کام تم نے سرعام کیا ہے تو میرا حکم ہے کہ تم سرعام اسے قصاص دو اور اگر تم نے یہ کام سرعام نہیں کیا تو پھر لوگوں سے الگ کسی جگہ اسے قصاص دو۔"

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس شخص کو قصاص دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ شخص ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے کے لیے آگے بڑھا تو لوگوں نے اسے کہا: "ابوموسیٰ کو معاف کر دو۔" اس نے کہا: "ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں انھیں کسی کی سفارش پر نہیں چھوڑوں گا۔" جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قصاص دینے کے لیے زمین پر آ بیٹھے تو اس شخص نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا: "(اے اللہ!) میں اسے تیرے لیے معاف کرتا ہوں۔" [مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۲۴، ح: ۳۳۸۱۵، و إسناده صحيح۔ تاريخ المدينة المنورة للنميري: ۲/ ۳۴۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۲/ ۷۸، ح: ۱۶۴۵۸۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ۳/ ۴۰۰، سماع حماد بن سلمة من عطاء بن السائب قبل الاختلاط عند الجمهور وقال يعقوب بن سفيان الفسوي "وعطاء ثقة، حديثه حجة ما روى عنه سفيان وشعبة و حماد بن سلمة، وسماع هؤلاء سماع قديم" (المعرفة والتاريخ: ۳/ ۸۴) وقال ابن معين "حديث سفيان و شعبة بن الحجاج و حماد بن سلمة عن عطاء بن السائب مستقيم......" (التاريخ ابن معين رواية الدوري: ۱/ ۲۲۶، ت: ۱۴۶۵) وبه قال الجمهور (انظر الكواكب النيرات، ص: ۳۲۵، ۳۲۶)]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: ''آج رات میں نے خواب میں ایک سائبان دیکھا، جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اسے اپنی ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں، کوئی زیادہ لینے والا ہے اور کوئی کم لینے والا۔ پھر اچانک ایک رسی آسمان سے زمین تک آملی، تو میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ نے اسے پکڑا اور اوپر چڑھ گئے۔ پھر اسے ایک اور آدمی نے پکڑا، وہ بھی اس کے ساتھ اوپر چڑھ گیا۔ پھر اسے ایک اور آدمی نے پکڑا، وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر وہ کٹ گئی، پھر دوبارہ مل گئی۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، آپ کو اللہ کی قسم! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی تعبیر کروں۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی تعبیر کرو۔'' انھوں نے کہا: ''وہ سائبان تو اسلام ہے اور جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے وہ قرآن کی حلاوت ہے، جو ٹپک رہی ہے۔ پھر کوئی قرآن سے زیادہ حاصل کرنے والا ہے اور کوئی کم حاصل کرنے والا ہے۔ رہی وہ رسی جو آسمان سے زمین تک ملی ہوئی ہے، تو اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اسے پکڑے رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بلند کرے گا، پھر آپ کے بعد اسے ایک اور آدمی پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ساتھ بلند ہو جائے گا، پھر ایک اور آدمی اسے پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ساتھ بلند ہو جائے گا، پھر ایک اور آدمی اسے پکڑے گا تو اس کے ساتھ وہ رسی کٹ جائے گی، پھر اس کے لیے ملا دی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ بلند ہو جائے گا۔ یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، مجھے بتایئے! میں نے درست کہا یا خطا کی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے کچھ درست کہا، کچھ خطا کی۔'' انھوں نے کہا: ''آپ کو اللہ کی قسم ہے! آپ مجھے وہ ضرور بتائیں جو میں نے خطا کی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم مت ڈالو۔'' [تاريخ المدينة المنورة للنميري : ٢/ ١٩، ٢٠، ح : ١٣٩٠، وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٥/ ٣٠٦، ٣٠٧، ح : ٢١٥٥١۔ الطيوريات : ٤/ ١٤ تا ١٦، ح : ٢٦٧، وسماك بن حرب صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه ورواية حماد بن سلمة عن سماك في الصحيح للمسلم : ح : ٧/ ١٨٢١]

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کے کمانڈر انچیف کی ذمہ داری سے مختلف وجوہ کی بنا پر معزول کر دیا، تو بعد کے زمانے میں اسلام دشمنوں نے اس واقعہ کے متعلق خود ساختہ روایات کو اسلامی معاشرے میں پھیلایا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے اسباب کا غلط مطلب نکالا، ان دونوں بزرگ ہستیوں پر بے بنیاد الزامات لگائے اور اس سلسلے میں ایسی باتوں کا سہارا لیا جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب جابیہ میں لوگوں سے خطاب کیا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

« وَ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكُمْ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، إِنِّي أَمَرْتُهُ أَنْ يَّحْبِسَ هٰذَا الْمَالَ عَلٰى ضَعَفَةِ الْمُهَاجِرِيْنَ، فَأَعْطَاهُ ذَا الْبَأْسِ، وَذَا الشَّرَفِ، وَذَا اللِّسَانَةِ، فَنَزَعْتُهُ، وَأَمَّرْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ »

''میں تمھارے سامنے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی وجہ بیان کرتا ہوں، میں نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ یہ مال غریب مہاجرین میں تقسیم کر دے، لیکن اس نے یہ مال طاقتور، بڑے مرتبے والے اور زبان دراز لوگوں کو دے دیا، چنانچہ میں نے اسے معزول کر دیا اور ان کی جگہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو کمانڈر انچیف مقرر کر دیا ہے۔''

تو (سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی) ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

« وَاللّٰهِ! مَا أَعْذَرْتَ يَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ! لَقَدْ نَزَعْتَ عَامِلًا اسْتَعْمَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَمَدْتَّ سَيْفًا سَلَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعْتَ لِوَاءً نَصَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ قَطَعْتَ الرَّحِمَ، وَحَسَدْتَ ابْنَ الْعَمِّ »

''اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! آپ اپنی صفائی پیش نہیں کر سکے۔ آپ نے اس عامل کو معزول کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا، ایسی تلوار کو نیام میں ڈال دیا جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نیام کیا تھا اور ایسے جھنڈے کو سرنگوں کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا تھا۔ آپ نے قطع رحمی کی اور اپنے چچا زاد سے حسد کا مظاہرہ کیا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ باتیں صبر وتحمل سے سنیں اور) فرمایا:

« إِنَّكَ قَرِيبُ الْقَرَابَةِ، حَدِيثُ السِّنِّ، مُغْضَبٌ مِنَ ابْنِ عَمِّكَ » [مسند أحمد : ٣/ ٤٧٥، ٤٧٦، ح : ١٦٠٠٠، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للنسائي : ٥/ ٧٧، ح : ٨٢٨٣۔ المعرفة والتاريخ لإمام يعقوب بن سفيان : ١/ ٤٦٣، ٤٦٤۔ معرفة الصحابة لإمام أبي نعيم : ١/ ٦١٣، ح : ٧٣٤۔ طبراني كبير : ٢٢/ ٢٩٩، ح : ٧٦١۔ تاريخ دمشق : ١٦/ ٢٦٤۔ الاستيعاب لإمام ابن عبد البر : ٢/ ٥٢]

''تم خالد بن ولید کے انتہائی قریبی عزیز ہو اور نوجوان ہو، اسی لیے اپنے چچا زاد کے بارے میں تعصب کا اظہار کر رہے ہو۔''

باب 06
عہد فاروقی میں اہم اسلامی فتوحات

- عہد فاروقی میں اہم اسلامی فتوحات
- معرکۂ یرموک
- فتح دمشق
- فتح شام
- فتح جابیہ
- فتح تُستر
- معرکہ نہاوند
- آذربائیجان کی فتح
- فتح جلولاء
- فتح مدائن
- فتح اسکندریہ (مصر)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« وَجَدْتُّ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ يَوْمَ غَزَوْنَا الْيَرْمُوْكَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ أَصَبْتُمْ اسْمَهُ، عُمَرُ الْفَارُوْقُ قَرْنٌ مِنْ حَدِيْدٍ أَصَبْتُمْ اسْمَهُ » [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل: ۱/ ۱۲۵، ح: ۷۴، وإسناده صحيح]

''غزوۂ یرموک کے دن میں نے (اہل کتاب کی) بعض کتب میں یہ بات دیکھی کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ''صدیق'' ہیں، تم نے ان کا یہ نام رکھ کر درستی کو پالیا ہے اور عمر (رضی اللہ عنہ) ''الفاروق'' ہیں، وہ (گویا) لوہے کے بنے ہوئے ہیں، تم نے ان کا یہ نام رکھ کر درستی کو پالیا ہے۔''

جنگ قادسیہ

جنگ قادسیہ کب ہوئی

معروف تابعی سعد بن ایاس ابو عمرو الشیبانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ مہران ۱۶ ہجری کے شروع میں لڑی گئی، جبکہ اسی سال کے آخر میں جنگ قادسیہ لڑی گئی، جب رستم نے آ کر کہا تھا: ''جنگ مہران تو بچوں کا عمل تھا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٦، ح : ٣٣٧٢٤، وإسناده صحيح، و ٧/ ٢٦٦، ح : ٣٥٩٣٩]

اس روایت کے راوی سعد بن ایاس رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں کاظمہ نامی جگہ اپنے گھر والوں کے اونٹ چرا رہا تھا، وہاں میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنا تھا۔ [الطبقات لابن سعد : ٦/ ١٦١، ت : ١٩٨٨، وإسناده صحيح۔ التاريخ الكبير للبخاري : ٤/ ٥٨، ت : ١٩٢٠]

ثقہ و متقن محدث اسماعیل بن ابو خالد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ایاس رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جنگ قادسیہ کے دن میری جوانی کا زمانہ مکمل ہو گیا تھا، اس دن میں چالیس (۴۰) سال کا ہو گیا تھا۔'' [التاريخ الكبير للبخاري : ٤/ ٥٨، ت : ١٩٢٠۔ الطبقات لابن سعد : ٦/ ١٦١، ت : ١٩٨٨، وإسناده صحيح]

ثقہ محدث عاصم بن سلیمان الاحوال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صبیح نامی شخص نے ابو عثمان النہدی رحمہ اللہ سے پوچھا: ''کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اسلام لے آیا تھا اور میں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملین زکوٰۃ کے ہاتھ) آپ کے پاس تین مرتبہ اپنے صدقات بھیجے، لیکن میں آپ سے ملاقات نہ کر سکا اور میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کئی غزوات میں حصہ لیا، فتح قادسیہ، جلولاء، تستر، نہاوند، یرموک، آذربائیجان، مہران اور رستم کے معرکوں میں شریک رہا تھا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ١٣، ح : ٣٣٧٦٥، وإسناده صحيح۔ الاستيعاب لابن عبد البر : ١/ ٦١٤۔ المطالب العالية لابن حجر : ٨/ ٤٥٦، ح : ٤٠٨٨۔ مسند ابن أبي شيبة : ٢/ ٢٥٤، ح : ٦٣٠۔ مصحف فيه اسم شيخ ابن أبي شيبة من عبد الرحيم إلى عبد الرحمن]

شاہانِ فارس کے نام سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دعوتی خط

ثقہ و متقن مخضرم ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ میں رستم، مہران اور شاہان فارس کے نام درج ذیل خط لکھا:

« بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى رُسْتُمَ وَمِهْرَانَ وَمَلَإِ فَارِسَ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى. فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْكُمُ الْإِسْلَامَ، فَإِنْ أَقْرَرْتُمْ بِهِ فَلَكُمْ مَا لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ، فَإِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْكُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ أَقْرَرْتُمْ بِالْجِزْيَةِ، فَلَكُمْ مَا لِأَهْلِ الْجِزْيَةِ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَى أَهْلِ الْجِزْيَةِ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ، فَإِنَّ عِنْدِي رِجَالًا تُحِبُّ الْقِتَالَ كَمَا تُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٥، ح : ٣٣٧٢٢، وإسناده حسن لذاته۔ عاصم بن أبي النجود صدوق، حسن الحديث وثقه الجمهور]

''خالد بن ولید کی طرف سے رستم، مہران اور شاہان فارس کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے۔ حمد و ثنا کے بعد میں تمھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کرتا ہوں۔ اگر تم اسلام قبول کر لو تو پھر تمھارے لیے وہی احکام ہیں جو اہل اسلام کے لیے ہیں اور تمھارے ذمہ وہی حقوق و فرائض ہیں جو اہل اسلام کے لیے ہیں۔ اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو پھر میں تمھیں جزیہ ادا کرنے کی پیشکش کرتا ہوں۔ اگر تم جزیہ دینے پر تیار ہو تو تمھارے لیے وہی احکام ہیں جو اہل جزیہ کے لیے اسلام نے مقرر کیے ہیں اور ہمارے ذمے تمھارے حوالے سے وہی ذمہ داریاں ہیں جو اسلام نے جزیہ ادا کرنے والوں کے حوالے سے مقرر کی ہیں اور اگر تمھیں یہ دونوں باتیں قبول نہیں تو (پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ) میرے پاس ایسے جاں نثار مجاہد ہیں جو قتال سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے اہل فارس شراب سے محبت کرتے ہیں۔''

معرکۂ قادسیہ

ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لشکر کے ساتھ قادسیہ میں پڑاؤ کیا تو انھوں نے کہا: ''میرے اندازے کے مطابق ہماری تعداد سات ہزار یا آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں، اس کے درمیان ہے، جبکہ مد مقابل دشمن کی تعداد کم و بیش تیس ہزار ہے اور ان کے ساتھ ہاتھی بھی ہیں۔'' جب دشمن بھی مقام قادسیہ پر پہنچا تو انھوں نے ہمیں کہا: ''(اے اہل عرب! تم بخیر و سلامت اپنے علاقوں کی طرف) واپس پلٹ جاؤ، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارے پاس نہ نفری ہے، نہ تربیت یافتہ جنگجو ہیں اور نہ ہی تمھارے پاس سامانِ حرب و ضرب ہے۔ جاؤ! (اپنے علاقوں کی طرف) لوٹ جاؤ۔'' ہم نے جواب دیا: ''ہم لوٹ کر جانے والے نہیں ہیں۔'' وہ ہمارے تیر و نیزے دیکھ

کر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تمھیں پیس کر رکھ دیں گے اور وہ ہمارے تیروں اور نیزوں کو چرخوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ جب ہم نے ان کی ہر بات ماننے سے انکار کیا تو پھر انھوں نے (دعوتِ مذاکرات دیتے ہوئے) کہا: ''تم اپنے لشکر میں سے اپنا کوئی سمجھ دار آدمی بھیجو، تاکہ وہ ہمیں بتائے کہ تمھیں تمھارے علاقے سے ہمارے پاس لانے پر کس چیز نے ابھارا ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو تمھارے پاس جنگ کے لیے نفری ہے اور نہ ہی کوئی جنگ کی تیاری ہے۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے (ان کی یہ باتیں سننے کے بعد امیر لشکر سے) کہا: ''میں (ان سے بات چیت کے لیے) تیار ہوں۔'' پھر سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نہر عبور کر کے ان کے پاس پہنچ گئے اور جا کر رستم کے ساتھ تخت پر بیٹھ گئے۔ رستم اور اس کی فوج نے ان کے اس طرح تخت پر بیٹھنے کو برا جانا، تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میرے اس طرح تمھارے بادشاہ کے ساتھ بیٹھنے نے نہ تو مجھے کوئی مزید مقام و مرتبہ دیا ہے اور نہ ہی اس کی شان میں کوئی کمی آئی ہے۔'' رستم نے کہا: ''مجھے یہ بات بتاؤ کہ کون سی چیز تمھیں اس حالت میں تمھارے ملکوں سے لے آئی ہے، حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ نہ تو تمھارے پاس نفری ہے اور نہ ہی جنگ کی تیاری۔'' سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

« كُنَّا قَوْمًا فِيْ شَقَاءٍ وَضَلَالَةٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ فِينَا نَبِيَّنَا فَهَدَانَا اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ وَرَزَقَنَا عَلٰى يَدَيْهِ، فَكَانَ فِيمَا رَزَقَنَا حَبَّةٌ، زَعَمُوْا أَنَّهَا تَنْبُتُ بِهٰذِهِ الْأَرْضِ، فَلَمَّا أَكَلْنَا مِنْهَا، وَأَطْعَمْنَا مِنْهَا أَهْلِينَا، قَالُوْا لَا خَيْرَ لَنَا حَتّٰى تَنْزِلُوْا هٰذِهِ الْبِلَادَ فَنَأْكُلَ هٰذِهِ الْحَبَّةَ »

''ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ ہم بدبختی و شقاوت اور گمراہی کی مہیب دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ سو اللہ رب العزت نے ہم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت اور رزق عطا کیا۔ اس رزق

میں کچھ ایسے دانے بھی تھے جن کے بارے میں میرے ساتھیوں کا خیال ہے کہ وہ تمھاری زمین میں اگتے ہیں۔ پس جب ہم نے تمھارے ملکوں کا یہ غلہ خود کھایا اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلایا تو ہم نے اور ہمارے گھر والوں نے کہا کہ اس غلے کو کھائے بغیر بھلا کیا عیش و آرام ہے، ایسے کرو کہ تم ان کے ملکوں میں اتر جاؤ۔ پس اب ہم یہی غلہ کھائیں گے (یعنی ہم یہ علاقہ فتح کر لیں گے اور ان کے مالک بن جائیں گے)۔''

(یہ باتیں سن کر) رستم نے کہا: ''پھر تو ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔'' تو سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

« فَإِنْ قَتَلْتُمُونَا دَخَلْنَا الْجَنَّةَ، وَإِنْ قَتَلْنَاكُمْ دَخَلْتُمُ النَّارَ، وَإِلَّا أَعْطَيْتُمُ الْجِزْيَةَ »

''اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے، لیکن جب ہم تمھیں قتل کریں گے تو تم جہنم میں جاؤ گے، الا یہ کہ تم جزیہ دے دو (تو ہم تمھیں چھوڑ دیں گے)۔''

جب سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انھیں جزیہ ادا کرنے کی پیش کش کی تو وہ بہت سیخ پا ہوئے اور شور کرنے لگے اور انھوں نے کہا: ''ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی صلح نہیں ہے۔'' اس پر سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(اے شاہ فارس!) پھر اب تم یہ نہر پار کر کے ہماری طرف آتے ہو یا ہم آئیں؟'' رستم نے کہا: ''نہیں، بلکہ ہم خود نہر پار کر کے تمھارے پاس آتے ہیں۔'' پھر مسلمان ان کے آنے تک رکے رہے اور پھر ان میں سے نہر پار کی جس نے بھی کی، تو مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا، انھیں قتل کیا اور انھیں (عبرت ناک) شکست دی۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٨، ح : ٣٣٧٣٦، وإسناده صحيح]

میدان قادسیہ میں شبر بن علقمہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

سیدنا شبر بن علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جنگ قادسیہ کے دن میں نے عجمی لوگوں میں سے ایک (کافر) کو دعوتِ مبارزت دی تو میں نے اسے قتل کر دیا اور میں اس کا سامان لے کر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا، انھوں نے اپنے ساتھیوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا: ''یہ سامان شبر کے لیے ہے اور یہ بارہ ہزار درہم سے زیادہ قیمتی ہے، پس ہم یہ سامان شبر کو بطور انعام دیتے ہیں۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ١٠، ح : ٣٣٧٤٣، وإسناده صحيح۔ كتاب الأم لإمام الشافعي : ٥/ ١٢٤، ح : ١٤١٠۔ السنن الكبرى للبيهقي : ٩/ ٤٦١١، ح : ١٣٠٦٠۔ وشبر بن علقمة رضي الله عنه صحابي (انظر الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر : ١/ ٨٣٦، ت : ٣٨٣٣۔ أسد الغابة لابن الأثير، ت : ٢٣٧٥۔ تجريد أسماء الصحابة للذهبي : ١/ ٢٥٢، وذكره ابن حبان في الثقات في التابعين : ٤/ ٣٧١)]

امیر المومنین ایرانیوں کے مقابلے میں لشکر تیار کرتے ہوئے

ثقہ و صدوق مخضرم حارث بن لقیط رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب ہم لوگ یمن سے مدینہ آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہماری طرف آئے اور انھوں نے قبیلہ نخع (عرب کا ایک قبیلہ جو عرب سے ہجرت کر کے کوفہ چلا گیا تھا) کے لوگوں کو گھوم پھر کر دیکھا اور کہا: ''اے قبیلہ نخع والو! میں دیکھتا ہوں کہ عزت و شرف تمھارے اندر چوکڑی مارے بیٹھی ہے (یعنی تم لوگوں نے ہمیشہ ایسے کام کیے ہیں جو عزت و شرف کا باعث ہیں)۔ چنانچہ تم لوگ عراق اور فارس کے لشکروں کی طرف چلے جاؤ۔'' ہم نے کہا: ''(اے امیر المومنین!) نہیں، بلکہ ہم سرزمین شام کی طرف ہجرت کرنا چاہتے ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں، بلکہ تم عراق کی طرف جاؤ، کیونکہ میں نے تمھارے لیے ادھر جانا پسند کیا ہے۔'' حارث بن لقیط رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا: ''اے امیر المومنین! دین میں تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! (میں جانتا ہوں) دین میں کوئی تنگی نہیں ہے، لیکن

تم سرزمین عراق کو لازم پکڑو۔'' حارث بن لقیط رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہاں عجم کی بھوک تھی اور ہم پچیس سو کی تعداد میں تھے۔ چنانچہ ہم قادسیہ آئے (اور معرکۂ قادسیہ میں شامل ہوئے) اور صرف قبیلۂ نخع سے شہادتیں ہوئیں جبکہ باقی سارے لوگوں میں سے صرف اسی (۸۰) آدمی شہید ہوئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قبیلۂ نخع والوں کا کیا معاملہ ہے کہ تمام لوگوں میں سے صرف ایک اسی قبیلہ کو تکالیف و مصائب اٹھانا پڑے، کیا باقی لوگ انھیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟'' انھوں نے کہا: ''(امیر المومنین!) نہیں، بلکہ بات یہ ہے وہ لشکر کا ہراول دستہ تھے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۱۱، ح: ۳۳۷٤۸، وإسناده صحيح۔ حنش بن الحارث ثقة و صدوق وثقه أبو نعيم (المعرفة والتاريخ: ۱۳/ ٤ ۱۹)، و أبو حاتم الرازي وابن سعد والعجلي وابن حبان وابن خلفون وصحح له الحاكم (مستدرك: ٤/ ۲۲۷، ح: ۷٥٤٥)]

دورانِ سفر مجاہدین کو امیر المومنین کی نصیحت

ثقہ مخضرم حارث بن لقیط رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں ہم میں سے جس آدمی کی گھوڑی کا مادہ بچہ پیدا ہوتا وہ اس بچے کو ذبح کر دیتا اور کہتا: ''کیا میں اتنا عرصہ زندہ رہوں گا کہ یہ بڑا ہو اور میں اس پر سواری کروں؟'' تو اسی دوران ہماری طرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا:

((أَنْ أَصْلِحُوْا مَا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ، فَإِنَّ فِي الْأَمْرِ تَنَفُّسًا)) [الأدب المفرد للبخاري، باب اصطناع المال: ٤٢٨، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۱۱، ح: ۳۳۷٤۹، وإسناده صحيح]

''جو کچھ اللہ رب العزت نے تمھیں عطا کیا ہے اسے اچھی طرح استعمال کرو، کیونکہ معیشت کے معاملے میں انسان آسانی و سہولت چاہتا ہے (اور یوں تمھارے اس طرح جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد تمھیں تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا)۔''

میدان قادسیہ میں سیدنا ابو محجن رضی اللہ عنہ کا کردار:

ثقہ تابعی محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس جنگ قادسیہ کے دن ابو محجن رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، کیونکہ انھوں نے شراب پی ہوئی تھی، تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا۔ اس دن سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے، اس لیے وہ (میدان کارزار میں) لوگوں کے پاس نہیں جا سکتے تھے، تو لوگوں نے ان کے آرام کے لیے ایک اونچی جگہ انتظام کر دیا، تاکہ وہ میدان جنگ میں لوگوں کا جائزہ لے سکیں اور انھوں نے شہسوار دستے کا کمانڈر خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ جب میدان جنگ میں زور کا رن پڑا تو سیدنا ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا ؎

كَفٰى حُزْنًا أَنْ تَطْرُدَ الْخَيْلُ بِالْقَنَا
وَأُتْرَكُ مَشْدُوْدًا عَلٰى وَثَاقِيَا

''میرے لیے یہ رنج وغم کافی ہے کہ گھوڑے نیزوں کے ساتھ دوڑ رہے ہیں
اور اس وقت میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں۔''

پھر انھوں نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمٰی بنت خَصَفہ سے کہا: ''مجھے چھوڑ دو! میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ نے مجھے زندہ لوٹا دیا تو میں پھر اپنے پاؤں میں بیڑی پہن لوں گا اور اگر میں شہید کر دیا گیا تو تم میرے لیے رحم کی دعا کرنا۔'' محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابو محجن رضی اللہ عنہ کو اس وقت آزاد کر دیا جب لوگوں میں جنگ جاری تھی۔ (جب انھیں آزاد کیا گیا) تو وہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بلقاء نامی گھوڑے پر سوار ہو گئے، نیزہ پکڑا اور (گھوڑے کو ایڑ لگا کر) سیدھے میدان کارزار میں پہنچ گئے۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ دشمن پر جس طرف سے بھی حملہ کرتے تو اسے تتر بتر کر کے شکست سے دوچار کر دیتے۔ (ان کے اس قدر زبردست حملے کو دیکھ کر) لوگ کہتے کہ یہ کوئی فرشتہ ہے۔ یہ منظر

دیکھ کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اَلضَّبْرُ ضَبْرُ الْبَلْقَاءِ وَالطَّعْنُ طَعْنُ أَبِي مِحْجَنٍ
وَ أَبُوْ مِحْجَنٍ فِي الْقَيْدِ

''(اس سوار کے گھوڑے کا) پلٹنا جھپٹنا تو میرے گھوڑے بلقاء کی طرح ہے اور اس (مجاہد) کا نیزہ چلانے کا انداز ابومحجن کی طرح ہے، جبکہ ابومحجن قید میں ہے۔''

جب دشمن کو شکست ہوگئی تو سیدنا ابومحجن رضی اللہ عنہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف لوٹے اور اپنے پاؤں کو بیڑی پہنا لی، تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ابومحجن رضی اللہ عنہ کے معاملے کے بارے میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو ساری بات بتا دی۔ یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں آئندہ اس آدمی کو کبھی سزا نہیں دوں گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مصیبت سے چھٹکارا دیا۔'' پھر انھوں نے سیدنا ابومحجن رضی اللہ عنہ کی بیڑی کھول دی۔ تو سیدنا ابومحجن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں پہلے شراب پیتا تھا تو مجھ پر حد لگا کر مجھے اس گناہ سے پاک کر دیا جاتا تھا، اب اگر آپ نے مجھے حد لگانے سے آزاد کر دیا ہے تو میں بھی اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں اب کبھی شراب نہیں پیوں گا۔'' [سنن الإمام سعيد بن منصور : ۲/ ۱۹۷، ۱۹۸، ح : ۲۵۰۲، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۷، ۸، ح : ۳۳۷۳۵]

سیدنا سعد بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت

ثقہ محدث محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں ۱۶ ہجری کو شہید ہوئے۔ [طبراني كبير : ۶/ ۵۳، ح : ۵۴۹۰، وإسناده صحيح إلى ابن نمير۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم : ۲/ ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ح : ۳۱۵۶۔ تهذيب الكمال للمزي : ۲۲/ ۳۷۳، ت : ۴۵۱۳، عمير بن سعد]

امام ابن نمیر رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جنگ قادسیہ ۱۶ ہجری میں ہوئی اور اس جنگ میں شہید ہونے والے خوش نصیب لوگوں میں سے ایک سیدنا سعد بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ

بھی ہیں۔

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیدنا سعد بن عبید رضی اللہ عنہ کا گزر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن عبید رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا آپ ملک شام جانا پسند فرمائیں گے؟'' سیدنا سعد بن عبید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں۔'' پھر سیدنا سعد بن عبید رضی اللہ عنہ معرکۂ قادسیہ میں شریک ہوئے اور وہاں انھوں نے ایک (زبردست) خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر دشمن سے دو دو ہاتھ ہوتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ [التاريخ الأوسط لإمام بخاري : ١/ ٧٦، وإسناده صحيح۔ الطبقات لابن سعد : ٣/ ٣٤٩، ت : ١١٣]

تنبیہ! یاد رہے کہ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [مسند أبي داوٗد الطيالسي : ٢/ ٨٩، ح : ١٣٧٦، وإسناده صحيح۔ الطبقات لابن سعد : ٦/ ١٣١، ت : ١٩٧٣۔ تاريخ دمشق : ٢٤/ ٤٢٧، ٤٢٨]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔''

ایک روایت میں سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور وہاں انھوں نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا: ''ہم (ان شاء اللہ) کل شہید ہو جائیں گے، تو تم ہمیں ہمارے انھی کپڑوں میں کفن دینا جن میں ہم جام شہادت نوش کریں گے۔'' [التاريخ الكبير للبخاري : ٤/ ٥٨، ت : ١٩١٩، وإسناده صحيح۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم : ٢/ ١٢٥٧، ح : ٣١٥٨۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٢/ ٤٥٨، ح : ١٠٩٩٦۔ طبراني كبير : ٦/ ٧٠، ح : ٥٥٤٠]

جنگِ قادسیہ میں اہل کوفہ کا کردار

جنگِ قادسیہ میں اہل کوفہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''اہل کوفہ اور اہل شام میں سے دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے۔ کوفی نے کہا، ہم نے جنگ قادسیہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور فلاں فلاں

دن بھی ہم پیش پیش تھے۔ شامی نے کہا، ہم جنگِ یرموک کے دن سب سے زیادہ پیش پیش تھے اور اسی طرح فلاں فلاں دن بھی ہم ہراول دستہ تھے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۱۲، ح : ۳۳۷۵۵، و إسناده صحيح]

دورانِ جنگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نشہ آور اشیاء سے بچنے کی ہدایات

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے جنگ قادسیہ کے دن حکم دیا کہ میں یہ اعلان کروں کہ کوئی آدمی کدو (جو اندر سے خالی کر کے خشک ہونے پر بطور برتن استعمال کیا جاتا ہے)، صراحی (جو شراب کے لیے استعمال کی جاتی ہے) اور لکڑی کے برتن میں نبیذ نہ بنائے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ۵/ ۷۱، ح : ۲۳۷۸۹، وإسناده صحيح۔ و ۷/ ۱۰، ح : ۳۳۷٤۰]

معرکۂ یرموک

معرکۂ یرموک کب ہوا

ثقہ محدث ولید بن مسلم الدمشقی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ معرکۂ یرموک ۱۵ ہجری میں بپا ہوا۔[تاریخ أبي زرعة الدمشقي، ص : ۳۵، فقرہ : ٦٤، و إسنادہ صحیح۔ تاریخ دمشق : ۲/ ۱٤۱]

یہی بات امام لیث بن سعد، یعقوب بن سفیان الفسوی الفارسی اور علامہ ابن عساکر رحمہم اللہ نے بھی کی ہے۔[تاریخ دمشق : ۲/ ۱٤۲]

جن روایات میں یہ بات موجود ہے کہ معرکۂ یرموک ۱۵ ہجری میں بپا ہوا ان کے بارے میں محدثِ دمشق ابن عساکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''معرکۂ یرموک کی تاریخ کے بارے میں یہی اقوال محفوظ ہیں۔'' [تاریخ دمشق : ۲/ ۱٤۲]

جنگ یرموک کے کمانڈر اور لشکر کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات

سیدنا عیاض الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں شامل تھا اور ہم پر پانچ امیر تھے، سیدنا ابوعبیدہ بن جراح، یزید بن ابی سفیان، شرحبیل ابن حسنہ، خالد بن ولید اور سیدنا عیاض رضی اللہ عنہم۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((إِذَا كَانَ قِتَالٌ فَعَلَيْكُمْ أَبُوْ عُبَيْدَةُ)) ''جب لڑائی شروع ہو جائے تو تم پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔'' عیاض الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ موت ہم پر چاروں طرف سے امڈ آئی

ہے (یعنی شہادتیں بکثرت ہو رہی ہیں) لہٰذا ہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے (مزید کمک کے ذریعے سے) مدد چاہی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ خط لکھا:

« إِنَّهُ قَدْ جَاءَ نِي كِتَابُكُمْ تَسْتَمِدُّونِي، وَإِنِّي أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ هُوَ أَعَزُّ نَصْرًا وَأَحْضَرُ جُنْدًا، اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَاسْتَنْصِرُوهُ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نُصِرَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي أَقَلَّ مِنْ عِدَّتِكُمْ، فَإِذَا أَتَاكُمْ كِتَابِي هٰذَا فَقَاتِلُوهُمْ، وَلَا تُرَاجِعُونِي »

''میرے پاس تمھارا پیغام آیا ہے کہ میں مزید فوج بھیج کر تمھاری مدد کروں، تو میں تمھیں ایک ایسی ذات کے بارے میں خبر دیتا ہوں جو مدد کرنے پر قادر ہے اور اس کے پاس لشکر بھی ہیں اور وہ ہے اللہ عزوجل کی ذات، تم اس سے مدد طلب کرو۔ اس نے میدان بدر میں (اپنے بندے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں مدد کی تھی کہ ان کی تعداد تمھاری تعداد سے بھی کم تھی۔ جب تمھیں میرا یہ خط موصول ہو تو تم ان کفار سے جنگ کرنا اور دوبارہ میری طرف (مدد کا) پیغام نہ بھیجنا۔''

سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم نے ان سے لڑائی کی، تو انھیں شکست فاش دی، ان کے بہت سے فوجیوں کو قتل کیا اور بہت سا مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا۔ [مسند أحمد: ۱/ ۴۹، ح: ۳۴۶، وإسناده حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۲۵، ۲۶، ح: ۳۳۸۲۲۔ وصححه ابن حبان: ۴۷۶۶]

معرکۂ یرموک میں اہل کتاب کی بعض کتب کی دستیابی

معرکۂ یرموک میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو اہل کتاب کی بعض مذہبی کتابیں بھی ملی تھیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« وَجَدْتُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ يَوْمَ غَزَوْنَا الْيَرْمُوكَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ

أَصَبْتُمُ اسْمَهُ، عُمَرُ الْفَارُوقُ قَرْنٌ مِنْ حَدِيدٍ أَصَبْتُمُ اسْمَهُ» [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل : ١/ ١٢٥، ح : ٧٤، وإسناده صحيح]

''غزوۂ یرموک کے دن میں نے (اہل کتاب کی) بعض کتب میں یہ بات دیکھی کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ''صدیق'' ہیں، تم نے ان کا یہ نام رکھ کر درستی کو پالیا ہے اور عمر (رضی اللہ عنہ) ''الفاروق'' ہیں، وہ (گویا) لوہے کے بنے ہوئے ہیں، تم نے ان کا یہ نام رکھ کر درستی کو پالیا ہے۔''

معرکۂ یرموک میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی شرکت

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں اپنے والد محترم کے ساتھ موجود تھا، جب مشرکین میدان جنگ سے دم دبا کر بھاگ گئے تھے۔ [السنن الكبرى للبيهقي : ١٣/ ٣٩٠، ح : ١٨٦٧٧، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق : ٢٨/ ١٤٤، ١٤٥]

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن میرے والد محترم کو ابوعبداللہ کی کنیت سے پکارا گیا۔ [مستدرك حاكم : ٣/ ٣٥٩، ح : ٥٥٤١، وإسناده حسن لذاته إلى عروة۔ طبراني كبير : ١/ ١١٨، ح : ٢٢٢]

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے جنگ یرموک کے دن کہا: ''کیا آپ (دشمن پر) دھاوا نہیں بولتے، تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر دھاوا بولیں؟'' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر میں نے دھاوا بولا تو تم جھوٹے پڑ جاؤ گے (یعنی پیچھے رہ جاؤ گے)۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔'' تو سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے دشمن پر زبردست ہلہ بول دیا، یہاں تک کہ ایک طرف سے ان کی صفیں چیرتے ہوئے دوسری طرف جا نکلے، تو ان کے ساتھ (ان کے ساتھیوں میں

سے) کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر جب وہ (اسلامی فوج کی طرف) واپس آنے لگے تو دشمنوں نے ان کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ لیا اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دو زخم لگائے اور ان دو زخموں کے درمیان وہ زخم بھی تھا جو جنگ بدر کے دن کفار نے لگایا تھا۔ جب میں چھوٹا بچہ تھا تو میں ان زخموں والی جگہوں سے کھیلتے ہوئے اپنی انگلیاں ان زخموں والی جگہوں میں ڈال دیتا تھا۔‘‘

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ’’جنگ یرموک کے دن سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (میرے بھائی) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور اس وقت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں گھوڑے پر سوار کیا ہوا تھا اور ان کی حفاظت کے لیے ایک آدمی مقرر کیا گیا تھا۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٧٥، ٣٧٢١]

جنگ یرموک میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ’’سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے جسم پر تلوار کے تین گہرے زخم تھے۔ ایک ان کے کندھے پر تھا، جو اتنا گہرا تھا کہ میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر لیتا تھا۔ انھیں دو زخم معرکۂ بدر میں اور ایک معرکۂ یرموک میں لگا تھا۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٧٣]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا میدان جہاد میں سواری پر نماز پڑھنا

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ’’میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام سے غزوۂ یرموک سے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر (نفل) نماز ادا کرتے تھے، خواہ اس کا رخ جس سمت بھی ہو۔‘‘ [الأوسط لابن المنذر : ٥/ ٢٥٦، ح : ٢٧٨٥، وإسناده صحيح۔ المطالب العالية لابن حجر : ٢/ ٢٣٠، ح: ٦١٥۔ تاريخ دمشق: ١٨/ ٣٣٧، و عمر بن عبد الله بن عروة صدوق ثقة وثقه الإمام البخارى (٥٩٢٠)، و مسلم (٣٥/ ١١٨٩)، والحاكم (٢/ ٢٠٠، ٢٠١)، وأبو عوانة (٢/ ٣٢٢) بتصحيح حديثه وقال الذهبي فيه "كان ثقة خيارًا"۔ تاريخ الإسلام : ٧/ ١١٢، ت : ١٩٥]

جنگی علاقے کے پھلوں کا استعمال

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''میں جنگ یرموک میں تھا کہ وہاں لوگوں نے (دشمن کے) انگوروں کے باغات اور دیگر اشیائے خوردنی اپنے قبضے میں کر لیں اور انھیں کھایا اور ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٢٦، ح : ٣٣٨٢٧، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق : ٣١/ ٨٣، ت : ٣٤٢١]

ریشم و حریر پہننے کو ناپسند سمجھنا

ابو امیہ سوید بن غفلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ہم نے جنگ یرموک میں حصہ لیا، واپسی پر ہماری ملاقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ہم نے ریشم و حریر پہن رکھا تھا۔ انھوں نے (دیکھا تو) ہمیں یہ لباس اتار پھینکنے کا حکم دیا، تو ہم نے (آپس میں) کہا کہ انھیں ہمارے بارے میں کیا بات پہنچی ہے (کہ انھوں نے ہم سے اس ریشم و حریر کو اتروا دیا ہے)؟ بہرحال ہم نے اسے اتار پھینکا اور پھر ہم نے کہا، ضرور انھیں ہماری یہ حالت ناگوار گزری ہے۔ پھر جب ہم ان سے ملے تو انھوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور فرمایا: ''تم لوگ میرے پاس اہل شرک کی حالت میں آئے تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان کے لیے ریشم و حریر پسند نہیں کیا (تو کیا تمھارے لیے پسند کرے گا)۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٢٦، ح : ٣٣٨٢٦، و إسناده صحيح]

معرکۂ یرموک میں سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شرکت اور مناجات

ثقہ تابعی سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ معرکۂ یرموک میں آوازیں آنا بند ہو گئیں، سوائے ایک مجاہد کی آواز کے، جو ایک جھنڈے کے نیچے پکار رہا تھا:

((يَا نَصْرَ اللّٰهِ! اقْتَرِبْ))

''اے اللہ کی مدد! جلدی آ۔''

حالانکہ اس وقت مسلمان مجاہدین اور رومی آپس میں لڑ رہے تھے، میں نے کہا، دیکھوں تو سہی، یہ کس مجاہد کی آواز ہے۔ چنانچہ میں نے جا کر دیکھا تو وہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے جو اپنے بیٹے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے جھنڈے تلے لڑ رہے تھے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٢٦، ح : ٣٣٨٢٤۔ تاريخ دمشق : ٢٣/ ٤٦٦، ت : ٢٨٤٩، و ١٨٣/٥٨، ت : 7438۔ التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : ٣/ ٥٧، ح : ٦٦٦١، و إسناده صحيح]

معرکۂ یرموک میں سیدنا عمرو البکالی رضی اللہ عنہ کا زخمی ہونا

جنگ یرموک میں صحابیِ رسول سیدنا عمرو البکالی رضی اللہ عنہ کی انگلیاں کٹ گئی تھیں۔ چنانچہ ثقہ تابعی ابوتمیمہ طریف بن مجالد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ملک شام میں آیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگوں نے ایک آدمی کے گرد مجمع لگا رکھا ہے۔ میں نے پوچھا: ''یہ آدمی کون ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''یہ (ملک شام میں موجود) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب سے افضل ترین صحابی ہیں، ان کا نام عمرو البکالی ہے۔'' میں نے دیکھا کہ ان کی انگلیاں کٹی ہوئی تھیں تو میں نے پوچھا: ''ان کی انگلیوں کو کیا ہوا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ان کا ہاتھ جنگ یرموک کے دن کٹ گیا تھا۔'' [التاريخ الصغير لإمام بخاري : ١/ ٢١٦، و إسناده صحيح۔ الاستيعاب لابن عبد البر : ٢/ ١١١، ت : ١٩٧٥۔ الطبقات لابن سعد : ٧/ ٢٩٥، ت : ٣٧٥٣۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم : ٢/ ٢٠٢٦، ٢٠٢٧، ح : ٥٠٩٢۔ طبراني كبير : ١٧/ ٤٣، ٤٤، ح : ٩١۔ الإصابة في تمييز الصحابة : ١٣٦٧/٢، ت : ٥٩٩١، قال ابن حجر وسنده صحيح]

جنگ یرموک میں شریک ایک اور خوش نصیب ابوعثمان النہدی رضی اللہ عنہ

جنگ یرموک میں شریک ہونے والے خوش نصیب مجاہدین میں سے ایک سیدنا ابوعثمان النہدی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ ثقہ محدث عاصم بن سلیمان الاحول رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صبیح نامی شخص نے ابوعثمان النہدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور میں یہ گفتگو سن رہا تھا، انھوں نے پوچھا: ''کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ اقدس پایا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں! میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اسلام لے آیا تھا اور میں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملین زکوٰۃ کے ہاتھ) تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے صدقات بھیجے تھے، لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں کر سکا۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہت سے غزوات میں حصہ لیا، جن میں فتح قادسیہ، جلولاء، تُستر، نہاوند، یرموک، آذربائیجان، مہران اور رستم کے معرکے شامل ہیں۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ١٣، ح : ٣٣٧٦٥، و إسناده صحيح۔ تاريخ بغداد : ٨/ ٢٤٢، ت : ٣٥٤٨]

فتح دمشق

ثقہ تابعی محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ماہ رجب ۱۴ ہجری میں دمشق شہر فتح ہوا۔ [تاریخ دمشق: ۲/ ۱۱۱، و إسناده حسن لذاته، صدقة بن سابق صدوق حسن الحديث ذكره ابن حبان في الثقات (۸/ ۳۲۰)، وثقه الحاكم والضياء المقدسي والذهبي بتصحيح حديثه (مستدرك حاكم: ۲/ ۶۰۵، ح: ۴۱۹۱۔ المختارة: ۳/ ۶۱۰، ح: ۸۶۵)]

امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تمام مؤرخین اسلام کا اس بات پر بلا اختلاف اجماع ہے کہ فتح دمشق ۱۴ ہجری میں ہوئی۔" [تاریخ دمشق: ۲/ ۱۳۵]

ثقہ تابعی علی بن رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فتح دمشق کی خوش خبری سنانے کے لیے ملک شام سے مدینہ منورہ آیا تو میں نے موزے پہنے ہوئے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: "اے عقبہ! آپ نے یہ موزے کب پہنے تھے؟" عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے یاد کیا کہ میں نے انھیں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک پہنا ہے، تو میں نے کہا: "آٹھ دن ہو گئے ہیں۔" اور اس دن پھر جمعہ تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "(اے عقبہ!) تو نے اچھا کیا اور تو نے سنت کو پالیا۔" [تاریخ دمشق: ۲/ ۱۳۷، وإسناده صحيح أو حسن لذاته۔ سنن الدار قطني: ۱/ ۱۹۵، ۱۹۶، ح: ۷۴۶، ۷۴۷، وقال فيه الدار قطني " وهو صحيح الإسناد۔" السنن الكبرى للبيهقي: ۱/ ۴۷۴، ح: ۱۳۷۴، ۱۳۷۵۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۱۸۰، ح: ۶۴۱، ۶۴۲، وقال الحاكم فيه "هذا حديث صحيح على شرط مسلم ووافقه الذهبي۔" مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۱۶۸، ح: ۱۹۳۷]

فتح شام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ملک شام میں آمد

جب مسلمانوں نے ملک شام کو فتح کر لیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ چنانچہ سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ قافلہ چلتے چلتے جب ایک چھوٹی نہر پر پہنچا تو عمر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ اونٹنی سے نیچے اترے اور اپنے جوتے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لیے اور اپنی سواری کی لگام پکڑ کر اسی حالت میں نہر میں اتر گئے اور اس میں چلنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے اپنے جوتے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لیے ہیں اور خود سواری کی لگام پکڑ کر نہر کی لہروں کے دوش بدوش چل رہے ہیں، مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ شہر کے لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھیں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

((أَوَّه لَمْ يَقُلْ ذَا غَيْرُكَ أَبَا عُبَيْدَةَ! جَعَلْتَهُ نَكَالًا لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللّٰهُ)) [مستدرك حاكم: ١/ ٦١، ٦٢، ح: ٢٠٧،

وإسناده صحيح۔ شعب الإيمان للبيهقي: ٦/ ٢٩١، ح: ٨١٩٦۔ الآمالي للقاضي المحاملي: ١/ ٢٤٣، ٢٤٤، ح: ٢٣٩۔ كتاب الزهد لإمام أبي داوٗد: ١/٧٠، ح: ٦٦۔ كتاب الزهد والرقاق لإمام عبد الله بن المبارك: ١/١٩٦، ح: ٥٨٤۔ كتاب الزهد لإمام ابن أبي الدنيا: ١/ ١١٨، ح: ١١٧]

"افسوس (آپ پر) اے ابوعبیدہ! کاش! آپ کے علاوہ کوئی اور ایسی بات کہتا (کیونکہ ایسی بات آپ کی شایانِ شان نہیں)۔ (اے ابوعبیدہ!) آپ نے ان باتوں کو امت محمدیہ کے لیے باعث مصیبت بنا دیا ہے۔ بلاشبہ ہم (قبل از اسلام) ذلیل و رسوا قوم تھے، تو اللہ رب العزت نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت و شرف بخشا۔ پس جب ہم ایسی باتوں کے ذریعے سے عزت و شرف کے خواہاں ہوں گے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت و شرف نہیں بخشا تو اللہ پھر ہمیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔"

بعض روایات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یوں مروی ہیں:

«أَوَّهْ لَوْ غَيْرُكَ يَقُولُهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! أَنْتُمْ كُنْتُمْ أَقَلَّ النَّاسِ فَأَعَزَّكُمُ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا تَطْلُبُوا الْعِزَّةَ بِغَيْرِهِ يُذِلَّكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى» [مستدرك حاكم: ٣/ ٨١، ح: ٤٤٨١، و إسناده صحيح۔ كتاب الزهد لإمام عبد الله بن المبارك، ص: ١٩٦، ح: ٥٨٤۔ كتاب الزهد لإمام أبي داوٗد، ص: ١٧٣۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٢٨، ح: ٣٣٨٣٦]

"افسوس (آپ پر) کاش! یہ بات ابوعبیدہ! آپ کے علاوہ کسی اور نے کہی ہوتی، (آپ کو یاد نہیں) آپ لوگ (بلحاظ عزت و شرف اور خیر و بھلائی میں) سب سے کم تھے، تو اللہ رب العزت نے اسلام کی وجہ سے تمھیں عزت و شرف سے نوازا، اب جب بھی تم لوگ اسلام کے بغیر عزت و شرف طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔"

شام کی فتح کن حالات میں ہوئی

یاد رہے! ملک شام کو فتح کرتے وقت لشکر اسلام کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ثقہ تابعی اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ملک شام آئے تو ان کا اور ان کے ساتھیوں کا کفار نے محاصرہ کر لیا اور انھیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، تو انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی (جواب میں) ان کی طرف خط لکھا:

« سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ تَكُنْ شِدَّةٌ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَعْدَهَا مَخْرَجًا، وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ، وَكَتَبَ إِلَيْهِ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ »

''السلام علیکم! حمد و ثنا کے بعد! عرض ہے کہ جو کوئی بھی سختی و پریشانی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خوش حالی و کشادگی رکھی ہے اور کوئی تکلیف دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔'' اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط میں یہ آیت بھی تحریر کی تھی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' [آل عمران: ۲۰۰]

اس کے جواب میں سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا:

''السلام علیکم! حمد و ثنا کے بعد! اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [الحدید: ۲۰]

''جان لو کہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشت کاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا یہ خط لے کر نکلے اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور کہا:

« يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ! إِنَّمَا كَتَبَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعَرِّضُ بِكُمْ وَيَحُثُّكُمْ عَلَى الْجِهَادِ »

''اے اہل مدینہ! ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ خط تمھیں مخاطب کر کے اس لیے لکھا ہے تاکہ وہ تمھیں جہاد کے لیے ابھاریں۔''

اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں مدینے کے بازار میں کھڑا تھا کہ اچانک (میں نے دیکھا کہ) پہاڑ سے بہت سے لوگ اتر رہے ہیں اور ان کے چہرے (فتح سے ہمکنار ہونے کی وجہ سے) چمک رہے ہیں۔ ان (خوش نصیب لوگوں) میں ایک سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ وہ لوگوں کو (اللہ کی مدد و نصرت اور فتح کی) خوش خبری اور مبارک باد دے رہے تھے۔ میں بھی تیزی سے بھاگتا ہوا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض گزار ہوا: ''اے امیر المومنین! آپ کے لیے خوش خبری ہے اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت (اور ملک شام فتح ہونے) کی۔'' یہ سنتے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ بعض کہنے والے کہہ رہے تھے کہ کاش (آج بھی اس لشکر کے امیر) سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوتے۔'' [مصنف ابن

أبي شيبة: ٧/ ٢٦، ٢٧، ح: ٣٣٨٢٩، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم: ٢/ ٣٠٠، ٣٠١، ح: ٣١٧٦۔ شعب الإيمان للبيهقي: ٧/ ٢٠٥، ٢٠٦، ح: ١٠٠١٠۔ موطأ إمام مالك، كتاب الجهاد: ٦]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تواضع وانکسار کی عظیم مثال پیش کرتے ہوئے

ثقہ تابعی قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اپنے بارے میں فرما رہے تھے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملک شام گئے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم ملک شام کے قریب پہنچ گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو بٹھایا اور خود اپنی کسی حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنا کمبل یا (اونٹ کے بالوں سے تیار کی ہوئی) چادر اپنی سواری کے کجاوے کے دونوں اطراف ڈال دی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو اسلم کی سواری پر بچھائی ہوئی چادر پر بیٹھ گئے اور اسلم عمر رضی اللہ عنہ کی سواری پر بیٹھ گیا۔ چنانچہ آقا و غلام دونوں ہی اس حال میں چلتے رہے، یہاں تک کہ انھیں ملک شام کے باشندے ملے۔ اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب وہ لوگ ہمارے قریب آئے تو میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جو (اپنے غلام کی سواری پر اس کی حقیر و معمولی) چادر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہاں کے لوگوں نے ایک دوسرے سے باتیں کرنا شروع کر دیں (کہ بھلا اس طرح کے بادشاہ و حکمران بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے غلام کی ایک عام سی سواری پر سوار ہو اور اس کے نیچے اس کے غلام کی حقیر و معمولی چادر ہو، ان کی یہ حالت دیکھ کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((تَطْمَحُ أَبْصَارُهُمْ إِلَى مَرَاكِبِ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُمْ))

”ان کی آنکھیں ایسے حکمرانوں کی سواریاں دیکھنے کی طمع رکھتی ہیں جن کا قیامت کے دن اللہ کے ہاں کوئی حصہ نہیں ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے اہل عجم کی سواریاں مراد لے رہے تھے (یعنی یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ

میں بھی ان کے حکمرانوں کی طرح کسی ایسی سواری پر سوار ہوتا جو صرف حکمران و بادشاہ ہی استعمال کرتے ہیں)۔" [كتاب الزهد لإمام عبد الله بن المبارك، ص: ۱۹۶، ۱۹۷، ح: ۵۸۵، و إسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۲۷، ح: ۳۳۸۳۲]

سرزمین شام میں اذانِ بلال رضی اللہ عنہ

ثقہ تابعی اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرزمین شام میں آئے، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، ان کی اذان کی آواز سن کر لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے۔ اس دن سے بڑھ کر میں نے لوگوں کو کبھی روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ آئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اندر جانے کی اجازت مانگنے لگے۔" ہم عمر رضی اللہ عنہ کے (خیمے کے) دروازے پر تھے، ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: "امیر المومنین رضی اللہ عنہ سو رہے ہیں۔" بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بات چیت نہ کرو، وہ سو رہے ہیں، اللہ کی قسم! اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو میں جا کر ان کے سامنے قرآن پڑھتا تو وہ دو زانوں ہو کر بیٹھ جاتے۔" [كتاب الزهد لإمام أبي داوٗد السجستاني، ص: ۲۲۸، ۲۲۹، وإسناده حسن لذاته۔ التاريخ الأوسط لإمام بخاري: ۱/ ۳۳، ح: ۱۹۹۔ تاريخ دمشق: ۱۰/ ۴۷۱، ترجمة سيدنا بلال بن رباح، أبو نوح القراد و هشام بن سعد صدوقان، وثقهما الجمهور و حديثهما لا ينزل عن مرتبة الحسن إلا ما أنكر عليهما]

فتح جابیہ

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ جابیہ اور جنگ جسر ۱۶ ہجری میں ہوئیں۔ [تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٩١، ٣٩٢، وإسناده صحيح إلى ليث بن سعد]

امام یعقوب بن سفیان الفارسی الفسوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جابیہ اور بیت المقدس ۱۶ ہجری میں فتح ہوئے۔ [تاريخ دمشق: ٢/ ١٦٧، وإسناده صحيح إلى الفسوي]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ۱۶ ہجری ہی میں فتح بیت المقدس اور عمر رضی اللہ عنہ کا سرزمین جابیہ پر تشریف لانا ذکر کیا ہے۔

مقام جابیہ پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم

یاد رہے کہ جب ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر انھیں مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا، لیکن ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر آنے سے معذرت کر لی کہ میں مسلمانوں کے لشکروں میں سے ایک لشکر میں ہوں اور میں اپنے جسم و جان کے ساتھ اس بیماری سے باقی مسلمانوں کو چھوڑ کر اعراض کرنے والا نہیں ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کی طرف سے یہ جواب پڑھا تو ان کی آنکھیں بہ پڑیں اور وہ رونے لگے۔ ان کے پاس موجود آدمیوں میں سے کسی نے پوچھا: ''امیر المومنین! کیا ابو عبیدہ وفات پا گئے ہیں؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام تاکیداً یہ پیغام لکھا:

« أَنَّ الْأَرْضَ أَرْضُكَ، إِنَّ الْجَابِيَةَ أَرْضٌ نَزِهَةٌ فَاظْهَرْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ إِلَيْهَا » [المسند لإمام أبي سعيد الشاشي: ٢/ ٩٣، ٩٤ ، ح: ٦١٨، وإسناده صحيح۔ شرح معاني الآثار للطحاوي: ٤/ ١٢١، ١٢٢، ح: ٦٨٩٨۔ تاريخ دمشق: ٢٥/ ٤٨٣، ٤٨٤۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٢٦٢، ح: ٥١٤٦۔ الجزء المفقود من تهذيب الآثار لابن جرير: ١/ ٨٥، ٨٦، ح: ١١٣، وإسناده صحيح]

''(اے ابوعبیدہ!) آپ جس سرزمین میں ہیں وہ آپ کے علم میں ہے، یقیناً سرزمین جابیہ صحت افزا مقام ہے، لہٰذا آپ مہاجرین ومجاہدین کو لے کر وہاں پڑاؤ ڈال لیں۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سرزمین جابیہ پر پڑاؤ ڈالنے کے لیے خود کہا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام جابیہ پر تاریخی خطبہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں خطبہ ارشاد فرمایا:

« يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا فَقَالَ أُوْصِيكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ، أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ، مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذٰلِكَ الْمُؤْمِنُ » [ترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة: ٢١٦٥، وإسناده صحيح۔ مسند

أحمد: ۱/ ۱۸، ح: ۱۱۵، وإسناده صحيح]

''لوگو! آج میں تمھارے درمیان اسی حیثیت سے کھڑا ہوں جس حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے تھے (یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''میرے صحابہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، پھر ان لوگوں سے جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین)، پھر ان لوگوں سے جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں (یعنی تبع تابعین، کیونکہ ان سب کا زمانہ خیر کا زمانہ ہے)، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ کوئی شخص بغیر قسم مانگے قسم کھائے گا اور آدمی بغیر گواہی طلب کیے ہی گواہی دے گا۔ کوئی بھی آدمی کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں علیحدہ نہ ہو، کیونکہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ تم جماعت کو لازم پکڑو اور تفرقہ بازی سے بچو، یقیناً شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے، اکیلے کی نسبت وہ دو سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص جنت کے درمیان میں محل کا خواہش مند ہو وہ جماعت کو لازم پکڑے۔ (یاد رکھو) جس آدمی کو اس کی نیکی خوش کرے اور اس کی برائی اسے بری لگے وہ مومن ہے۔''

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مقام جابیہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَحْسِنُوا إِلَى أَصْحَابِي » [شرح مشكل الآثار للطحاوي: ۹/ ۳۳٤، ۳۳٥، ح: ۳۷۱۸، وإسناده صحيح و بكار بن قتيبة قال الحاكم فيه ثقة مأمون (مستدرك حاكم: ۱/ ۱۵۹، ح: ۵٦۹)]

''میرے صحابہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

سیدنا سفیان بن وہب خولانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں جب خطبہ دیا تو میں بھی وہاں موجود تھا، حمد و ثنا کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ مال فے

ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا کیا ہے، بلحاظ حصہ اس میں اعلیٰ و ادنیٰ برابر ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی نسبت اس کا زیادہ حق دار نہیں ہے، سوائے ان دو قبیلوں لخم اور جذام کے، ان دونوں کے لیے میں کچھ بھی تقسیم نہیں کروں گا۔'' تو قبیلۂ لخم کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر (اعتراض کرتے ہوئے) کہا: ''اے ابن خطاب! میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ عدل و انصاف سے کام لو۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خطاب کا بیٹا صرف عدل و انصاف اور مساوات ہی چاہتا ہے، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ اگر صنعاء کی طرف بھی ہجرت کرنا ہوتی (یہ جگہ دوسرے لوگوں کی نسبت لخم و جذام قبیلوں کے قریب ہے) تو بھی لخم و جذام قبیلوں کے لوگوں میں سے تھوڑے ہی لوگ ہجرت کرتے۔ سو جن لوگوں نے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کیں اور ضروریات کو قربان کر کے یہاں لڑنے آئے، میں انھیں ان لوگوں کے برابر کیسے قرار دے سکتا ہوں جو اپنے ہی علاقوں میں لڑتے رہے؟'' یہ سن کر ابو حدیرج نے کھڑے ہو کر کہا: ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ہمارے علاقوں کی طرف ہی ہم پر ہجرت مقدر کر دی تھی تو ہم نے اس (کے دین) کی مدد کی اور اس کی تصدیق کی، تو کیا یہ چیز ہمارے اس حق کو ختم کر دے گی جو اسلام نے مقرر کیا ہے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا: ''میں اس مال کو تین مرتبہ تقسیم کروں گا۔'' پھر انھوں نے اسے لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کیا اور ہر ایک کو نصف دینار ملا، اگر اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی تھے تو اسے پورا دینار دیا۔ [مسند مسدد المطالب العالية لابن حجر: ٦/ ١٩، ٢٠، ح: ٢٠٨٦، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٦٦/ ١٣٤، ١٣٥۔ كتاب الأموال لإمام القاسم بن سلام: ٢/ ١١١، ح: ٥٥٩، عبد الحميد بن جعفر ثقة صدوق، وثقه الجمهور]

وظائف کی تعیین کے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ

ثقہ تابعی ناشرہ بن سمی الیزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

کو جابیہ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَنِيْ خَازِنًا لِهٰذَا الْمَالِ وَقَاسِمَهُ لَهُ » ''یقیناً اللہ رب العزت نے مجھے اس مال کا محافظ ونگران اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔'' پھر انھوں نے کہا: ''بلکہ (اصل میں تو) اللہ تعالیٰ ہی تقسیم کرنے والا ہے، سو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مال تقسیم کرنے کی ابتدا کروں گا، پھر ان میں سے جو افضل واشرف لوگ ہیں انھیں دوں گا۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حصہ دس ہزار (درہم) مقرر کیا، سوائے ام المومنین سیدہ جویریہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہن کے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان عدل وانصاف اور برابری کرتے تھے اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے درمیان حصہ مقرر کرنے میں عدل وانصاف اور برابری ہی کی ہے۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس کے بعد میں متقدم مہاجرین میں مال تقسیم کروں گا، کیونکہ ہمیں ہمارے گھروں سے ظلم وزیادتی کے ساتھ نکالا گیا تھا، پھر میں ان میں سے افضل واشرف لوگوں کو مال دوں گا۔'' سو انھوں نے مہاجرین میں سے جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے ان کا حصہ پانچ ہزار (درہم) مقرر کیا اور انصار میں سے جو لوگ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے ان کا حصہ چار ہزار (درہم) مقرر کیا اور جو لوگ غزوۂ احد میں شامل ہوئے ان کا حصہ تین ہزار (درہم) مقرر کیا اور فرمایا: ''جس شخص نے ہجرت کرنے میں جلدی کی تھی اسے اس کا حصہ بھی جلد ملے گا (اور جس آدمی نے ہجرت کرنے میں دیر کی اسے اس کا حصہ بھی دیر سے ملا)۔'' اور فرمایا: « فَلَا يَلُوْمَنَّ رَجُلٌ إِلَّا مُنَاخَ رَاحِلَتِهِ » ''کوئی آدمی مجھے ملامت نہ کرے بلکہ اپنی سواری کو ملامت کرے (کہ اس نے خود ہی دیر سے ہجرت کی تھی)۔'' [مسند أحمد: ۳/ ۴۷۵، ۴۷۶، ح: ۱۵۹۱۱، وإسناده صحيح۔ المعرفة والتاريخ للفسوي: ۱/ ۳۶۳، ۳۶۴۔ السنن الكبرى للنسائي: ۵/ ۷۷، ح ۸۲۸۳۔ طبراني كبير: ۲۲/ ۲۹۹، ح: ۷۶۱۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۰/ ۲۹، ح: ۱۳۲۷۲۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم: ۱/ ۲۱۳، ح: ۷۳۴، ت: ۷۸، أبو عمرو هو أحمد بن حفص بن المغيرة]

عمر رضی اللہ عنہ کا مردوں کو ریشمی لباس پہننے سے روکنا

ثقہ تابعی سوید بن غفلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فتح جابیہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا مَوْضِعَ إِصْبَعَيْنِ، أَوْ ثَلَاثٍ، أَوْ أَرْبَعٍ » [مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال : ١٥/ ٢٠٦٩]

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں کو) ریشم پہننے سے منع کیا ہے، سوائے (لباس میں) دو یا تین یا چار انگلیوں کے بقدر۔''

مقام جابیہ پر زانیہ عورت کا سنگسار کیا جانا

سیدنا ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فتح جابیہ کے موقع پر مقام جابیہ میں موجود تھے تو میں بھی وہاں آپ کے ساتھ موجود تھا۔ اس موقع پر ایک شخص آیا اور عرض گزار ہوا: ''اے امیر المومنین! میری بیوی نے میرے غلام سے زنا کر لیا ہے اور وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتی ہے۔'' ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سمیت دس آدمیوں کی ایک جماعت اس کی بیوی کی طرف روانہ کی اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس بارے میں اس سے پوچھ گچھ کریں جو بات اس کے خاوند نے اس کے متعلق کہی تھی۔ ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس کے پاس آئے، دیکھا کہ وہ ابھی ایک کم عمر نوجوان لڑکی ہے، تو میں نے جب اس لڑکی کو دیکھا تو (اللہ سے یوں) دعا کی:

« اَللّٰهُمَّ افْرِجْ فَاهَا عَمَّا شِئْتَ الْيَوْمَ »

''اے اللہ! اس کے منہ سے تو آج وہی بات نکلوانا جو تو چاہتا ہے۔''

ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس عورت سے کہا کہ تیرا خاوند سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تھا اور اس نے تیرے بارے میں شکایت کی ہے کہ تو نے اس کے غلام سے زنا کیا

ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے کہ ہم اس بات پر گواہ بن جائیں جو تو کہے گی۔ اس عورت نے کہا: ''میرے خاوند نے (میرے بارے میں) سچ ہی کہا ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، سو ہم نے اسے مقام جابیہ پر سنگسار کر دیا۔ [مسند الشاميين للطبراني: ٤/ ٢١٥، ح: ٣١٢٨، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٢/ ٤٢٥، ح: ١٧٤٠٨۔ تاريخ دمشق: ٦٧/ ٢٧٠، ٢٧١، ت: ٨٨٧٩، و عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، قال أبو زرعة الرازي فيه ثقة، مأمون إمام،كتاب الجرح والتعديل: ٥/ ٣٨٣، ت: ١٥١٧، وإسناده صحيح]

فتح تُستر

تُستر کا جرنیل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم نے تستر کا محاصرہ کیا تو ہرمزان نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر ہتھیار ڈال دیے اور میں اسے لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے اسے کہا: ((تَكَلَّمْ)) ''بات کرو۔'' اس نے کہا: ''زندہ رہنے کے لیے بات کروں یا مرنے کے لیے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((تَكَلَّمْ، لَا بَأْسَ)) ''بلا جھجک بات کرو۔'' ہرمزان کہنے لگا: ''ہم اور تم ایک جیسے عرب کے باشندے تھے اور جب تک اللہ نہ ہمارے ساتھ تھا اور نہ تمھارے ساتھ تو (ہم تم پر غالب رہے)، ہم تمھیں غلام بناتے تھے، تمھیں قتل کرتے اور تمھارے اموال غصب کرتے تھے، لیکن جب اللہ تمھارے ساتھ ہوا تو ہم کمزور ہو گئے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے) کہا: ''آپ کا کیا مشورہ ہے؟'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں اپنے پیچھے بے شمار دشمن اور شان و شوکت چھوڑ کر آیا ہوں، اگر آپ اسے قتل کریں گے تو ساری قوم زندگی سے مایوس ہو جائے گی اور وہ اپنی شان و شوکت (بچانے) کے لیے اور زیادہ سنگ دل ہو جائیں گے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَسْتَحْيِي قَاتِلَ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ وَمَجْزَأَةَ بْنِ ثَوْرٍ؟))

''تو کیا میں براء بن مالک اور مجزأہ بن ثور کے قاتل کو زندہ چھوڑ دوں؟''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ اسے قتل کر دیں گے تو

میں نے کہا: ''اسے قتل کرنے کا کوئی جواز تو نہیں، آپ نے خود ہی اسے کہا تھا کہ بلا جھجک بات کیجیے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((اِرْتَشَيْتَ وَأَصَبْتَ مِنْهُ؟)) ''کیا تو نے اس سے رشوت لی ہے اور اس سے کوئی فائدہ اٹھایا ہے؟'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! نہ میں نے رشوت لی ہے اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ اٹھایا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَتَأْتِيَنِّي عَلَى مَا شَهِدْتَّ بِهِ بِغَيْرِكَ أَوْ لَأَبْدَأَنَّ بِعُقُوبَتِكَ))

''یا تو تو اپنی گواہی پر کوئی دوسرا گواہ لے آ، یا میں پہلے تجھے سزا دوں گا۔''

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں سے نکلا تو میری ملاقات سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی، (سارا ماجرا سن کر) انھوں نے میرے ساتھ گواہی دی۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (اس کے قتل سے) رُک گئے، ہرمزان مسلمان ہو گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

[مسند الشافعي: ١/ ٣١٧، ح: ١٤٨٦، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ٣٩٦، ح: ١٨٦٩٣۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٣/ ٢١، ٢٢، ح: ٣٣٨٠٣۔ الأوسط لابن المنذر: ١١/ ٢٦٥۔ كتاب الأموال لإمام حميد بن زنجويه: ١/ ٣٠٥، ٣٠٦، ح: ٤٦٨۔ كتاب الأموال للقاسم بن سلام: ١/ ٢٩٤، ح: ٢٧٤]

ایک دوسری روایت میں ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم نے تُستر کا محاصرہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر ہرمزان نے ہتھیار ڈال دیے، تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے میرے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب ہم امیر المومنین کی خدمت میں پہنچے تو ہرمزان پر سکتہ طاری ہو گیا اور اس نے کوئی بات نہ کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: ''بات کرو۔'' وہ کہنے لگا: ''زندہ رہنے کے لیے یا مرنے کے لیے بات کروں؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((بَلْ تَكَلَّمْ لَا بَأْسَ)) ''بلا خوف وخطر اپنی بات کیجیے۔'' ہرمزان کہنے لگا: ''ہم اور تم ایک جیسے عرب کے باشندے ہیں اور جب تک ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ نہ تھا ہم تمھیں قتل کرتے تھے اور تمھیں کمزور کرتے تھے، لیکن جب اللہ تمھارے ساتھ ہوا تو

ہمارا تم پر کوئی زور نہ رہا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « مَا تَقُولُ يَا أَنَسُ!؟ » ''اے انس! آپ کی کیا رائے ہے؟''
میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں اپنے پیچھے بکثرت شان و شوکت اور بے شمار دشمن چھوڑ کر آیا ہوں، اگر آپ نے اسے قتل کر دیا تو ساری قوم زندگی سے مایوس ہو جائے گی اور اپنی شان و شوکت (بچانے) کے لیے وہ اور زیادہ بہادر ہو جائیں گے اور اگر آپ اسے زندہ رکھیں گے تو قوم پر امید رہے گی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

« يَا أَنَسُ! أَسْتَحْيِي قَاتِلَ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ وَمَجْزَأَةِ بْنِ ثَوْرٍ؟ »

''اے انس! کیا میں براء بن مالک اور مجزاہ بن ثور کے قاتل کو زندہ چھوڑ دوں؟''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس پر اپنا فیصلہ نافذ کرنے والے ہیں، تو میں نے کہا: ''اس کے قتل کا کوئی جواز تو ہے نہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: « لِمَ؟ أَعْطَاكَ، أَصَبْتَ مِنْهُ؟ » ''کیوں؟ کیا تجھے اس نے کچھ عطا کیا ہے؟ یا تو نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا ہے؟'' میں نے کہا: ''میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا، آپ نے ہی اس سے کہا تھا کہ بلا خوف وخطر بات کرو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « لَتَجِيئُنِي مَعَكَ بِمَنْ يَّشْهَدُ أَوْ لَأَبْدَأَنَّ بِعُقُوبَتِكَ » ''یا تو تم اپنے ساتھ کوئی گواہ لاؤ یا پہلے میں تجھے سزا دوں گا۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلا تو اچانک مجھے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مل گئے، انھیں بھی وہ سب کچھ یاد تھا جو مجھے یاد تھا۔ (انھوں نے میرے حق میں گواہی دے دی) تو امیر المومنین نے ہرمزان کو معاف کر دیا، پھر ہرمزان اسلام لے آیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ [كتاب الأموال لإمام ابن زنجويه: ۱/ ۳۰۵، ۳۰۶، ح: ۴۶۹، وإسناده صحيح۔ كتاب الأموال لقاسم بن سلام: ۱/ ۲۹۴، ح: ۲۷۴۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۳/ ۲۲۱، ح: ۳۳۸۰۳۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۹/ ۳۹۶، ۳۹۷، ح: ۱۸۶۹۳۔ التاريخ الأوسط لإمام البخاري: ۱/ ۸۰]

انس رضی اللہ عنہ کا مکاتبت کرنا

انس بن سیرین اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) درہم کے عوض مکاتبت کی۔ میں فتح تُستر میں شامل تھا۔ میں نے وہاں سے ایک قالین خریدا، جس سے مجھے منافع حاصل ہوا تو میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس مکاتبت کی ساری رقم لے کر حاضر ہوا، لیکن انھوں نے قسط وار لینے پر اصرار کیا تو میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں اس بات کی خبر دی تو انھوں نے کہا: ''اچھا تو وہی ہے نا!'' دراصل عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کپڑے اٹھائے ہوئے دیکھا تھا اور میرے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ میں نے کہا: ''جی ہاں!'' وہ بولے: « أَرَادَ أَنَسٌ الْمِيرَاثَ » ''انس میراث چاہتے ہیں۔'' پھر انھوں نے مجھے انس رضی اللہ عنہ کے نام رقعہ لکھ کر دیا: « أَنِ اقْبَلْهَا مِنَ الرَّجُلِ » ''تم اس آدمی سے یہ رقم لے لو۔'' تو انھوں نے وہ رقم قبول کر لی۔ [الطبقات الكبرى لابن سعد: ۷/ ۸٦، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۵/ ۵۵۱، ح: ۲۲۳۲۹، وإسناده حسن۔ البدر المنير لابن الملقن: ٦/ ۲۱۹]

بنوبکر بن وائل کے مرتدین کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

عامر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ بنوبکر بن وائل کے کچھ لوگ اسلام سے مرتد ہوکر مشرکین سے جا ملے اور بالآخر وہ ایک جنگ میں مارے گئے۔ جب میں فتح تستر کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: « مَا فَعَلَ النَّفَرُ مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ؟ » ''بنوبکر بن وائل کے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟'' انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین کو کسی اور بات میں لگانے کی کوشش کی، تاکہ کچھ دیر آپ ان کا تذکرہ نہ کریں، لیکن انھوں نے پھر پوچھا: ''بنوبکر بن وائل کے لوگوں کا کیا ہوا؟'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! وہ مارے گئے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

« لَوْ كُنْتُ أَخَذْتُهُمْ سِلْمًا كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

مِنْ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ ››

’’اگر میں انھیں زندہ گرفتار کر لیتا تو یہ چیز میرے نزدیک اس سونے اور چاندی سے زیادہ محبوب ہوتی جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔‘‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ’’اے امیر المومنین! اگر آپ انھیں گرفتار کر لیتے تو بھی انھیں قتل کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا، کیونکہ وہ لوگ اسلام سے مرتد ہو چکے تھے اور وہ مشرکین سے جا ملے تھے۔‘‘ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

‹‹ كُنْتُ أَعْرِضُ أَنْ يَدْخُلُوا فِي الْبَابِ الَّذِي خَرَجُوا مِنْهُ، فَإِنْ فَعَلُوا قَبِلْتُ ذٰلِكَ مِنْهُمْ، وَإِنْ أَبَوْا اِسْتَوْدَعْتُهُمُ السِّجْنَ ›› [مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٤٤١، ح: ٣٢٧٢٧، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ٢٠٧، ح: ١٧٣٤٢۔ شرح معاني الآثار للطحاوي: ٣/ ٢١٠، ح: ٥١٠٥۔ مصنف عبدالرزاق: ١٠/ ١٦٥، ح: ١٨٦٩٦]

’’میں انھیں جس دروازے سے وہ نکلے تھے اسی میں دوبارہ داخل ہونے کے لیے کہتا، اگر وہ ایسا کرتے تو میں ان کا یہ عمل قبول کر لیتا اور اگر وہ انکار کرتے تو میں انھیں قید میں ڈال دیتا۔‘‘

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کا احادیث بیان کرنا

ثقہ تابعی سبیع بن خالد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں لوگوں نے تستر کا محاصرہ کیا ہوا تھا میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ کوفہ چلو، وہاں سے ہم خچریں خریدیں گے۔ جب ہم وہاں پہنچ کر منڈی گئے تو ہم نے وہاں عمر رسیدہ لوگوں کا ایک مجمع دیکھا، جنھیں ایک بزرگ آدمی کوئی بات سنا رہا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ذرا ان کے قریب ہو جاؤ، تاکہ ہم ان کی باتیں سن کر اندازہ لگائیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ پھر میں بھی قریب ہو کر بیٹھ گیا تو پتا چلا کہ وہ بزرگ آدمی صحابی رسول سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما

ہیں، میں نے انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے متعلق سوال کرتے تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا کچھ علم دے دیا تھا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا، جیسا کہ اس خیر سے پہلے شر تھا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے پوچھا: ''اس سے بچاؤ کیسے ہوگا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تلوار کے ذریعے سے۔'' راوی (سبیع بن خالد) نے طویل حدیث بیان کی (پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! اس ہدنہ (خیانت و دھوکا) کے بعد کیا ہوگا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« دُعَاةُ ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتَ فِي الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ خَلِيفَةً فَالْزَمْهُ، وَإِنْ نَهَكَ ظَهْرَكَ، وَأَخَذَ مَالَكَ، وَإِنْ لَمْ تَجِدْ يَوْمَئِذٍ خَلِيفَةً فَاهْرَبْ حَتّٰى تَمُوتَ عَاضًّا بِأَصْلِ شَجَرَةٍ » [مسند أبي عوانة: ٤/ ٤٢٠، ح: ٧١٦٨، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ١٢/ ٢٦٧، ٢٦٨۔ أبو داوٗد: ٤٢٤٤، و صخر بن بدر صدوق حسن الحديث وثقه أبو عوانة بتصحيح و ذكره ابن حبان في الثقات: ٦/ ٤٧٣]

''گمراہی کی طرف بلانے والے امراء ہوں گے۔ اس وقت اگر تجھے روئے زمین پر اللہ کا کوئی خلیفہ نظر آئے تو تُو اس کے ساتھ چمٹ جانا، اگرچہ وہ تیری پیٹھ توڑ ڈالے اور تیرا مال غصب کر لے اور اگر تجھے اس وقت کوئی خلیفہ نہ ملے تو تو بھاگ جانا اور کسی درخت کے تنے سے جڑ جانا، حتیٰ کہ اسی حالت میں تجھے موت آ جائے۔''

فتح تُستر کے حالات و واقعات

حبیب بن شہاب رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ معرکہ تُستر میں شریک ہوئے تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا اور وہ زمین پر گر پڑے۔ شہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے انھیں پیچھے سے ڈھال کا سہارا دیا تو انھیں افاقہ ہو گیا۔

شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا عربی ہوں جس نے تستر کے دروازے میں سب سے پہلے آگ جلائی اور جب ہم نے تستر کو فتح کر لیا اور قیدیوں کو قبضے میں کر لیا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''تم لشکر میں سے دس مجاہدین کو اپنے ساتھ ان قیدیوں کی نگرانی کے لیے رکھ لو، یہاں تک کہ ہم تمھارے پاس آجائیں۔'' پھر وہ تستر کے قرب و جوار میں چلے گئے، تا آنکہ جو فتوحات ان کے مقدر میں لکھی ہوئی تھیں وہ علاقے انھوں نے فتح کر لیے، پھر وہ تُستر کی طرف لوٹ آئے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کیا۔ وہ شہ سوار کو دو حصے دیتے اور پیدل کو ایک حصہ دیتے اور قیدیوں کو فروخت کرتے وقت وہ قیدی ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے تھے۔[مصنف ابن أبي شيبة: ١٣/ ٢٥، ح: ٣٤٥٠٧، و إسناده صحيح۔ الأصابة في تمييز الصحابة: ٣/ ٣٦٧، ت: ٣٩٤١۔ الطبقات لابن سعد: ٧/ ١٠١، ت: ٣٠٢٥]

تُستر کی غنیمتوں کی تقسیم

حبیب بن شہاب رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے باب تستر میں آگ جلائی اور (اس معرکہ میں) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تیر لگا اور وہ زمین پر گر پڑے (جنھیں میں نے ڈھال کا سہارا دیا تو انھیں افاقہ ہو گیا)۔ تو سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب تستر کو فتح کر لیا اور قیدیوں کو قبضے میں کر لیا تو مجھے میری قوم کے دس افراد کے ساتھ ان پر نگران بنا دیا اور مجھے غنیمت (کی تقسیم) سے پہلے میرے اور میرے گھوڑے کے حصے سے زائد ایک غلام انعام کے طور پر دیا۔ [مصنف ابن أبي شيبة: ١٣/ ٢٥، ح: ٣٤٥٠٨، و إسناده صحيح]

توسل بغیر اللہ کے خاتمے کی تدبیر

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انھوں نے تستر کو فتح کر لیا تو ہم نے وہاں ایک تابوت میں ایک آدمی (کی ایک بڑی نعش) کو دیکھا جس کی ناک ایک ہاتھ کے برابر لمبی تھی، وہ لوگ اس کے ذریعے سے مدد یا بارش طلب کرتے تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ واقعہ لکھ کر بھیجا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں جواب میں لکھا:

«إِنَّ هٰذَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ، أَوِ الْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ»

''یہ انبیاء میں سے کوئی نبی ہیں، (یاد رکھو) آگ انبیاء علیہم السلام کو نہیں جلاتی اور مٹی بھی انبیاء علیہم السلام کو نہیں کھاتی۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مزید لکھا: ''آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک آدمی کو لیں اور اس میت کو کسی ایسی جگہ دفن کر دیں جس جگہ کا علم تم دونوں کے علاوہ کسی اور کو نہ ہو۔'' انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے دفن کر دیا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: 7/ 23، ح: 33808، وإسناده صحيح]

دانیال علیہ السلام کی تحریر اور غیر مسلم کا قبول اسلام

ابورباب قشیری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان شہ سواروں میں شامل تھا جنھوں نے تُستر فتح کیا۔ میری ذمہ داری مال غنیمت اکٹھا کرنے والے گروہ کے ساتھ تھی۔ ہمارے پاس ایک آدمی ایک تھیلی لایا اور کہنے لگا: ''کیا تم مجھ سے وہ چیز خریدو گے جو اس میں ہے؟'' ہم نے کہا: ''ہاں! ہم اسے خریدیں گے، بشرطیکہ اس میں سونا، چاندی اور کتاب اللہ نہ ہو۔'' وہ بولا: ''تم نے جن چیزوں کے نام لیے ان میں سے کوئی ایک چیز اس تھیلی میں ہے۔ اس میں اللہ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔'' ابورباب قشیری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

نے اس تھیلی کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں دانیال علیہ السلام کی کتاب (یا تحریر) تھی، تو میرے ساتھیوں نے وہ خط (دانیال علیہ السلام کی کتاب) اس آدمی کو تحفتاً دے دیا اور وہ تھیلی دو درہم میں اس سے خرید لی۔ ابورباب قشیری کہتے ہیں کہ لوگوں نے بتایا کہ جب اس آدمی نے وہ خط پڑھا تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ [مصنف عبد الرزاق: ۸/۱۱۱، ح: ۱۴۵۱۸، و إسناده صحيح۔ عبد الرزاق صرح بالسماع ۔ كتاب المصاحف لابن أبي داوٗد: ۲/ ۱۵۷، ح: ۴۴۱، و إسناده حسن لذاته]

معرکۂ نہاوند

نہاوند کا معرکہ کب ہوا؟

امام اہل السنہ احمد ابن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ معرکۂ نہاوند ۲۱ ہجری میں برپا ہوا۔

[تاريخ أبي زرعة الدمشقي: ۱/ ۳۷، و إسناده صحيح إلى الإمام أحمد ابن حنبل]

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ نہاوند سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی امارت میں ۲۱ ہجری میں لڑی گئی۔ [تاريخ دمشق: ٤٤/ ۳۹۱، ۳۹۲، ت: ٥٢٠٦ و إسناده صحيح إلى الليث بن سعد]

معرکۂ نہاوند کی اطلاعات کے حصول کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی بے تابی

ثقہ تابعی کلیب بن شہاب الجرمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس معرکۂ نہاوند اور سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی خبر آنے میں تاخیر ہو گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے (ان کے لیے) نصرت کی دعائیں کرتے تھے۔ لوگ اس چیز (نہاوند اور ابن مقرن رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کرنے) کا اندازہ اس بات سے بھی کر رہے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ کلیب بن شہاب الجرمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک بدو آیا اور اس نے پوچھا: ''کیا تمھیں نہاوند اور ابن مقرن کے بارے میں کچھ پتا چلا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''تیرا مطلب کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''کچھ بھی نہیں۔'' کلیب بن شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی اور انھوں نے

اس بدو کو بلا بھیجا اور پوچھا: ''کیا تیرے پاس نہاوند اور ابن مقرن کی کوئی خبر ہے؟ اگر ہے تو ہمیں بتا۔'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں فلاں بن فلاں قبیلے سے ہوں، میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوا، یہاں تک کہ ہم نے فلاں مقام پر پڑاؤ کیا۔ جب ہم وہاں سے کوچ کرنے لگے تو وہاں سرخ اونٹ پر ایک آدمی آیا، اس سے پہلے میں نے اس جیسا کوئی آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: ''تو کہاں سے آ رہا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں عراق سے آ رہا ہوں۔'' ہم نے پوچھا: ''وہاں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟'' اس نے کہا: ''لڑائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ نہاوند اور ابن مقرن کون ہیں اور ان کا کیا قصہ ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا تجھے یاد ہے کہ یہ کون سا دن تھا؟'' اس نے کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم! مجھے کچھ یاد نہیں۔'' پھر اس نے کہا: ''ہاں! لیکن مجھے یاد آ رہا ہے۔'' پھر وہ منزلیں (پڑاؤ کے مقامات) یاد کرنے لگا، کہنے لگا کہ ہم نے فلاں دن سفر شروع کیا، پھر فلاں فلاں مقام پر پڑاؤ کیا، یہ اور یہ دن بنتا ہے اور شاید مجھے جنات کا ہرکارہ ملا تھا، کیونکہ ان کے بھی ہرکارے ہوتے ہیں۔'' کلیب بن شہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''پھر کچھ دن گزرے جتنے اللہ کو منظور تھے کہ نہاوند کی فتح کی خبر پہنچ گئی کہ ان کی دشمن سے اسی دن مڈبھیڑ ہوئی تھی۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ١٤، ١٥، ح: ٣٣٧٧٦، و إسناده صحيح]

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کبار صحابہ میدانِ معرکہ میں

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو نہاوند روانہ کیا اور ان کے ساتھ (بطور نائب) سیدنا عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بھی گئے۔ اس معرکے میں نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ [التاريخ الأوسط للبخاري: ١/ ٧٢]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو

نہاوند روانہ کیا تو اہل کوفہ کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ ان کی مدد کریں، تو وہ ان کے ساتھ ہو لیے۔ ان کے علاوہ حذیفہ بن یمان، زبیر بن عوام، اشعث بن قیس، مغیرہ بن شعبہ، عبد اللہ بن عمر اور عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ گئے۔ بالآخر اسلامی لشکر نہاوند پہنچ گیا اور (سپہ سالاروں میں سے) سب سے پہلے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔[التاريخ الأوسط للبخاري: ١/ ٨٠، ٨١]

غنائم کی تقسیم صرف غازیوں میں

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''اہل بصرہ نے نہاوند کا معرکہ لڑا اور اہل کوفہ نے ان کی نصرت و تائید کی۔ اس وقت ان کے امیر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے۔ انھیں فتح حاصل ہوئی تو اہل بصرہ نے اہل کوفہ کو مال غنیمت میں شامل نہ کرنا چاہا، تب بنوتمیم یا بنوعطارد میں سے ایک آدمی نے کہا: ''اے کان کٹے غلام! کیا تو چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ غنائم میں حصہ لے۔'' اس کا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جہاد میں) کٹ گیا تھا، تو اس نے کہا: ''میرے بہترین کان کو تو نے طعنہ دیا ہے۔'' تو امیر لشکر نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھ بھیجا، انھوں نے جواب بھیجا: ''جو مجاہدین لڑائی میں شریک ہوئے ہیں صرف انھی کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا جائے۔'' [طبراني كبير: ٨/ ٣٢١، ح: ٨٢٠٣، وإسناده صحيح۔ شرح معاني الآثار للطحاوي: ٣/ ٢٤٥، ح: ٤٣٣٨۔ مسند علي بن الجعد: ١/ ١٠٠، ح: ٥٨٨۔ شرح مشكل الآثار: ٧/ ٣٥٢، قبل ح: ٢٩١١۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٤٩٧، ح: ٣٣٢١٤، وإسناده صحيح]

معرکۂ نہاوند کے تفصیلی حالات و واقعات

زیاد بن جبیر بن حیہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہرمزان سے کہا: ''جب تو مجھے اپنی رائے دینا چاہے تو خلوص سے دے۔'' (یہ اس موقع کی بات ہے جب ہرمزان نے اسلام لانے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مشیر بننے کی خواہش کا

اظہار کیا) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان سے کہا: ''تو بلا خوف اپنی رائے کا اظہار کر۔'' اور اسے اطمینان دلایا، تو اس نے کہا: ''جی ہاں! موجودہ زمانے میں فارس (ایرانیوں) کا ایک سر اور دو بازو ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ''سر کدھر ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''نہاوند میں اور ساتھ بنداذ قان بھی، کیونکہ اس کے ساتھ کسریٰ اور اہل اصفہان کے جنگجو ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''بازو کدھر ہیں؟'' ہرمزان نے ان کا تذکرہ کیا، لیکن راوی کہتا ہے کہ میں بھول گیا ہوں۔ (بخاری کی روایت (۳۱۵۹) میں وضاحت ہے کہ ہرمزان نے کہا، سر کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر اور دوسرا بازو فارس ہے) پھر ہرمزان نے کہا: ''آپ دونوں بازو کاٹ دیں تو سر کمزور پڑ جائے گا۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا ہے، نہیں، میں تو سر ہی کا قصہ تمام کروں گا اور اللہ تعالیٰ اسے یقیناً کاٹ دے گا۔ جب اللہ تعالیٰ دشمن کا سر میری طرف سے کاٹ دے گا تو مجھ سے دونوں بازو خود بخود دور ہو جائیں گے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بذات خود دشمن کے سر (نہاوند) کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تو مسلمان کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ آپ بذات خود عجم کی طرف نہ جائیں۔ اگر آپ وہاں شہید ہو گئے تو مسلمانوں کا نظم نہیں رہے گا۔ ہاں! آپ ان کے مقابلے کے لیے لشکر بھیج دیں۔'' جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ میں سے مہاجرین و انصار کو روانہ فرمایا اور ان میں اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو ساتھ لے کر جائیں اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی طرف لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو ساتھ لے کر جائیں، یہاں تک کہ تم سب نہاوند میں اکٹھے ہو جاؤ۔ جب تم وہاں جمع ہو جاؤ تو تمھارے امیر نعمان بن مقرن (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔ جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ جب سب مجاہدین نہاوند میں اکٹھے ہو گئے تو بنداذ قان نے اپنے سپہ سالار کے ذریعے سے پیغام بھیجا: ''اے

عربو! تم اپنی طرف سے اپنا نمائندہ ہماری طرف بھیجو، تاکہ ہم اس سے مذاکرات کریں۔'' تو مسلمانوں نے گفت وشنید کے لیے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا۔ جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ گویا ابھی وہ میرے سامنے ہیں، دراز قد، لمبی زلفیں اور قدرے بھینگے (انصار کی خصوصیت)۔ تو سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے، جب وہ لوٹ کر ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے استفسار کیا، تو انھوں نے ہمیں بتایا: ''دشمن کے سپہ سالار نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا کہ اس عربی کے متعلق تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو، کیا ہم اپنی شان وشوکت اور بادشاہت اسے دکھائیں یا اسے مخفی رکھ کر اس کے سامنے تنگ دامنی کا اظہار کریں؟'' مشیروں نے کہا: ''نہیں، بلکہ ہم اپنی شان وشوکت اور جنگی صلاحیت کو بڑھا چڑھا کر اس کے سامنے رکھیں۔'' جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے ان کی تلواریں اور ڈھالیں دیکھیں، ان کی چمک سے آنکھیں چندھیا رہی تھیں اور میں نے درباریوں کو سپہ سالار کے پیچھے صف بستہ کھڑے دیکھا، جبکہ وہ سونے کے تخت پر براجمان ہے اور اس کے سر پر تاج ہے۔ میں اپنی شان سے چلتا رہا اور میں نے (بے پروائی کے عالم میں) اپنے سر کو جھکا دیا، تاکہ میں اس کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ جاؤں، لیکن مجھے اس سے نہ صرف یہ کہ روک دیا گیا بلکہ جھڑکا بھی گیا۔ میں نے کہا: ''سفیروں کے ساتھ یہ سلوک تو نہیں کیا جاتا۔'' انھوں نے مجھے کہا: ''تو تو کتا ہے، کیا تو بادشاہ کے ساتھ بیٹھے گا؟'' میں نے کہا: ''جس طرح وہ تمھارے نزدیک معزز ہے میں اپنی قوم میں اس سے کہیں زیادہ معزز ہوں۔'' سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس بات پر بھی اس نے مجھے جھڑک دیا اور کہا: ''وہیں بیٹھ جاؤ۔'' پھر اس کی گفتگو کا میرے لیے ترجمہ کیا گیا، اس نے کہا:

((يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! إِنَّكُمْ كُنْتُمْ أَطْوَلَ النَّاسِ جُوعًا، وَأَعْظَمَ النَّاسِ شِقَاءً، وَأَقْذَرَ النَّاسِ قَذَرًا، وَأَبْعَدَ النَّاسِ دَارًا، وَأَبْعَدَهُ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ، وَمَا كَانَ مَنَعَنِي أَنْ آمُرَ هٰؤُلَاءِ الْأَسَاوِرَةَ حَوْلِي، أَنْ يَنْتَظِمُوكُمْ

بِالنَّشَّابِ، إِلَّا تَنَجُّسًا بِجِيفِكُمْ، لِأَنَّكُمْ أَرْجَاسٌ، فَإِنْ تَذْهَبُوا نُخَلِّيَ عَنْكُمْ، وَإِنْ تَأْبَوْا نُرِيكُمْ مَصَارِعَكُمْ »

''اے عرب کی جماعت! تم سب لوگوں سے زیادہ بھوکے، سب سے زیادہ بدبخت و بدحال اور سب لوگوں سے زیادہ گندے تھے، تمھارا وطن سب سے زیادہ دور ہے اور تم ہر قسم کی بھلائی سے بہت زیادہ دور ہو۔ مجھے اس حکم سے کوئی چیز نہیں روکتی کہ میں اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے ان جنگجوؤں کو حکم دوں اور وہ تمھیں تیروں میں پرو دیں، سوائے تمھارے مردار جسموں کی نجاست کے، کیونکہ تم بالکل پلید ہو۔ اگر تم واپس اپنے ملک کو جانا چاہو تو ہم تمھارا راستہ نہیں روکیں گے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمھیں تمھارے لاشے دکھا دیں گے۔''

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جواباً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر کہا:

« وَاللّٰهِ! مَا أَخْطَأْتَ مِنْ صِفَتِنَا وَنَعْتِنَا شَيْئًا، إِنْ كُنَّا لَأَبْعَدَ النَّاسِ دَارًا وَأَشَدَّ النَّاسِ جُوعًا وَأَعْظَمَ النَّاسِ شِقَاءً وَأَبْعَدَ النَّاسِ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ، حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْنَا رَسُولًا، فَوَعَدَنَا النَّصْرَ فِي الدُّنْيَا وَالْجَنَّةَ فِي الْآخِرَةِ، فَلَمْ نَزَلْ نَتَعَرَّفُ مِنْ رَبِّنَا مُذْ جَاءَنَا رَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَلْجَ، وَالنَّصْرَ، حَتّٰى أَتَيْنَاكُمْ، وَإِنَّا وَاللّٰهِ! نَرٰى لَكُمْ مُلْكًا وَعَيْشًا لَا نَرْجِعُ إِلٰى ذٰلِكَ الشَّقَاءِ أَبَدًا، حَتّٰى نَغْلِبَكُمْ عَلٰى مَا فِي أَيْدِيكُمْ، أَوْ نُقْتَلَ فِي أَرْضِكُمْ »

''اللہ کی قسم! تو نے ہماری حالت زار کے بیان میں ذرا برابر غلطی نہیں کی، ہم یقیناً سب سے زیادہ غریب الوطن، سب سے زیادہ بھوکے اور سب سے زیادہ ظالم (بدبخت) تھے اور سب سے زیادہ ہر قسم کی بھلائی سے دور تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول مبعوث کیا۔ اس نے ہمارے ساتھ دنیا میں نصرت اور

آخرت میں جنت کا وعدہ کیا ہے۔ تو جب سے ہمارے پاس اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے ہیں ہمیں اپنے رب کی طرف سے مسلسل وسعت و نصرت مل رہی ہے، یہاں تک کہ ہم تم تک پہنچ گئے اور ہم اللہ کی قسم! تمھاری بادشاہت اور تمھاری شان و شوکت دیکھ رہے ہیں، اب ہم اس بدبختی اور بھوک کی طرف ہرگز لوٹ کر نہیں جائیں گے، حتیٰ کہ جو کچھ تمھارے ہاتھوں میں ہے اس پر غلبہ حاصل کر لیں یا تمھاری سرزمین پر شہید ہو جائیں۔''

سپہ سالار نے کہا: ''اس بھینگے نے تم سے وہی بات کی ہے جو اس کے دل میں ہے۔'' تو میں وہاں سے اٹھ پڑا، یقیناً اللہ کی قسم! میری محنت نے سپہ سالار کو مرعوب کر دیا۔ تو سپہ سالار نے ہماری طرف اپنا قاصد بھیجا کہ یا تو تم ہماری طرف نہاوند عبور کر کے آ جاؤ یا ہم تمھاری طرف آ جائیں۔ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے (ہمیں) کہا: ''تم عبور کرو۔'' تو ہم نے عبور کر لیا۔

جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن جیسا منظر میں آج تک نہیں دیکھ سکا، جنگجو لوہے کے پہاڑوں کی طرح آ رہے تھے، انھوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ عربوں سے نہیں بھاگیں گے، بلکہ کچھ نے تو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا اور کہیں کہیں تو سات سات آپس میں بندھے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنے پیچھے لوہے کے کانٹے بچھا رکھے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم میں سے جو بھی بھاگے گا یہ کانٹے اسے کاٹ دیں گے۔ جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس قدر کثرت دیکھی تو کہنے لگے: ''مجھے آج شکست کے علاوہ کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ بے شک ہمارا دشمن چاہتا ہے کہ وہ سب اکٹھے ہو جائیں، اس لیے وہ جلدی نہیں کر رہے، لیکن اللہ کی قسم! اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں یقیناً ان کے پاس جلدی پہنچ چکا ہوتا۔'' جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کثرت سے رونے والے شخص تھے، وہ کہنے لگے: ''یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے ان جیسے بہت سے لشکروں کا مشاہدہ کروائے گا، وہ تجھے رسوا نہیں کرے گا اور نہ ہی تیرا موقف

جھٹلائے گا۔ اللہ کی قسم! مجھے ان کا مقابلہ کرنے سے ایک چیز مانع ہے، جس کا مشاہدہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوات میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے اندھیرے میں قتال شروع نہ کرتے، جب تک نوافل کا وقت نہ ہو جاتا اور ہوائیں نہ چل پڑتیں اور لڑائی کے لیے عمدہ وقت نہ ہو جاتا۔'' پھر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تَقَرَّ عَيْنِي الْيَوْمَ بِفَتْحٍ يَكُونُ فِيهِ عِزُّ الْإِسْلَامِ، وَأَهْلِهِ وَذُلُّ الْكُفْرِ وَأَهْلِهِ، ثُمَّ اخْتِمْ لِي عَلَى إِثْرِ ذٰلِكَ بِالشَّهَادَةِ))

''اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ آج تو ایسی فتح کے ساتھ میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما جو اسلام اور اہل اسلام کے لیے باعث عزت ہو اور کفر اور اہل کفر کے لیے باعث ذلت ہو، پھر اس کے بعد مجھے شہادت عطا فرما۔''

پھر انھوں نے کہا: ''اللہ تم پر رحم فرمائے، تم آمین کہو۔'' تو ہم سب نے آمین کہا، پھر وہ رو پڑے اور ہم بھی رو پڑے۔ پھر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اپنے جھنڈے کو پہلی بار لہراؤں تو تم ہتھیار اٹھانے کے لیے تیار ہو جانا، دوبارہ لہراؤں تو تم اپنے دشمن سے قتال کی تیاری کر لینا اور جب تیسری بار جھنڈا لہراؤں تو تم میں سے ہر ایک کے مدمقابل جو بھی دشمن ہو اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ اس پر ٹوٹ پڑنا۔'' جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ پھر جب نماز کا وقت ہوا تو ہوائیں چل پڑیں تو ہمارے قائد نے تکبیر کہی، ہم نے بھی تکبیر کہی، پھر نعمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((رِيحُ الْفَتْحِ وَاللّٰهِ! إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَسْتَجِيبَ اللّٰهُ لِي وَأَنْ يَفْتَحَ عَلَيْنَا))

''اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو یہ فتح کی ہوائیں ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تمنا پوری کرے گا اور وہ ہمیں فتح عطا فرمائے گا۔''

پھر انھوں نے جھنڈا لہرایا تو سب تیار ہو گئے، پھر دوبارہ لہرایا اور پھر جب تیسری بار لہرایا تو ہم سب اپنے اردگرد موجود دشمنوں پر یکبارگی جھپٹ پڑے۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر میں شہید ہو گیا تو تمھارے امیر حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہما) ہوں گے، اگر حذیفہ بھی شہید ہو گئے تو فلاں امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو فلاں امیر ہوں گے، حتیٰ کہ انھوں نے سات اشخاص گنوائے اور آخری امیر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ جبیر بن حیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے کسی ایسے مسلمان کا علم نہیں جو شہادت یا فتح کے بغیر اپنے اہل خانہ کے پاس جانا چاہے اور وہ ہمارے لیے ثابت قدم رہے۔

ہم صرف لوہے کو لوہے کے ساتھ ٹکرانے کی آوازیں ہی سن رہے تھے، تا آنکہ بے شمار مسلمان شہید ہو گئے۔ جب ہمارے دشمنوں نے ہمارے صبر کا مشاہدہ کیا اور انھوں نے ہمارا ناقابل شکست عزم بھی دیکھ لیا کہ ہمارا واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تو انھیں شکست ہو گئی۔ پھر دشمن کا ایک آدمی گرتا تو اس کے ساتھ بندھے ہوئے سات آدمی اس کے اوپر گرتے، وہ سب مارے جاتے اور انھوں نے اپنے پیچھے لوہے کے جو کیل کانٹے بچھائے ہوئے تھے وہ انھیں قتل کرنے لگے۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے پکارا: ''تم اپنے شہسوار آگے بڑھاؤ۔'' تو ہم نے اپنے شہسوار آگے بڑھا دیے۔ ہم انھیں قتل کرنے لگے، جب سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی (فتح کی) تمنا پوری کر دی ہے اور انھوں نے فتح کو دیکھ لیا تو اچانک ایک تیر ان کے پہلو میں آ کر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بھائی معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، انھوں نے نعمان رضی اللہ عنہ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور جھنڈا پکڑ کر آگے بڑھنے لگے اور انھوں نے پکارا: ''اللہ تم پر رحم کرے، آگے بڑھو۔'' تو ہم آگے بڑھتے گئے اور دشمن کو قتل کرتے گئے اور انھیں مات پر مات دیتے گئے۔ جب ہم معرکے سے فارغ ہوئے اور پورا لشکر ایک جگہ جمع ہوا تو انھوں نے پوچھا: ''ہمارے امیر کہاں ہیں؟'' تو معقل رضی اللہ عنہ نے

جواب دیا:

« هٰذَا أَمِيرُكُمْ قَدْ أَقَرَّ اللّٰهُ عَيْنَهُ بِالْفَتْحِ وَ خَتَمَ لَهُ بِالشَّهَادَةِ »

''یہ تمھارے امیر ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فتح کے ساتھ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور ان کا خاتمہ شہادت پر کیا۔''

تب لوگوں نے حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہما) کی بیعت کی۔ جبیر بن حیہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے اور ''حاملہ کی چیخ'' کی طرح خوشخبری کے منتظر تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مسلمان قاصد کے ذریعے سے فتح کی خوشخبری لکھ بھیجی۔ جب قاصد امیر المومنین کے پاس پہنچا تو اس نے آتے ہی کہا:

« أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! بِفَتْحٍ أَعَزَّ اللّٰهُ فِيهِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ وَأَذَلَّ فِيهِ الشِّرْكَ وَأَهْلَهُ »

''اے امیر المومنین! ایسی فتح کی خوش خبری وصول فرمائیں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی اور شرک اور اہل شرک کو ذلیل کر دیا۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا نعمان بن مقرن ہی نے تجھے بھیجا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اے امیر المومنین! آپ نعمان (رضی اللہ عنہ) کے لیے اجر کی دعا کریں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور ''إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا اور پوچھا: ''اور کون کون شہید ہوا ہے؟'' تو اس نے کہا:

« فُلَانٌ، وَفُلَانٌ، وَفُلَانٌ، حَتّٰى عَدَّ نَاسًا ثُمَّ قَالَ وَآخَرِينَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَا تَعْرِفُهُمْ »

''فلاں اور فلاں اور فلاں اور بہت سے شہداء کا نام لیا، پھر کہا: ''اے امیر المومنین!

بہت سے ایسے بھی ہیں جنھیں آپ نہیں جانتے۔"

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور وہ رو رہے تھے:

« لَا يَضُرُّهُمْ، أَنْ لَّا يُعْرِفُهُمْ عُمَرُ، لٰكِنَّ اللّٰهَ يَعْرِفُهُمْ » [ابن حبان: ٤٧٥٦، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ٩٦، ح: ١٨٦٤٦۔ إتحاف الخيرة المهرة: ٥/ ٣١٥ تا ٣١٨، ح: ٦٣٢٨۔ طبقات المحدثين بأصبهان لأبي الشيخ: ١/ ١٥، ح: ٨۔ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم، ص: ٢٠٨، ت: ٢٦١۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٢٩٣، ٢٩٤، ح: ٥٢٧٩]

"یہ بات ان کے لیے ضرر رساں نہیں کہ عمر انھیں نہیں پہچانتا، اللہ تو انھیں بخوبی پہچانتا ہے۔"

ایرانی کمانڈر انچیف کے سامنے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز خطاب

جبیر بن حیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو بھیجا، تاکہ وہ مشرکین سے لڑیں۔ تو جب (مدائن کا حاکم) ہرمزان مسلمان ہو گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: « إِنِّي مُسْتَشِيرُكَ فِي مَغَازِيَّ هٰذِهِ » "میں تم سے ان (ممالک فارس وغیرہ) پر فوج بھیجنے کے سلسلے میں مشورہ چاہتا ہوں۔" ہرمزان نے کہا: "ہاں! اس کی اور مسلمانوں کے دشمنوں کی مثال جو یہاں رہتے ہیں، مثل اس پرندے کی ہے جس کا ایک سر، دو بازو اور دو پاؤں ہوں۔ اگر اس کا ایک بازو کاٹ دیا جائے تو وہ دونوں پاؤں، ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا رہ سکتا ہے اور اگر دوسرا بازو بھی کاٹ دیا جائے تو وہ دونوں پاؤں اور سر کے ساتھ کھڑا رہ سکتا ہے اور اگر سر کاٹ دیا جائے تو اس کے دونوں پاؤں، دونوں بازو اور سر سب بے کار ہو جائیں گے۔ چنانچہ سر تو کسریٰ (شاہ ایران) ہے اور ایک بازو قیصر (شاہ روم) ہے اور دوسرا بازو فارس ہے، لہٰذا آپ مسلمانوں کو حکم دیجیے کہ کسریٰ پر حملہ کریں۔" پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بلایا اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو ہم پر امیر

مقرر کیا اور جب ہم دشمن کے ملک (نہاوند) میں پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار فوج لے کر ہمارے سامنے آیا۔ اس کا ایک ترجمان کھڑا ہوا، کہنے لگا: ''تم میں سے ایک آدمی مجھ سے گفتگو کرے۔'' سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔'' اس نے کہا: ''تم کون لوگ ہو؟'' سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

« نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ، كُنَّا فِي شَقَاءٍ شَدِيدٍ وَبَلَاءٍ شَدِيدٍ، نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى مِنَ الْجُوعِ، وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ، وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرَضِينَ تَعَالٰى ذِكْرُهُ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهُ إِلَيْنَا نَبِيًّا مِنْ أَنْفُسِنَا نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهُ، فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُولُ رَبِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ، أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ، وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا، أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي نَعِيمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ، وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ » [بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب: ٣١٥٩]

''ہم عرب لوگ ہیں، ہم سخت بدبختی اور انتہائی مصیبت میں مبتلا تھے۔ بھوک کے مارے چمڑا اور کھجور کی گٹھلیوں کو چوسا کرتے تھے۔ اونٹوں کی اون اور بکریوں کے بالوں کی پوشاک پہنتے تھے اور درختوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک آسمانوں کے مالک اور زمینوں کے رب نے، جس کا ذکر اپنی تمام عظمت و جلال کے ساتھ بلند ہے، ہماری طرف ایک نبی ہماری ہی قوم میں سے بھیجا۔ جس کے والدین کو ہم جانتے تھے۔ پھر ہمارے نبی، ہمارے رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے لڑیں، یہاں تک کہ تم ایک اللہ کی

عبادت کرو یا جزیہ دو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پروردگار کا ہم تک یہ پیغام پہنچایا کہ جو شخص ہم میں سے مقتول (شہید) ہوگا وہ جنت کی ایسی نعمتوں میں جائے گا جن کی مثل اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی اور جو شخص ہم میں سے باقی رہے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔''

فتح نہاوند اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی دعوتی سرگرمیاں

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نہاوند فتح ہوا تو یہودی مسلمانوں کے قیدی بنے اور جالوت کا سردار یہودی قیدیوں کا فدیہ دینے کے لیے آیا۔ اس موقع پر ایک مسلمان کے ہاتھ ایک حسین ترین دوشیزہ آگئی، تو وہ مسلمان آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''کیا یہ ممکن ہے کہ تم میرے ساتھ اس آدمی کے پاس آؤ، شاید وہ اس لونڈی کی بہتر قیمت دے دے۔'' عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں اس کے ساتھ چل پڑا تو وہ ایک بوڑھے متکبر آدمی کے پاس آیا، جس کا ایک ترجمان بھی تھا۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا: ''تو اس لڑکی سے پوچھ کہ کیا یہ عربی اس سے جماع کر چکا ہے؟'' عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ جب اس یہودی نے اس لڑکی کا حسن دیکھا تو اسے غیرت آگئی۔ اس نے اپنی زبان اور لہجے میں اس لونڈی سے کچھ کہا تو جو کچھ اس نے کہا میں وہ سمجھ گیا۔ میں نے اس سے کہا: ''تو اپنی کتاب کے مطابق اس دوشیزہ سے اس کے کپڑوں کے اندر کا سوال کر کے گناہ گار ہو گیا ہے۔'' اس نے مجھے کہا: ''تو جھوٹا ہے، تجھے کیا پتا میری کتاب میں کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''میں تیری کتاب کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔'' اس نے کہا: ''کیا تو میری کتاب کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے!؟'' میں نے کہا: ''(ہاں!) میں تیری کتاب کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔'' اس نے (حاضرین سے) پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' انھوں نے بتایا: ''یہ عبداللہ بن سلام ہیں۔'' عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے کہ میں اس دن پلٹ آیا، تو پھر

اس بوڑھے نے اپنا قاصد میری طرف اس عزم کے ساتھ بھیجا کہ میں ضرور اس کے پاس آؤں۔ اس نے میرے لیے سواری بھی بھیجی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر دینے والے رب کی قسم! میں ثواب کی نیت سے گیا کہ شاید وہ اسلام لے آئے۔ اس نے تین دن تک مجھے اپنے پاس روک لیا۔ میں اس پر تورات پڑھتا اور وہ روتا رہتا۔ پھر میں نے اسے کہا: ''اللہ کی قسم! بے شک یقیناً یہ وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ تم اپنی کتابوں میں پاتے ہو۔'' تو وہ کہنے لگا: ''میں یہودیوں کا کیا کروں گا؟'' میں نے کہا: ''اللہ سے یہودی تجھے ذرا بھر فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''لیکن بدبختی اس پر غالب آ گئی اور اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ١٥، ح: ٣٢٧٨١، وإسناده صحيح۔ إتحاف الخيرة المهرة: ١/ ٢٩٢، ٢٩٣، ح: ٥١٨۔ قال البوصيري الحنفي "هذا إسناد صحيح ورجاله ثقات۔" دلائل النبوة لإمام إسماعيل الأصبهاني: ١/ ٩٨۔ المطالب العالية: ٨/ ٣٤٤، ح: ٣٨٦٠]

آذر بائیجان کی فتح

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''معرکہ آذر بائیجان ۲۲ ہجری میں ہوا اور اس معرکے میں مسلمانوں کے امیر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے۔'' [تاريخ أبي زرعة الدمشقي: ۱/ ۳۷، وإسناده صحيح- تاريخ دمشق: ٤٤/ ۳۹۲، ۳۹۳، وإسناده صحيح إلي أحمد ابن حنبل]

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اسکندریہ (مصر) کی پہلی فتح میں مسلمانوں کے امیر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے اور اسکندریہ اور آذر بائیجان ۲۲ ہجری میں فتح ہوئے۔''

[تاريخ دمشق: ٤٤/ ۳۹۱، ۳۹۲، ت: ٥٢٠٦، وإسناده صحيح إلي الليث بن سعد]

آذر بائیجان کی دو دفعہ فتح

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معرکہ آذر بائیجان اور ارمینیہ کے لیے اہل شام اور اہل عراق جمع ہوئے اور ان کے درمیان قرآن کی قراءت کے سلسلے میں اختلاف ہو گیا، قریب تھا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے لڑنا شروع کر دیتے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت حال دیکھ کر حذیفہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھیں اس ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ [صحيح ابن حبان: ٤٥٠٦، وإسناده صحيح- تاريخ المدينة المنورة للنميري: ۳/ ۹۹۲، ۹۹۳، وإسناده صحيح- بخاري: ٤٩٨٧- السنن الكبرى للنسائي: ٥/ ٦، ح: ۷۹۸۸]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی آذربائیجان کے علاقوں میں اہل شام اور اہل عراق جنگ کر رہے تھے، جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ آذربائیجان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح ہو گیا تھا۔ ان دونوں روایات میں کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آذربائیجان اور ارمینیہ کے غزوات کے بارے میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۲۴ ہجری میں ولید بن عتبہ نے آذربائیجان اور ارمینیہ کا معرکہ لڑا، کیونکہ وہاں کے باشندوں نے وہ ٹیکس ادا کرنا روک لیا تھا جس پر انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صلح کی تھی۔ [تاريخ طبري: ۲/ ۵۹۱]

چھ ماہ تک نماز قصر:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم آذربائیجان میں تھے کہ وہاں ہمیں چھ ماہ تک برفانی طوفان نے روکے رکھا۔ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ ہم (اس دوران) دو رکعت نماز (قصر) پڑھا کرتے تھے۔ [السنن الكبرى للبيهقي: ٤/ ٣٥٦، ح: ٥٥٧٦، وإسناده صحيح۔ المعرفة السنن والآثار له: ٤/ ٤٨٦، ح: ١٦٦١۔ مسند أحمد: ٢/ ١٥٤، ح: ٦٤٢٦، وإسناده حسن لذاته، ثمامة بن شراحيل صدوق حسن الحديث، وثقه و ذكره ابن حبان في الثقات (٤/ ٩٨) و صححه له في صحيحه (٤٤٩٩) و وثقه الضياء المقدسي بتصحيح حديثه (المختارة: ٢/ ١٣٩، ح: ١٢٨٤)]

آذربائیجان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کھانے کا تحفہ

اسی غزوے میں سیدنا عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف حلوہ نما کوئی میٹھی چیز بھیجی۔ چنانچہ ابوعثمان النہدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آذربائیجان میں عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، تو انھوں نے سحیم اور ایک اور آدمی کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کے لیے تین اونٹ دے کر بھیجا اور انھوں نے ان کو دو برتن دیے، دونوں میں میدے کی روٹیاں اور ان کے اوپر شوربا تھا اور شوربے کے اوپر مکھن تھا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا

کہ عتبہ کا آزاد کردہ غلام سحیم ایک آدمی اور تین سواریوں کے ہمراہ آیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو آنے کی اجازت دی۔ جب وہ دونوں آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''کیا سونا لائے ہو یا چاندی؟'' انھوں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''پھر تم دونوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہمارے ساتھ کھانا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین سواریوں پر آیا ہے؟ جو چیز تم لائے ہو مجھے دکھاؤ۔'' جب وہ سامان لایا گیا تو اس میں سے شوربا اور مکھن نکلا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو وہ بالکل نرم و تازہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا تمام مہاجرین اسی طرح کے کھانے سے سیر ہوتے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''نہیں، یہ چیزیں تو امیر المومنین کے لیے خاص طور پر بھیجی گئی ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو حکم دیا:

« يَا فُلَانُ! هَاتِ الدَّوَاةَ، اُكْتُبْ ! مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَسْبِكَ وَلَا كَسْبِ أَبِيكَ وَلَا كَسْبِ أُمِّكَ، يَا عُتْبَةُ بْنَ فَرْقَدٍ! فَأَعَادَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ، أَمَّا بَعْدُ! فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ الْمُهَاجِرِينَ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِي بَيْتِكَ، فَأَعَادَهَا ثَلَاثًا، وَكَتَبَ أَنِ انْتَزُوا وَارْتَدُّوا وَانْتَعِلُوا وَارْمُوا الْأَغْرَاضَ وَأَلْقُوا الْخِفَافَ وَالسَّرَاوِيلَاتِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْمَعَدِّيَّةِ وَنَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ، وَكَتَبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِصْبَعَيْهِ، وَجَمَعَ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى، وَفِي كِتَابِ عُمَرَ وَاقْطَعُوا الرُّكُبَ وَانْزُوا عَلَى الْخَيْلِ نَزْوًا، فَقَالَ أَبُو عُثْمَانَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الشَّيْخَ يَنْزُو فَيَقَعُ عَلٰى بَطْنِهِ وَيَنْزُو

فَيَقَعَ عَلَى بَطْنِهِ، ثُمَّ لَقَدْ أَتَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَنْزُو كَمَا يَنْزُو الْغُلَامُ ›› [بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث: ۲/ ٦٣٦، ٦٣٧، ح: ٦٠٨ـ اتحاف الخيرة المهرة: ٥/ ٤٨، ح: ٤٢١٦ـ أنساب الأشراف للبلاذري: ١٠/ ٣٧٢ـ المطالب العالية: ٦/ ٣٢٤، ح: ٢١٨١ـ السنن الكبرى للبيهقي: ٣/ ٢٦٩، ح: ٥٨٧٥]

”اے فلاں! دوات لاؤ اور لکھو! اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے عتبہ بن فرقد اور اس کے ہمراہ مومنوں اور مسلمانوں کی طرف۔ السلام علیکم، اما بعد! میں اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود (حقیقی) نہیں۔ اما بعد! اے عتبہ بن فرقد! یہ کمائی تیری ہے نہ تیرے باپ کی اور نہ ہی تیری ماں کی ہے۔ تین بار یہی جملہ دہرایا، پھر کہا، اما بعد! تو مسلمانوں اور مہاجرین کو اس چیز سے سیر کر جس چیز سے تو اپنے گھر میں سیر ہوتا ہے۔ یہ جملہ بھی تین بار دہرایا۔ نیز انھوں نے لکھا کہ تم پیدل چلو، چادریں پہنو، جوتے پہنو، تاک تاک کر نشانے لگاؤ اور موزے اور پاجامے رکھ دو اور تم بنا چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاؤ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریشم پہننے سے منع کر دیا۔ انھوں نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم سے منع کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت اور درمیان والی انگلی کو اکٹھا کیا کہ (بوقت ضرورت) دو انگلیوں کے برابر استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم میان (سواری پر پاؤں رکھنے کی جگہ) کاٹ دو اور جمپ لگا کر گھوڑے پر سوار ہوا کرو۔ ابو عثمان النہدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے عمر رسیدہ شخص کو دیکھا کہ وہ جمپ لگاتا اور گھوڑے کے پیٹ پر گرتا، پھر جمپ لگاتا اور گھوڑے کے پیٹ پر گرتا، پھر میں نے اس کے بعد دیکھا کہ وہ عمر رسیدہ شہسوار بھی نوعمر لڑکے کی طرح جمپ لگا کر گھوڑے پر سوار ہوتا۔“

فتح قیساریہ

امام اہل السنہ احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''۱۹ ہجری میں قیساریہ فتح ہوا، اس معرکے میں مسلمانوں کے امیر سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما تھے (یاد رہے کہ قیساریہ ملک شام کا آخری شہر تھا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا)۔'' [تاریخ دمشق: ۵۹/ ۱۱۶، وإسناده صحيح إلى أحمد ابن حنبل]

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''۱۹ ہجری میں قیساریہ فتح ہوا اور مسلمانوں کے امیر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔'' [تاریخ دمشق: ۵۹/ ۱۱۵، ۱۱۶، وإسناده صحيح إلى الليث بن سعد]

فتح جلولاء

ثقہ تابعی امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جنگ جلولاء ۱۹ ہجری میں واقع ہوئی اور یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ساتواں سال تھا (اور جلولاء کوفہ میں واقع ہے)۔'' [الأشراف في منازل الأشراف لابن أبي الدنيا: ١/ ١٥٥، ح: ١٠٨، وإسناده صحيح إلى قتادة۔ موسوعة ابن أبي الدنيا: ٨/ ٢٣٠، ح: ١٠٨]

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جلولاء ۱۹ ہجری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔'' [تاريخ دمشق: ٢٠/ ٣٥٢، وإسناده صحيح إلى الليث: ٤٤/ ٣٩١، ٣٩٢]

امام ولید بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''۱۹ ہجری میں جلولاء فتح ہوا اور اس جنگ میں مسلمانوں کے امیر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔'' [الاستيعاب لابن عبد البر: ١/ ٤٤٤، وإسناده صحيح إلى الوليد بن مسلم، ترجمة معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما]

حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتایا: ''جب ہم جلولاء میں تھے تو اس مسئلے پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور میرے درمیان اختلاف ہوا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ١٤، ح: ٣٣٧٧٤، وإسناده صحيح۔ تاريخ بغداد: ١/ ١٧١، ترجمة عبد الله بن عمر رضي الله عنهما]

معرکۂ جلولاء میں اسلامی لشکر کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت لگا، جیسا کہ اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ارقم (نگران بیت المال) کو دیکھا وہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: ''اے امیر المومنین! ہمارے

پاس فتح جلولاء کے زیورات اور سونے چاندی کے کچھ برتن پڑے ہیں، آپ جس دن فارغ ہوں انھیں دیکھ لیں اور ان اشیاء کے بارے میں ہمیں کوئی حکم ارشاد فرمائیں۔ تو انھوں نے کہا: ''جب تو مجھے فارغ پائے تو مجھے اطلاع کرنا۔'' پھر ایک دن عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو فارغ دیکھا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ''میرے خیال میں آج آپ فارغ ہیں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کھجوروں کے سائے میں چمڑے کی ایک چٹائی بچھاؤ۔'' چنانچہ چٹائی بچھا دی گئی اور مذکورہ مال لا کر اس چادر پر ڈال دیا گیا، پھر امیر المومنین اس مال کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور یوں دعا کرنے لگے:

''اے اللہ! تو نے اپنی کتاب میں اس مال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ﴾ [آل عمران: ۱۴]

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔''

اور (اے اللہ!) تو نے فرمایا:

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ﴾ [الحديد: ۲۳]

''تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے۔''

پھر فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ إِلَّا أَنْ نَّفْرَحَ بِمَا زَيَّنْتَ لَنَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ أَنْ نُنْفِقَهُ فِي حَقِّهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ »

''اے اللہ! جو تو نے ہمارے لیے مزین کر دیا ہے ہم اس پر اپنی خوشی چھپانے کی

طاقت نہیں رکھتے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہم یہ مال کما حقہ خرچ کریں اور میں اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے بیٹے کو اٹھا کر لایا گیا تو اس نے اپنے والد سے کہا: ''اے ابا جان! آپ مجھے ایک انگوٹھی ہبہ کر دیں۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اِذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ تَسْقِيكَ سَوِيقًا »

''چل! تو اپنی والدہ کے پاس جا، وہ تجھے ستو پلائے گی۔''

عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! آپ نے اسے کچھ بھی نہ دیا۔'' [كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل: ١/ ١١٣، ح: ٥٩٨، وإسناده حسن لذاته۔ كتاب الزهد لإمام أبي داؤد: ١/ ٧٥، ح : ٧١۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ١٤، ح: ٣٣٧٧١۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٢٤، ٣٢٥]

فتح مدائن

امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ سیدنا ثعلبہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
"سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ معرکۂ مدائن میں ۱۵ ہجری میں شہید ہوئے۔" [طبراني كبير: ٢/ ٨٨، ٨٩، ح : ١٣٩٦، وإسناده حسن لذاته إلى محمد بن مسلم بن عبد الله بن عبيد الله بن شهاب الزهري ، الحسن بن هارون بن سليمان، قال أبو الشيخ فيه "أحد الثقات......كان من المتورعين حسن الحديث" (الطبقات المحدثين بأصبهان : ٣/ ٣٠٨ ، ت : ٤٣٢) و محمد بن فليح صدوق حسن الحديث وثقه البخاري، والحاكم والبغوي وابن مندة و أبو عوانة والضياء المقدسي بتصحيح حديثه - بخاري: ٥٩- مستدرك: ٢/ ٣٥٧، ح: ٣٢٦٣- شرح السنة: ١٢/ ٣٢٤، ح: ٣٣٥٨ - كتاب التوحيد لابن مندة: ٢/ ١٣٣، ح: ٧٢١- مسند أبي عوانة : ٣/ ٧٧ ، ١٣٥، ح: ٢٠٠٥- المختارة: ٢/ ٥٥، ح: ١١٠٩]

امام زہری رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ معرکۂ مدائن ۱۵ ہجری میں برپا ہوا تھا۔
ثقہ محدث امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ سیدنا زید بن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ مدائن کے پل پر ۱۵ ہجری میں شہید ہوئے اور ان کے لشکر کے امیر سیدنا ابوعبید بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔ [معرفة الصحابة : ٢/ ١١٨٨ ، ت : ١٠٢٦]

فتح مدائن کے متعلق بشارت نبوی

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدائن کے فتح ہونے کی

بشارت دے دی تھی۔ چنانچہ ابو عبیدہ بن حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کرتا تھا، تو میں نے سوچا کہ آج کل عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کوفہ کے علاقے میں موجود ہیں، اگر میں ان کے پاس جاؤں اور یہ حدیث ان سے خود سنوں (تو اچھا ہے)۔ چنانچہ میں اس ارادے سے ان کے پاس آیا، تو میں نے ان سے کہا: ''میں آپ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کرتا تھا تو میں نے چاہا کہ میں خود وہ حدیث آپ سے سماعت کر لوں۔'' تو وہ کہنے لگے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، جہاں بھی ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی نفرت کی کہ اتنی میں نے کسی اور چیز سے کبھی نہیں کی۔ میں (سرزمین عرب سے) چل پڑا حتیٰ کہ روم کے قریب جزیرۃ العرب کے آخری کنارے پر آ گیا۔ وہاں میں نے سوچا کہ اگر میں اس آدمی کے پاس چلا جاؤں اور دیکھوں کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ مجھ سے مخفی نہیں رہے گا اور اگر وہ سچا ہے تو میں اس کی اتباع کر لوں گا۔ چنانچہ میں واپس لوٹ آیا، جب میں مدینہ پہنچا تو لوگ مجھے دیکھتے تو پکار اٹھتے کہ عدی بن حاتم آ گیا، عدی بن حاتم آ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''اے عدی بن حاتم! اسلام لے آؤ اور محفوظ ہو جاؤ۔'' عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: ''میں ایک دین کا پیروکار ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تجھ سے زیادہ تیرے دین کے متعلق جانتا ہوں۔'' دو یا تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ دہرائے، پھر فرمایا: ''کیا تو اپنی قوم کا سردار نہیں؟'' عدی کہتے ہیں، میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو مرباع (مال غنیمت کا چوتھائی حصہ جو سردارِ قوم زمانۂ جاہلیت میں فوج سے لیا کرتا تھا) نہیں کھاتا؟'' میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرے دین کے مطابق یہ تیرے لیے قطعاً حلال نہیں ہے۔'' عدی کہتے ہیں: ''یہ سن کر میں گھبرا گیا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عدی بن حاتم! اسلام لے آؤ اور محفوظ ہو جاؤ، بے شک میں گمان کرتا ہوں...... یا فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں، یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... کہ تجھے اسلام لانے

سے صرف ہماری وہ مخدوش حالت روکتی ہے جو تجھے میرے ارد گرد نظر آتی ہے۔ (یاد رکھو!) عنقریب ایک مسافر عورت بغیر کسی محافظ کے حیرہ سے بیت اللہ کا طواف کرنے جائے گی (اور صحیح سلامت لوٹے گی) اور ہمیں ضرور کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر فتح حاصل ہوگی اور اس وقت اتنی کثرت سے مال ہوگا کہ صدقہ کرنے والا آدمی پریشان ہوگا کہ اس سے اس کا صدقہ کون قبول کرے گا۔'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے حیرہ سے محافظ کے بغیر سفر کرنے والی عورت کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور میں شہ سواروں کے اس پہلے دستے میں شامل تھا جنھوں نے مدائن میں کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر ہلہ بولا تھا اور تیسری پیش گوئی یقیناً پوری ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتائی تھی۔'' [صحیح ابن حبان: ٦٦٧٩، وإسناده صحيح۔ مسند أحمد: ٤/ ٣٧٨، ح: ١٩٥٩٧۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٣٤٢، ٣٤٣، ح: ٣٦٥٩٥۔ دلائل النبوة للبيهقي: ٥/ ٣٤٢۔ سيرة ابن إسحاق: ٥/ ٢٦٨۔ زيادات العطاردي أبو عبيدة بن حذيفة ثقة صدوق، حسن الحديث وثقه العجلي وابن حبان والحاكم بتصحيح حديثه (٢/ ٥١٦، ح: ٣٩٠٦)]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مدائن کے متعلق ساتھیوں سے استفسار

فتح قادسیہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مدائن کے بارے میں مشورہ کیا تھا، چنانچہ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دونوں ہم راہیوں عمار اور جریر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: ''کیا تم مجھے اپنی ان دونوں منزلوں کے متعلق نہیں بتاؤ گے اور باوجود یہ کہ میں تم دونوں سے یہ پوچھتا ہوں اور مجھے تمھارے چہروں میں واضح نظر آ رہا ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی منزل بہتر ہے؟'' قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جریر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! میں آپ کو بتاتا ہوں، ان میں سے پہلی منزل جزيرة العرب میں مقام سواد پر نخلستان کے قریب ہے اور دوسری منزل سرزمین فارس ہے۔ اس کا بخار، اس کی گرمی اور اس کی جوئیں مشہور ہیں، یعنی مدائن۔''

جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ نے میری تکذیب کر دی، وہ کہنے لگے: ''تو جھوٹ کہتا ہے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو اس سے بھی بڑا جھوٹا ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے اس امیر کے متعلق نہیں بتاؤ گے کہ کیا وہ اس (فتح) کا اہل ہے اور کفایت کرے گا؟'' جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! نہ تو وہ اس کا اہل ہے اور نہ کفایت کرے گا اور نہ ہی اسے سیاست وحکومت کا کچھ پتا ہے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے معزول کر کے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ [مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٢٠٣، ٢٠٤، ح: ٣٠٦٧١، وإسناده صحيح]

مدائن کے اموال اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زہد

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جب مدائن کی فتح ہوئی تو لوگ دنیا کے اموال میں مشغول ہو گئے اور میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔'' سماک بن ولید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی گفتگو عموماً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوا کرتی تھی۔ [مسند البزار: ١/ ٣١١، ح: ١٩٩، وإسناده صحيح۔ عكرمة بن عمار ثقة صدوق إذا صرح بالسماع]

اہل مدائن کا جزیہ کی پیش کش قبول کرنا

ثقہ تابعی ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے حج کیا تو اپنا سر منڈوایا، جب وہ (حج کے بعد) واپس پلٹے تو فرمانے لگے: ''اے اہل مدائن! تم جزیہ دو اور جو جزیہ دینے سے انکار کرے گا ہم اس کا سر مونڈ (یعنی کاٹ) دیں گے۔'' [الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع لأبي بكر أحمد بن ثابت۔ الخطيب بغدادي، ص: ٥٧٧، ١٤٤٥، وإسناده صحيح]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدائن نے جزیہ دینے کی پیش کش قبول کر لی تھی۔ (واللہ اعلم)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا سونے چاندی کے برتن اور ریشم پہننے سے منع کرنا

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے مدائن کی فتح کے بعد وہاں ایک کسان سے پانی مانگا، اس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، تو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے اسے سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے کی ممانعت والی حدیث بیان کی، جیسا کہ ابوفروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عکیم سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ ہم مدائن میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا، تو ایک کسان چاندی کے برتن میں ان کے لیے پانی لایا تو انھوں نے پانی سمیت برتن پھینک دیا اور فرمانے لگے: ''میں تمھیں (اس کی وجہ) بتاتا ہوں کہ میں نے اسے منع کیا ہوا ہے کہ وہ اس برتن میں مجھے پانی نہ پلائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« لَا تَشْرَبُوا فِي إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَلْبَسُوا الدِّيبَاجَ وَالْحَرِيرَ، فَإِنَّهُ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهُوَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » [مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء...... الخ: ٢٠٦٧۔ مسند أحمد: ٥/ ٤٠٨، ح: ٢٣٤٦٤۔ مسند أبي عوانة: ٥/ ٢١٤، ٢٢٣، ح: ٨٤٤٩، ٨٤٨٤]

''تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پیو اور نہ ہی تم حریر و دیباج پہنو، چونکہ یہ کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور تمھارے لیے قیامت کے دن آخرت میں ہیں۔''

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی معرکۂ مدائن میں شرکت

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ معرکۂ مدائن میں شریک ہوئے اور پھر بعد میں وہیں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن سے ہمارے پاس شام میں پیدل تشریف لائے اور ان کا لباس ایک چادر اور ایک چھوٹا پاجامہ تھا۔ [الأدب المفرد للبخاري: ٣٤٦، وإسناده حسن لذاته۔ التواضع والخمول لابن أبي الدنيا: ١/ ١٨٨،

ح: ١٤٧ـ موسوعة ابن أبي الدنيا: ٣/ ٥٦٤، ٥٦٥، ح: ١٤٧، أبو غالب صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

فتح اسکندریہ (مصر)

شاہِ مصر کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ریاستوں کے بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط لکھے، ان میں سے ایک خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ مصر (اسکندریہ) کے نام بھی لکھا۔ شاہ اسکندریہ مقوقس مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ تحائف بھیجے۔ چنانچہ سیدنا بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''قبطی امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحفتاً دو لونڈیاں جو (سگی) بہنیں تھیں اور ایک خچر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اس خچر پر سواری کیا کرتے تھے اور لونڈیوں میں سے ایک لونڈی (سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے منتخب فرما لیا اور اس سے آپ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسری لونڈی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔ [مسند البزار: ۱۰/ ۳۰۴، ۳۰۵، ح: ۴۴۲۳۔ وإسناده حسن لذاته۔ بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث: ۱/ ۵۱۱، ح: ۴۵۲۔ طبراني أوسط: ۲/ ۳۶۳، ۳۶۴، ح: ۳۵۴۹۔ شرح مشكل الآثار: ۶/ ۴۰۱، ح: ۲۵۶۹۔ كشف الأستار: ۲/ ۳۹۳، ۳۹۴، ح: ۹۳۵، بشير بن المهاجر صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

مصر کی فتح کی پیش گوئی

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عہد فاروقی میں اسلامی فتوحات

« إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ، فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب وصية النبي ﷺ بأهل مصر: ٢٥٤٣۔ مسند أحمد: ٥/ ١٧٣، ١٧٤، ح: ٢١٨٥٣]

”بلاشبہ تم ایک ایسی جگہ (مصر) کو فتح کرو گے جہاں قیراط (ایک سکے کا نام) کا رواج ہے، تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا، کیونکہ ان کا حق ہے تم پر اور رشتہ داری بھی ہے (کیونکہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ مصری خاتون تھیں اور وہ عرب کی ماں ہیں) اور جب تم دیکھو کہ وہاں دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ پر لڑ رہے ہیں تو وہاں سے بھاگ جانا۔“

مصر کب فتح ہوا؟

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پوری ہوئی۔ چنانچہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سرزمین اسکندریہ کی پہلی فتح ۲۲ ہجری میں ہوئی اور دوسری ۲۵ ہجری میں ہوئی۔ تاریخ دمشق کے مطابق فتح اسکندریہ میں مسلمانوں کے امیرِ لشکر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ [فتوح مصر و أخبارها لابن عبد الحكم، ص: ٢٠٥، وإسناده صحيح إلى الليث بن سعد۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٣٩١، ٣٩٢، وإسناده صحيح]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بحیثیت سفیر شاہِ مصر کے دربار میں

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میری قیادت و امارت میں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ ہوا، جب ہم اسکندریہ پہنچے تو وہاں شاہان مصر میں سے کسی نے کہا: ”اپنے لشکر میں سے کوئی آدمی ہماری طرف روانہ کرو تاکہ ہم آپس میں بات چیت کر سکیں۔“ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: ”مذاکرات کے لیے میرے علاوہ کوئی آدمی نہ نکلے۔“

سو میں خود ہی مذاکرات کے لیے ان کی طرف نکلا۔ میرے ساتھ میرا ترجمان اور ان کے ساتھ ان کا ترجمان تھا۔ ہمارے لیے ایک منبر رکھا گیا، شاہ مصر نے کہا: ''تم کون لوگ ہو؟'' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا:

« إِنَّا نَحْنُ الْعَرَبُ، وَنَحْنُ أَهْلُ الشَّوْكِ وَالْقَرَظِ، وَنَحْنُ أَهْلُ بَيْتِ اللّٰهِ، كُنَّا أَضْيَقَ النَّاسِ أَرْضًا، وَأَشَدَّهُمْ عَيْشًا، نَأْكُلُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ، وَيُغِيرُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ بِأَشَدِّ عَيْشٍ عَاشَ بِهِ النَّاسُ، حَتّٰى خَرَجَ فِينَا رَجُلٌ لَيْسَ بِأَعْظَمِنَا يَوْمَئِذٍ شَرَفًا، وَلَا أَكْثَرِنَا مَالًا، وَقَالَ أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ، يَأْمُرُنَا بِمَا لَا نَعْرِفُ، وَيَنْهَانَا عَمَّا كُنَّا عَلَيْهِ، وَكَانَتْ عَلَيْهِ آبَاؤُنَا فَكَذَّبْنَاهُ وَرَدَدْنَا عَلَيْهِ مَقَالَتَهُ، حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْهِ قَوْمٌ مِنْ غَيْرِنَا، فَقَالُوا نَحْنُ نُصَدِّقُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَتَّبِعُكَ، وَنُقَاتِلُ مَنْ قَاتَلَكَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ، وَخَرَجْنَا إِلَيْهِ، فَقَاتَلْنَاهُ، فَقَتَلَنَا وَظَهَرَ عَلَيْنَا وَغَلَبَنَا وَتَنَاوَلَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰى ظَهَرَ عَلَيْهِمْ، فَلَوْ يَعْلَمُ مَنْ وَرَائِي مِنَ الْعَرَبِ مَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنَ الْعَيْشِ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا جَاءَكُمْ حَتّٰى يُشْرِكَكُمْ فِيمَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنَ الْعَيْشِ »

''ہم سرزمین عرب کے باشندے ہیں، ہم جنگجو اور تیر و تفنگ اور ڈھال والے لوگ ہیں، ہم بیت اللہ کے متولی ہیں۔ ہم سب لوگوں سے زیادہ تنگ دست اور برے حالات سے دو چار تھے، مردار اور خون تک کھاتے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے مال لوٹ لیا کرتے تھے اور یوں بہت برے حالات میں زندگی کے دن گزار رہے تھے کہ اس دوران ہم میں سے ایک شخص اس دعوے کے ساتھ نمودار ہوا کہ لوگو! میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس دعویٰ سے پہلے وہ نہ تو ہم میں بہت بڑا اور شرف والا تھا اور نہ ہی بہت مال دار تھا۔ وہ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ایسے

کاموں کا حکم دیتے تھے جنھیں ہم نہیں جانتے تھے اور ان کاموں سے ہمیں منع کرتے تھے جو ہم اور ہمارے آبا و اجداد کرتے تھے۔ سو ہم نے انھیں جھٹلایا اور ان کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس رسول کے پاس ہمارے علاوہ دوسری قوم کے لوگ آئے اور انھوں نے کہا، ہم آپ کی تصدیق کرتے، آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے ہیں اور جو آپ سے لڑے گا ہم اس سے لڑیں گے، تو وہ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ دیکھ کر ہم ان کے تعاقب میں نکلے، ہم نے ان سے جنگیں لڑیں اور انھوں نے ہم سے اور وہ ہم پر غالب آ گئے۔ پھر عرب کے آس پاس کے علاقے میں بھی انھوں نے جنگیں کیں اور ان (قبائل) پر بھی وہ غالب آ گئے۔ تو اے شاہ مصر! اگر میرے پیچھے باقی ماندہ اہل عرب یہ بات جان لیں کہ تم کس قدر عیش و عشرت، خوش حالی اور فراوانی والی زندگی گزار رہے ہو تو وہ سارے کے سارے تم پر اُمڈ آئیں اور تمھارے ساتھ تمھارے مالوں میں شریک ہو جائیں گے۔"

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا: "یقیناً تمھارے رسول نے تم سے جو کچھ کہا سچ و حق کہا، یقیناً ہمارے پاس ہمارے رسول بھی ایسی ہی تعلیمات لے کر آئے تھے جس طرح تمھارے پاس تمھارے رسول اعلیٰ تعلیمات لے کر آئے ہیں۔ سو ایک عرصہ تک ہم ان کی تعلیمات پر کاربند رہے، یہاں تک کہ پھر ہم میں بادشاہ ظاہر ہوئے (جن کی طبع شاہی پر وہ تعلیمات گراں گزریں) تو انھوں نے اپنی خواہشات پر عمل کیا اور انبیاء و رسل کی تعلیمات کو چھوڑ دیا۔ سو اہل عرب! (میری تمھیں یہ نصیحت ہے) اگر تم نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات و احکامات کو پکڑے رکھا تو پھر جو بھی قوم تم سے میدان سجائے گی تم ہی اس پر غالب آؤ گے اور اگر تم نے بھی وہی اندازِ زندگی اپنا لیا جو ہم نے اپنایا تھا اور تم نے بھی ہماری طرح اپنے رسول کی تعلیمات کو چھوڑ کر خواہشاتِ نفس کی پیروی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں تنہا چھوڑ دے گا، پھر تم نہ تو

ہم سے بلحاظ نفری زیادہ ہو اور نہ ہی بلحاظ قوت (یعنی اس وقت جب اللہ تعالیٰ کی مدد تم سے اٹھ جائے گی تو ہم تم پر غالب آ جائیں گے)۔'' انھی باتوں پر مذاکرات ختم ہوئے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے اس آدمی سے بڑھ کر تیز طرار آدمی سے کبھی بات چیت نہیں کی۔'' [صحيح ابن حبان: ٦٥٦٤، وإسناده حسن لذاته۔ مسند أبي يعلى: ١٣/ ٣٣٧، ٣٣٩، ح: ٧٣٥٣۔ تاريخ دمشق: ٤٦/ ١٥٩، ١٦٠، وعمرو بن علقمة بن وقاص ثقة صدوق، حسن الحديث وثقه الترمذي (٢٣١٩)، وابن حبان (٢٨٠، ٦٤٣٩) والحاكم والذهبي (١/ ٤٤، ح: ١٣٦) بتصحيح حديثه وذكره ابن حبان في الثقات (٥/ ١٧٤) وأخرج عنه مالك في الموطأ (٢/ ٦٠٩، ح: ٥) وهو ثقة عند الفسوي الفارسي، انظر المعرفة والتاريخ: ١/ ٣٤٩، ٤٢٥]

جنگ اسکندریہ کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی حالت کا تذکرہ

اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی خوش حالی، مال و دولت کی فراوانی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کی تنگ دستی و فاقہ کشی کا تذکرہ بھی کیا۔ چنانچہ ثقہ تابعی علی بن رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں اسکندریہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، تو وہاں موجود مجاہدین نے اپنی خوش حالی اور مال و دولت کی فراوانی کا تذکرہ کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے اس حالت میں وفات پائی کہ آپ کے گھر والوں نے کبھی غلیث (جو اور گندم کے مکس آٹے) کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔'' [مسند أحمد: ٤/ ١٩٧، ١٩٨، ح: ١٧٩٢٤، وإسناده صحيح۔ حديث أبي محمد عبد الله بن محمّد الفاكهي: ١/ ٢٠، ح: ١٩، وإسناده صحيح]

اسکندریہ میں جدید ترین ہتھیار منجنیق کا استعمال

معرکۂ اسکندریہ میں معاملہ صرف تیر و تلوار اور نیزہ و خنجر تک ہی محدود نہ رہا، بلکہ ان کے زبردست مضبوط قلعوں کو فتح کرنے کے لیے منجنیق تک کا استعمال کیا گیا۔ چنانچہ ثقہ تابعی علی بن رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب اسکندریہ والوں نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

کے لشکر کو آگے بڑھنے سے روکا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان پر منجنیق سے پتھر برسائے۔‘‘

[بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث: ٢/ ٦٨٤، ٦٨٥، ح: ٦٦٦، وإسناده صحيح]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فتح اسکندریہ کی اطلاع

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع دینے کے لیے معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مصر کی فتح کی خوش خبری سناؤ۔ چنانچہ معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مجھے فتح اسکندریہ کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، تو میں دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچا۔ میں نے اپنی اونٹنی مسجد کے دروازے کے پاس بٹھائی اور خود مسجد کے اندر داخل ہوگیا۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر سے خادمہ باہر آئی، اس نے مجھے پردیسی لباس میں تھکا ماندہ دیکھا تو میرے پاس آکر پوچھنے لگی: ’’تم کون ہو؟‘‘ میں نے بتایا: ’’میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قاصد معاویہ بن حدیج ہوں۔‘‘ وہ واپس گئی اور دوبارہ دوڑتی ہوئی آئی، میں اس کی پنڈلی یا دونوں پنڈلیوں پر اس کے تہ بند (لُنگے) کی سرسراہٹ سن رہا تھا۔ وہ میرے قریب آئی اور کہنے لگی: ’’آپ امیر المومنین کے پاس آئیں، وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔‘‘ تو میں اس کے پیچھے چل پڑا اور جب میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ سے اپنی اوپر والی چادر پکڑے ہوئے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے اپنا تہ بند سنبھالے ہوئے ہیں، انھوں نے پوچھا: ’’تمھارے پاس کیا خبر ہے؟‘‘ میں نے عرض کی: ’’اے امیر المومنین! اچھی خبر لایا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اسکندریہ کی فتح عطا فرمائی ہے۔‘‘ تو وہ میرے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مؤذن کو لوگوں میں ’’الصلوٰۃ جامعۃ‘‘ کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔ لوگ اکٹھے ہو گئے تو مجھے حکم دیا کہ اٹھو اور اپنے ساتھیوں کو فتح اسکندریہ کی خوش خبری سناؤ۔ میں اٹھا اور ان کو خوش خبری سنائی۔ پھر امیر المومنین نے (شکرانے کے دو) نفل ادا کیے اور گھر چلے گئے اور قبلہ رُخ ہو کر طویل دعا فرمائی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور خادمہ

سے پوچھا: ''کھانا ملے گا؟'' وہ روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل لائی۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''تم کھاؤ۔'' میں نے شرماتے ہوئے کچھ کھایا، تو انھوں نے پھر فرمایا: ''اور کھاؤ، کیونکہ مسافر کھانا پسند کرتا ہے، اگر مجھے کھانے کی طلب ہوتی تو میں ضرور تمھارے ساتھ کھاتا۔'' معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شرماتے ہوئے کچھ مزید کھایا۔ پھر امیر المومنین نے خادمہ سے پوچھا: ''کھجوریں ہیں؟'' تو وہ ایک بڑی تھالی میں کھجوریں لائی۔ امیر المومنین نے مجھے کہا: ''تم کھاؤ۔'' تو میں نے شرماتے ہوئے کھجوریں کھائیں، پھر فرمانے لگے: ''اے معاویہ! جب تم مسجد میں داخل ہوئے تو تمھارا کیا خیال تھا؟'' میں نے کہا: ''میرا خیال تھا کہ امیر المومنین (اس وقت) قیلولہ فرما رہے ہوں گے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

« بِئْسَ مَا قُلْتَ أَوْ بِئْسَ مَا ظَنَنْتَ، لَئِنْ نِمْتُ النَّهَارَ لَأُضَيِّعَنَّ الرَّعِيَّةَ، وَلَئِنْ نِمْتُ اللَّيْلَ لَأُضَيِّعَنَّ نَفْسِي، فَكَيْفَ بِالنَّوْمِ مَعَ هٰذَيْنِ يَا مُعَاوِيَةُ!؟ » [فتوح مصر و أخبارها لابن عبد الحكم، ص: ۱۰۵، و إسناده صحيح۔ كتاب الزهد لإمام أحمد ابن حنبل: ۱/ ۱۲۲، ح: ۶۴۰، وإسناده صحيح]

''تم نے برا کہا یا تم نے برا گمان کیا، اگر میں دن کو سو جاؤں تو رعایا کا نقصان کروں گا اور اگر میں رات کو سوؤں تو اپنا نقصان کروں گا۔ اے معاویہ! ان دو حالتوں میں میں کیسے سو سکتا ہوں؟''

اسکندریہ پر دوبارہ حملہ

سرزمین اسکندریہ (مصر) پر دوسری مرتبہ بھی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زیر امارت لشکر نے حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا تھا۔ چنانچہ ثقہ تابعی تمیم بن فرع رحمہ اللہ اپنے متعلق فرماتے ہیں: ''میں بھی اس لشکر میں موجود تھا جس نے سرزمین اسکندریہ کو دوسری مرتبہ فتح کیا تھا۔'' [شرح معاني الآثار: ۳/ ۱۲۰، ح: ۵۰۲۹۔ فتوح مصر و أخبارها لابن عبد الحكم، ص: ۲۰۵، وإسناده صحيح، و تميم بن فرع ثقة صدوق ذكره العجلي في الثقات وابن حبان]

باب 07
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت

- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت
- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت
- خلیفہ کے انتخاب کے لیے کمیٹی کا قیام
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات
- تاریخ وفات اور عمر مبارک
- صحابہ وتابعین کے تاثرات
- مرض الموت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر
- صحابہ کرام اور سلف صالحین کا خراجِ تحسین

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا:

« مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَايْمُ اللّٰهِ! إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَحَسِبْتُ إِنِّي كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ »

"(اے عمر!) آپ نے اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو (عمل و کردار کے اعتبار سے) مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو (اور میں یہ تمنا کروں) کہ میں بھی اس شخص کے اعمال جیسے اعمال کرتے ہوئے اللہ سے جا ملوں۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پہلے ہی یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور میرا یہ یقین اس بنا پر تھا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اکثر اوقات یہی جملے سنا کرتا تھا: "میں اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلے۔" [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب...... الخ: ٣٦٨٥]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت

فتنوں کے بارے میں سیدنا عمر اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہما کے مابین گفتگو

ابووائل شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ فرما رہے تھے کہ ایک دن ہم عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«أَيُّكُم يَحفَظُ قَولَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي الفِتنَةِ؟ قَالَ فِتنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالأَمرُ بِالمَعرُوفِ وَالنَّهيُ عَنِ المُنكَرِ، قَالَ لَيسَ عَن هٰذَا أَسأَلُكَ، وَلٰكِنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوجِ البَحرِ، فَقَالَ لَيسَ عَلَيكَ مِنهَا بَأسٌ يَا أَمِيرَ المُؤمِنِينَ! إِنَّ بَينَكَ وَبَينَهَا بَابًا مُغلَقًا، قَالَ عُمَرُ أَيُكسَرُ البَابُ أَم يُفتَحُ؟ قَالَ بَل يُكسَرُ، قَالَ عُمَرُ إِذًا لَّا يُغلَقَ أَبَدًا، قُلتُ أَجَل، قُلنَا لِحُذَيفَةَ أَكَانَ عُمَرُ يَعلَمُ البَابَ؟ قَالَ نَعَم، كَمَا يَعلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيلَةً، وَذٰلِكَ أَنِّي حَدَّثتُهُ حَدِيثًا لَيسَ بِالأَغَالِيطِ، فَهِبنَا أَن نَسأَلَهُ مَنِ البَابُ؟ فَأَمَرنَا مَسرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنِ البَابُ؟ قَالَ عُمَرُ» [بخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ٧٠٩٦۔ مسلم: ٤٤۔ ترمذي: ٢٢٥٨۔ مسند أحمد: ٥/ ٤٠١، ٤٠٢، ح: ٢٣٨٠٦]

”تم میں سے کون ہے جو فتنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو یاد رکھتا

ہے؟'' حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہر آدمی کے لیے اس کا اہل و عیال، اس کا مال اور اس کا پڑوسی باعث فتنہ (آزمائش) ہے، جس کا کفارہ نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر دیتا ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس کے بارے میں نہیں پوچھا، میں اس فتنے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارے گا۔'' میں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنے سے کوئی خطرہ نہیں، بلاشبہ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ موجود ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا اسے کھولا جائے گا؟'' میں نے عرض کی: ''وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔'' انھوں نے فرمایا: ''پھر تو وہ کبھی بند نہ ہو سکے گا۔'' میں نے کہا: ''جی ہاں! (وہ بند نہیں ہو سکے گا)۔'' ہم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا عمر رضی اللہ عنہ اس دروازے کے بارے میں جانتے تھے؟'' حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں! جس طرح وہ جانتے ہیں کہ کل سے پہلے رات آئے گی اور میں یہ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے انھیں ایسی حدیث سنائی تھی جو کوئی قصہ کہانی نہیں تھی۔'' بہرحال ہمیں ان سے یہ پوچھتے ہوئے ڈر محسوس ہوا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ چنانچہ ہم نے مسروق رحمہ اللہ کو آمادہ کیا کہ وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دروازے کے بارے میں پوچھے، تو مسروق رحمہ اللہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''وہ دروازہ کون ہے؟'' تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔''

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا کہ آپ ایک مضبوط دروازہ ہیں، آپ مسلمانوں کے درمیان فتنوں کے پھیلاؤ میں مضبوط رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور یہ دروازہ آخر کار توڑ دیا جائے گا اور قیامت تک اس دروازے کے بند نہ ہونے کا یہی مطلب تھا کہ اس کے بعد مسلمانوں کے درمیان ہر طرف فتنے پھیل جائیں گے اور وہ ان فتنوں کو مکمل طور پر ختم کرنے سے عاجز ہوں گے۔

شہادت کا یقین

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پورا یقین تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت سے سرفراز ہوں گے، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے تو سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پہاڑ لرزنے لگا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ پر اپنا پاؤں مبارک مار کر فرمایا:

« اُثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَ صِدِّيقٌ وَ شَهِيدَانِ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : "لو كنت متخذا خليلاً": ٣٦٧٥]

''اے احد! ٹھہر جا، تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعَلِيٌّ، وَعُثْمَانُ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَئِي فَمَا عَلَيْكِ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ » [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل: ١/ ٤١٣، ح: ٦٤١، وإسناده صحيح]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء کے مقام پر تھے اور آپ کے ساتھ سیدنا ابوبکر، عمر، علی، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے تو اچانک (جس پر آپ تھے وہ) چٹان ہلنے لگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھہر جا! تیرے اوپر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تمنا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے

یہ دعا کی:

«اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِيْ شَھَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» [بخاري، كتاب فضائل المدينة، باب: ١٨٩٠]

''اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرما۔''

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے اپنے باپ (عمر رضی اللہ عنہ) کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا:

«اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِيْ قَتْلًا فِيْ سَبِيْلِكَ وَ وَفَاةً فِيْ بَلَدِ نَبِيِّكَ»

''اے اللہ! تو اپنی راہ میں مجھے شہادت عطا فرما اور تو مجھے اپنے نبی کے شہر میں فوت کر۔''

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی: ''یہ کیسے ممکن ہے؟'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

«إِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِأَمْرِهِ أَنّٰى شَاءَ» [الطبقات الكبرى لابن سعد: ٣/ ٢٥٢، وإسناده حسن لذاته۔ حلية الأولياء: ١/ ٩٠، ح: ١٤٧]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو جہاں سے بھی چاہے لے آتا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا خواب:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے خواب دیکھا کہ میں بہت سے راستے دیکھ رہا ہوں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب راستے ختم ہو گئے اور صرف ایک راستہ باقی رہ گیا، میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر پہنچ گیا۔ اچانک میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور ان کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بلا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: " إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" اللہ کی قسم! امیر المومنین

عمر (رضی اللہ عنہ) تو فوت ہو گئے ہیں، پھر میں نے کہا: ''آپ عمر (رضی اللہ عنہ) کو لکھ کر پیغام کیوں نہیں بھیج دیتے؟'' انھوں نے کہا:

((مَا كُنْتُ أَنْعَى إِلَى عُمَرَ نَفْسَهُ)) [الطبقات الكبرى لابن سعد: ٣/ ٢٥٣، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ١٨٣، ح: ٣٠٥١٢، وإسناده صحيح]

''میں انھیں ان کی موت کی خبر نہیں دے سکتا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی شہادت سے متعلق خواب دیکھنا

جویریہ بن قدامہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اس سال میں نے حج کیا، پھر میں مدینہ آیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا أَحْمَرَ نَقَرَنِي نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ))

''میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے مجھے ایک یا دو ٹھونگے مارے۔''

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ ہوا کہ ان پر حملہ ہو گیا۔ پھر جب انھوں نے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی تو سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کے پاس گئے۔ پھر اہل مدینہ، پھر اہل شام اور پھر اہل عراق گئے۔ تو جو لوگ ان کے پاس گئے میں بھی ان میں شامل تھا۔ جب بھی کسی قوم والے ان کے پاس جاتے تو ان کی تعریف کرتے اور پھر رو پڑتے۔ پھر جب ہم ان کے پاس گئے تو ان کے پیٹ کو سیاہ عمامے سے باندھا ہوا تھا اور خون بہ رہا تھا۔ ہم نے عرض کی: ''آپ ہمیں وصیت فرمائیں۔'' ہمارے علاوہ کسی نے بھی ان سے وصیت کرنے کا نہیں کہا تھا۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا مَا اتَّبَعْتُمُوهُ))

''میں تمھیں اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے کی وصیت کرتا ہوں، تم ہرگز گمراہ

نہ ہو گے جب تک تم اس کی پیروی کرو گے۔"

ہم نے عرض کی: "مزید وصیت کیجیے۔" تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أُوصِيكُم بِالْمُهَاجِرِينَ، فَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ، وَأُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ، فَإِنَّهُمْ شَعْبُ الْإِسْلَامِ الَّذِي لَجَأَ إِلَيْهِ، وَأُوصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ فَإِنَّهُمْ أَصْلُكُمْ وَمَادَّتُكُمْ، وَأُوصِيكُمْ بِأَهْلِ ذِمَّتِكُمْ، فَإِنَّهُمْ عَهْدُ نَبِيِّكُمْ وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ، قُومُوا عَنِّي »

"میں تمھیں مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ دیگر لوگ مستقبل میں زیادہ ہو جائیں گے اور وہ (مہاجرین) کم ہوتے جائیں گے اور میں تمھیں انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ اسلام کی وہ گھاٹی ہیں جس کی طرف اسلام نے پناہ پکڑی تھی اور میں تمھیں اعراب (بدوؤں) کے متعلق وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمھاری اصل اور بنیاد ہیں اور میں تمھیں تمھارے اہل ذمہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے ذریعے سے (تمھارے پاس) ہیں اور تمھارے کنبے کے رزق کا ذریعہ ہیں۔ اب تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔"

جویریہ بن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ انھوں نے ہم سے کوئی بات نہ کی۔ محمد بن جعفر (ایک راوی) کے بقول شعبہ نے کہا کہ اس کے بعد میں نے اپنے استاذ سے پوچھا تو انھوں نے اعراب (بدوؤں) کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ سنائے:

« وَأُوصِيكُمْ بِالْأَعْرَابِ فَإِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَعَدُوُّ عَدُوِّكُمْ » [مسند أحمد: ۱/ ۵۱، ح: ۳۶۴، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۴۳۸، ح: ۳۷۰۵۲۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ۱/ ۳۱۶، ح: ۴۳۶۔ تاريخ المدينة المنورة: ۳/ ۹۳۶، ۹۳۷]

''میں تمھیں اعراب (بدوؤں) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمھارے بھائی اور تمھارے دشمنوں کے دشمن ہیں۔''

خلیفہ کے انتخاب کے لیے کمیٹی کا اعلان

معدان بن ابوطلحہ یعمری بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا، اس میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، پھر فرمایا:

« إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي ثَلَاثَ نَقَرَاتٍ وَإِنِّي لَا أُرَاهُ إِلَّا حُضُورَ أَجَلِي وَإِنَّ أَقْوَامًا يَأْمُرُونَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ لِيُضَيِّعَ دِينَهُ وَلَا خِلَافَتَهُ، وَلَا الَّذِي بَعَثَ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ عَجِلَ بِي أَمْرٌ فَالْخِلَافَةُ شُورَى بَيْنَ هٰؤُلَاءِ السِّتَّةِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ وَإِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَقْوَامًا يَطْعَنُونَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ، أَنَا ضَرَبْتُهُمْ بِيَدِي هٰذِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَأُولَئِكَ أَعْدَاءُ اللّٰهِ الْكَفَرَةُ الضُّلَّالُ، ثُمَّ إِنِّي لَا أَدَعُ بَعْدِي شَيْئًا أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلَالَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلَالَةِ وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَيْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ حَتَّى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي، فَقَالَ يَا عُمَرُ! أَلَا تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَيَقْسِمُوا فِيهِمْ فَيْئَهُمْ وَيَرْفَعُوا إِلَيَّ مَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَمْرِهِمْ، ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ! تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا » [مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوما..... الخ: ٥٦٧۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ٣/ ٤٣٠۔ الطبقات لابن سعد: ٣/ ٣٥٥، ٣٥٦، وإسناده صحيح۔ تاريخ المدينة المنورة: ٣/ ٨٨٩، ٨٩٥۔ مسند أحمد: ١/ ١٥، ح: ٨٩]

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگے مارے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے اور بعض لوگ مجھ سے اصرار کر رہے ہیں کہ میں اپنا جانشین مقرر کر لوں، حالانکہ اللہ عزوجل اپنے دین کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا اور نہ اپنی خلافت کو اور نہ اس چیز کو جو رسول اللہ ﷺ کو دے کر بھیجا تھا۔ اگر میری موت جلد آ جائے تو مشورہ کرنے پر خلافت ان چھ آدمیوں کے درمیان رہے گی جن پر رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے اور مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ میرے اس کام میں طعن کرتے ہیں جو میں نے اپنے اس ہاتھ سے انھیں سزا دی ہے۔ پھر اگر انھوں نے ایسا ہی کیا (یعنی اس طعن کرنے کو درست سمجھا) تو وہ گمراہ و کافر لوگ اللہ کے دشمن ہیں۔ میں اپنے بعد کسی چیز کو اتنا اہم (مشکل) نہیں چھوڑتا جتنا کہ ''کلالہ'' (ایسی میت جس کی نہ اولاد ہو اور نہ باپ) کو اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے جتنا اس مسئلے کے متعلق استفسار کیا ہے کسی اور مسئلے کے متعلق نہیں کیا اور جب سے میں نے آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے آپ نے مجھ پر کسی اور مسئلے میں

اتنی سختی نہیں کی جتنی اس مسئلے میں کی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی میرے سینے میں ٹھونس کر فرمایا: ''اے عمر! کیا تجھے وہ آیت کافی نہیں جو گرمیوں کے موسم میں نازل ہوئی، جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے۔'' اور اگر میں زندہ رہا تو اس مسئلے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ قرآن پڑھنے والا اور قرآن نہ پڑھنے والا اس کے مطابق فیصلہ کرے گا۔'' پھر انھوں نے کہا: ''اے اللہ! بے شک میں تجھے مختلف علاقوں کے امراء پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تو انھیں اس لیے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کا دین اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیں اور ان کے محصولات انھی پر تقسیم کریں اور ان کا جو معاملہ ان پر مشکل ہو وہ میرے پاس بھیجیں۔ اے لوگو! تم یہ دو خبیث پودے کھاتے ہو پیاز اور لہسن، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب مسجد میں کسی آدمی سے ان کی بو محسوس کرتے تو اسے مسجد سے باہر بقیع کی طرف بھیجنے کا حکم دیتے۔ اب اسے کوئی کھانا چاہے تو خوب پکالے، تاکہ ان کی بو زائل ہو جائے۔''

اس سال کے بعد عمر اس پہاڑ پر ہرگز کھڑا نہ ہوگا

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا جو ان کی زندگی کا آخری حج تھا۔ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جبل عرفہ پر کھڑے تھے کہ ازد شنوءہ کی شاخ بنولہب کا ایک آدمی بآواز بلند بولا: ''اے خلیفہ!'' لوگوں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا: ''تجھے کیا مسئلہ ہے، اللہ تیری زبان کاٹ ڈالے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اللہ تیرا تالو کاٹ دے۔'' اس شخص نے کہا: ''اللہ کی قسم! اس سال کے بعد عمر اس پہاڑ پر ہرگز کھڑا نہ ہوگا۔''

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس لہبی شخص کے متعلق شدید غصہ پیدا

ہوا، تو میں نے اسے ملامت کی۔ جب صبح ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جمرہ کو کنکریاں مارنے لگے، تو اس دوران پیچھے سے کسی نے ایک کنکری پھینکی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر آ لگی، جس سے آپ رضی اللہ عنہ کا سر پھٹ گیا، تو ایک آدمی نے کہا: ''رب کعبہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس سال کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کبھی اس مقام پر کھڑے نہیں ہوں گے۔'' سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں فوراً اس آدمی کی طرف پلٹا تو میں نے دیکھا کہ وہ وہی بنولہب کا آدمی تھا جس نے عرفہ کے مقام پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ بات کہی تھی۔ [تاريخ دمشق : ٤٤/٣٩٦، ٣٩٧، وإسناده صحيح]

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قبل حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت سے کچھ روز پہلے ۲۳ ذی الحجہ کو ہفتہ کے دن حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دریائے دجلہ سے سیراب ہونے والے اور سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات سے سیراب ہونے والے علاقے کے خراج کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

« كَيْفَ فَعَلْتُمَا؟ أَتَخَافَانِ أَنْ تَكُونَ قَدْ حَمَّلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ؟ »

''تم نے (خراج لاگو کرنے کے لیے) کیا اصول اپنائے؟ کیا تمھیں یہ اندیشہ تو نہیں کہ تم نے (عراق کی) اراضی کا اتنا محصول لگا دیا ہے جس کی گنجائش نہ ہو؟''

انھوں نے عرض کی: ''ہم نے ان پر اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جسے ادا کرنے کی اس زمین میں طاقت ہے، اس سلسلے میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دیکھو! پھر سوچ لو کہ تم نے اتنا ٹیکس تو نہیں لگایا جو زمین کی طاقت سے باہر ہو۔'' انھوں نے کہا: ''نہیں!'' تو اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلٰى

رَجُلٍ بَعْدِيْ أَبَدًا، قَالَ فَمَا أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى أُصِيْبَ» [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة ...... الخ: ٣٧٠٠۔ صحيح ابن حبان: ٦٩١٧۔ السنن الكبرى للبيهقي: ١٢/٧١، ٧٢، ح: ١٦٤٤٥۔ شرح السنة للبغوي: ٦/ ٦٤، ح: ٢٤٩٠۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٤٣٥، ٤٣٧، ح: ٣٧٠٤٨]

"اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تو میں اہل عراق کی بیواؤں کے لیے ایسا مستقل نظام قائم کر دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی بھی محتاج نہیں رہیں گی۔" عمرو بن میمون کہتے ہیں: "لیکن اس بات کو ابھی چار دن ہی ہوئے تھے کہ ان پر قاتلانہ حملہ ہو گیا۔"

مدینہ میں غیر مسلموں کو نہ رکھنے کا حکم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مفتوحہ علاقوں سے قید ہو کر آنے والے افراد کو مدینے میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ عراق کے مجوسیوں، شام اور مصر کے نصرانیوں کو اسلامی دارالخلافہ میں رکھنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ مدینے میں ان کے لیے صرف ایک ہی صورت میں رہائش ممکن ہو سکتی تھی کہ وہ سچے دل سے مسلمان ہو جائیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان کی انتہائی دانائی اور دور اندیشی کا واضح ثبوت تھا، کیونکہ ان شکست خوردہ افراد کے دلوں میں اسلام کے خلاف کینہ و بغض بھرا ہوتا تھا۔ یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر دم سازشوں اور مکر وفریب کا جال بنتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ان کے ممکنہ شر سے بچانے کے لیے یہ اصول وضع فرمایا، لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس کئی مجوسی اور نصرانی قیدی بطور غلام رہ رہے تھے، وہ ان غلاموں کو مدینے میں رکھنے کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اصرار کرتے رہتے تھے، تاکہ وہ اپنے روز مرّہ امور میں ان سے کام لے سکیں۔ اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ غلاموں کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے

رکھی تھی، حالانکہ وہ خود اس کے حامی نہ تھے۔ آخر کار وہی ہوا جس کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ڈر تھا۔

[دیکھیے طبراني أوسط: ۱/ ۱۷۴ تا ۱۷٦، ح: ۵۷۹۔ ترجمة أحمد ابن القاسم بن مساور الجوهري، وإسناده حسن لذاته۔ مبارك بن فضالة ثقة صدوق في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور وهو بريء من التدليس التسوية]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے میں نماز فجر کے لیے صف میں موجود تھا۔ میرے اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے: ''برابر ہو جاؤ۔'' جب وہ دیکھتے کہ صفوں میں کوئی خلا نہیں رہا تو آگے بڑھتے اور تکبیر تحریمہ کہتے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اتنی ہی طویل کوئی اور سورت پڑھتے تھے، تاکہ لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اس دن بھی ابھی آپ نے تکبیر تحریمہ ہی کہی تھی کہ میں نے ان کی آواز سنی، آپ نے فرمایا کہ مجھے کتے نے مار ڈالا ہے، یا فرمایا کہ مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ دراصل ایک مجوسی غلام (دو دھاری خنجر) سے آپ پر حملہ آور ہوا، پھر وہ اپنا دو دھاری خنجر لے کر دائیں بائیں وار کرتا ہوا آگے بڑھا، یہاں تک کہ اس نے تیرہ افراد کو زخمی کر دیا، جن میں سے سات افراد شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے جب یہ سانحہ دیکھا تو فوراً اس پر اپنا لمبا کوٹ ڈال دیا (اور اسے جکڑ لیا)۔ جب اس مجوسی (ابولؤلؤ) کو یقین ہو گیا کہ اب وہ قابو میں آ چکا ہے تو اس نے اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ ادھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے امامت کے لیے مصلے پر کھڑا کر دیا۔ جو لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے انھوں نے بھی وہ سب کچھ دیکھا جو میں نے دیکھا، لیکن مسجد کے اطراف میں موجود نمازی اس سانحے

سے بے خبر تھے، سوائے اس کے کہ جب انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی (قراءت کی) آواز نہ سنی تو ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' کہنے لگے۔ تاہم عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انھیں مختصر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِي)) ''اے ابن عباس! دیکھو! مجھ پر کس نے حملہ کیا ہے؟'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تھوڑی دیر گھوم پھر کر دیکھا اور واپس آ کر عرض کی: ''مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے (آپ پر حملہ کیا ہے)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((اَلصَّنَعُ)) ''جو لوہار ہے؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: ''جی ہاں!'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((قَاتَلَهُ اللّٰهُ، لَقَدْ أَمَرْتُ بِهِ مَعْرُوفًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ مِيتَتِي بِيَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ، قَدْ كُنْتَ أَنْتَ وَأَبُوكَ تُحِبَّانِ أَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوجُ بِالْمَدِينَةِ))

''اللہ اسے برباد کرے، میں نے تو اس کے لیے بھلائی کا حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی ایسے آدمی کے ہاتھوں مقدر نہیں کی جو اسلام کا مدعی ہو۔ (اے ابن عباس!) تم اور تمھارے باپ (عباس رضی اللہ عنہ) ہی اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں عجمی غلام زیادہ ہوں۔''

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بہت سے غلام تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: ''اگر آپ حکم دیں تو ہم ان سب غلاموں کو قتل کر دیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوا بِلِسَانِكُمْ وَ صَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَ حَجُّوا حَجَّكُمْ؟)) ''تم نے غلط بات کہی ہے، ان لوگوں نے جب تمھاری زبان میں بات کی (یعنی جب انھوں نے عربی بولنا شروع کر دی) تمھارے قبلے کی طرف نماز ادا کر لی اور تمھاری طرح حج بھی کر لیا (تو پھر تم انھیں کس طرح قتل کر سکتے ہو)؟'' بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر منتقل کر دیا گیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ آئے، (یہ اتنا الم ناک دن تھا کہ) ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لوگوں

پر اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں۔ پھر نبیذ لائی گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ پی لی، لیکن ساری نبیذ پیٹ کے زخموں سے باہر نکل آئی۔ پھر دودھ لایا گیا، وہ بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پی لیا، لیکن وہ بھی پیٹ کے زخموں کے راستے نکل گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت یقینی ہے۔ پھر ہم آپ کے پاس آئے، دوسرے لوگ بھی آ رہے تھے، ہر آنے والا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا۔ اس دوران میں ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! آپ کو اللہ کی طرف سے خوش خبری ہو کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل رہی اور آپ نے ابتدائی دور میں اسلام لانے کا شرف حاصل کیا، جو آپ کو معلوم ہے، پھر آپ خلیفہ بنائے گئے اور آپ نے پورے انصاف کے ساتھ حکومت کی، پھر آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تو اس بات پر بھی خوش ہوں کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے میرا معاملہ برابری پر ختم ہو جائے، نہ مجھے ان کا ثواب ہو اور نہ مجھے ان کی پاداش میں کوئی سزا ہو۔'' پھر جب وہ نوجوان واپس ہوا تو اس کا تہ بند زمین پر گھسٹ رہا تھا، آپ نے فرمایا: ''اس نوجوان کو واپس بلاؤ۔'' جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: ''میرے بھتیجے! اپنا تہ بند اوپر اٹھاؤ، اس سے کپڑا صاف رہے گا اور یہ عمل اللہ کے ہاں تقویٰ کا باعث بھی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اے عبداللہ بن عمر! دیکھو، میرے ذمے کتنا قرض ہے؟'' حساب لگایا گیا تو کل قرضہ تقریباً چھیاسی ہزار (درہم) تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«إِنْ وَفَى لَهُ مَالُ آلِ عُمَرَ فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ ابْنِ كَعْبٍ، فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ، وَلَا تَعْدُهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ، فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ»

''اگر یہ قرض عمر کے خاندان کے مال سے ادا ہو جائے تو بہتر، ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے سوال کرنا، اگر پھر بھی ادا نہ ہو سکے تو قریش سے سوال کرنا، ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ جانا۔ تم میری طرف سے یہ قرض لازمی ادا کر دینا۔''

اور فرمایا: ''اب ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جاؤ اور انھیں کہنا کہ عمر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے، امیر المومنین نہ کہنا، کیونکہ میں آج مومنوں کا امیر نہیں ہوں۔ ان سے عرض کرنا کہ عمر بن خطاب اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ (حجرے میں) دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر) سلام کیا اور اجازت لے کر اندر داخل ہوگئے، دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی رو رہی ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی:

« يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ، وَ يَسْتَأْذِنُ أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ »

''عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور انھوں نے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ (آپ کے حجرے میں) دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں نے یہ جگہ اپنے لیے خاص کر رکھی تھی، مگر آج میں انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔'' جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس پہنچے اور لوگوں نے بتایا کہ وہ واپس آ گئے ہیں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اٹھا کر بٹھاؤ۔'' تو ایک آدمی نے انھیں سہارا دیا اور ان کا سر اونچا کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا خبر لائے ہو؟'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! وہی جو آپ چاہتے تھے، انھوں نے اجازت دے دی ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ فَإِذَا أَنَا قَضَيْتُ فَاحْمِلُوْنِي ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَأَدْخِلُوْنِي وَإِنْ رَدَّتْنِي رُدُّوْنِي إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ »

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، میرے لیے سب سے اہم معاملہ یہی تھا۔ دیکھو! جب میں فوت ہو جاؤں اور تم مجھے اٹھا کر لے جاؤ تو ایک دفعہ پھر ان سے عرض کرنا کہ

عمر بن خطاب یہاں دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اگر اجازت مل جائے تو مجھے وہاں دفن کرنا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔''

راوی بیان کرتا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو ہم آپ کی میت کو لے کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف آئے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کے بعد عرض کی کہ عمر بن خطاب نے اجازت چاہی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''انھیں اندر لے آؤ۔'' پھر امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ان کے دونوں ساتھیوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان: ۳۷۰۰۔ صحيح ابن حبان: ۶۹۱۷۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۴۳۵۔ ۴۳۷، ح: ۳۷۰۴۸۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۲/ ۷۱، ۷۲، ح: ۱۶۴۴۵۔ شرح السنة للبغوي: ۶/ ۶۴، ح: ۲۴۹۰]

عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو میں نے ان کی زبان سے تلاوت سنی، آپ رضی اللہ عنہ پڑھ رہے تھے:

﴿وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ [الأحزاب: ۳۸]

''اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق ہے، جو طے کیا ہوا ہے۔''

[تاريخ المدينة المنورة: ۳/ ۹۰۰۔ الطبقات الكبرى لابن سعد: ۳/ ۲۶۵، وإسناده صحيح]

خلیفہ کے انتخاب کے لیے کمیٹی کا قیام

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں امت مسلمہ کا شیرازہ متحد رکھنے اور اس کا مستقبل محفوظ کرنے کی بھرپور کوشش کی، یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں شدید زخمی حالت میں بھی انھیں امت کی یک جہتی کی فکر تھی۔ بلاشبہ زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کا طریقہ کار واضح کر کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عظیم سیاسی بصیرت کا اظہار فرمایا۔ عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوْا لَهُ وَأَطِيْعُوْا، فَسَمّٰى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ »

[بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ و أبي بكر و عمر رضي الله عنهما: ١٣٩٢]

''میں (اپنے بعد) خلافت کا حق دار ان چند لوگوں سے بڑھ کر کسی کو خیال نہیں کرتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے۔ پھر میرے بعد جس شخص کو یہ لوگ خلیفہ بنائیں وہی خلیفہ ہو گا۔ تم اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر،

سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔"

خلیفہ کے انتخاب تک نماز کی امامت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے سپرد

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ کی انتخابی کمیٹی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

« فَإِنْ حَدَثَ بِي حَدَثٌ فَلْيُصَلِّ لَكُمْ صُهَيْبٌ ثَلَاثَ لَيَالٍ، ثُمَّ أَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ فَمَنْ تَأَمَّرَ مِنْكُمْ عَلَى غَيْرِ مَشْوَرَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ » [الطبقات الكبرى لابن سعد: ٣/ ٢٦١، ٢٦٢، وإسناده صحيح۔ أنساب الأشراف للبلاذري: ٣/ ٤٣٤]

"اگر میری موت واقع ہو جائے تو تین راتوں تک تمھیں صہیب رومی (رضی اللہ عنہ) نماز پڑھائیں گے، پھر تم اسی دوران اپنے خلیفہ کا انتخاب کر لینا۔ تم میں سے جو کوئی مسلمانوں (کی کمیٹی) کے مشورے کے بغیر امارت کا اعلان کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر حملے کے بعد ان کے پاس گیا، میں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! آپ کو جنت کی مبارک ہو، جب لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا تو آپ نے اسلام کا راستہ اختیار کیا اور جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف کی کوشش کی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ سے راضی تھے اور آپ کی خلافت کے معاملے میں دو افراد نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اب اللہ تعالیٰ آپ کو شہادت کی موت عطا فرما رہا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سنی تو کہا: ''اپنی بات پھر کہو۔'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ساری بات دہرائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! لَوْ أَنَّ مَا عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ بَيْضَاءَ وَصَفْرَاءَ، لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ هَوْلِ الْمَطْلَعِ » [مستدرك حاكم: ٣/ ٩٢، ح: ٤٥١٥، وإسناده حسن لذاته۔ صحيح ابن حبان: ٦٨٩١۔ غسان بن ربيع صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

''اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اگر میرے پاس ساری دنیا کا سونا چاندی بھی ہو تو میں قیامت کی ہولناکی سے بچنے کے لیے اسے بھی فدیے میں دے دوں۔''

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیے گئے تو انھوں نے سخت بے چینی

کا اظہار کیا، اس موقع پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ اس قدر گھبرا کیوں رہے ہیں؟ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا پورا حق ادا کیا، پھر آپ جب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) جدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر خوش تھے۔ پھر آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور ان کی رفاقت کا بھی آپ نے پورا حق ادا کیا، پھر آپ جب (ان سے) جدا ہوئے تو وہ بھی آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ نے دیگر مسلمانوں کی صحبت اختیار کی تو ان کی صحبت کا بھی آپ نے پورا پورا حق ادا کیا، اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ سب آپ پر راضی ہوں گے۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ، فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى، مَنَّ بِهِ عَلَيَّ، وَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَ رِضَاهُ فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ، مَنَّ بِهِ عَلَيَّ، وَأَمَّا مَا تَرَى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ وَ مِنْ أَجْلِ أَصْحَابِكَ، وَاللّٰهِ! لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه: ٣٦٩٢]

''(اے عبد اللہ بن عباس!) تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور میری بابت ان کی رضا مندی کا تذکرہ کیا ہے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خصوصی احسان تھا جو اس نے مجھ پر کیا اور اسی طرح جو تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اور میری بابت ان کی رضا مندی کا تذکرہ کیا ہے، تو بلاشبہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خصوصی احسان تھا اور اب جو تم میری پریشانی دیکھ رہے ہو تو یہ تمھارے اور تمھارے اصحاب کی (فکر کی) وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا بھی ہو تو میں

اس سونے کو اللہ کا عذاب دیکھنے سے پہلے اس سے بچنے کے لیے فدیے میں دے دوں۔"

اللہ نے معاف نہ فرمایا تو میرے لیے اور میری ماں کے لیے ہلاکت

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سب سے آخر میں میں ان سے ملا تھا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو ان کا سر ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کی گود میں تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: "میرا چہرہ (سر) زمین پر رکھ دو۔" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: "کیا میری ران اور زمین ایک ہی نہیں ہیں؟" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری یا تیسری مرتبہ پھر کہا: "تمھاری ماں نہ رہے! میرا چہرہ زمین پر رکھ دو۔" پھر اپنے دونوں پاؤں آپس میں جوڑ لیے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

« وَيْلِي وَوَيْلُ أُمِّي إِنْ لَّمْ يَغْفِرِ اللّٰهُ لِي حَتّٰى فَاضَتْ نَفْسُهُ » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٧٤، ٢٧٥، وإسناده صحيح۔ كتاب الزهد لإمام عبد الله بن المبارك، ص: ١٠٥، ح: ٢٣٦]

"اگر اللہ رب العزت نے مجھے معاف نہ فرمایا تو یہ میرے لیے اور میری ماں کے لیے ہلاکت ہے۔" انھوں نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔"

تاریخ وفات اور عمر مبارک

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ۲۳ ہجری میں ۲۵ یا ۲۶ ذی الحجہ کو شہید (یعنی زخمی) کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن پر محیط ہے۔[تاریخ دمشق: ٤٤/ ٤٦٥، وإسناده صحيح إلى الليث بن سعد]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا ذکر کیا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی عمر بھی تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی عمر بھی تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔''[مسلم، كتاب الفضائل، باب كم أقام النبي ﷺ بمكة والمدينة: ٢٣٥٢]

غسل اور نماز جنازہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دے کر کفن دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی ادا کی گئی، جبکہ وہ شہید تھے۔''[الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٧٩، ح: ٤١٥٣ وإسناده صحيح]

ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور آپ کے جسم مبارک کو خوشبو لگائی گئی۔''[الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٧٩، ح: ٤١٥٤، وإسناده صحيح]

نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [تاريخ أبي زرعة الدمشقي، ص: ٣٨، ح: ٨٢، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٤٤٩]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ مسجد (نبوی) میں پڑھایا گیا۔'' [تاريخ أبي زرعة الدمشقي، ص: ٣٩، ح: ٨٣، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٤٤/ ٤٥١]

تدفین

عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو ہم آپ کی میت لے کر (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے پر) گئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو) سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) دفن ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں، تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''انھیں اندر لے آؤ۔'' پھر اندر لے جا کر انھیں ان کے دونوں ساتھیوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان: ٣٧٠٠]

ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کے دورِ خلافت میں حجرۂ مبارک کی دیوار گر گئی اور لوگ اسے تعمیر کرنے میں مصروف ہوئے تو انھیں ایک پاؤں دکھائی دیا، وہ گھبرا گئے اور خیال کرنے لگے کہ شاید یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے اور انھیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جسے اس کے بارے میں علم ہو، یہاں تک کہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے کہا:

« لَا وَاللّٰهِ! مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴾ [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ و أبي بكر...... الخ: ١٣٩٠]

"اللہ کی قسم! یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نہیں ہے، بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔"

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا:

﴿ اِئْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ، قَالَتْ إِيْ وَاللّٰهِ! ﴾

"مجھے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اللہ کی قسم ہاں! (میں ان کو اجازت دیتی ہوں)۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس سے قبل جب کوئی صحابی ان سے وہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتا تو فرماتیں: "اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ کسی اور کو دفن نہیں ہونے دوں گی۔" [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبي ﷺ وحض على اتفاق أهل العلم...... الخ: ٧٣٢٨]

صحابہ وتابعین کے تاثرات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جذبات

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انھیں چار پائی پر لٹایا گیا تو لوگ ان کی چارپائی کے گرد جمع ہو گئے اور جنازہ اٹھانے سے پہلے وہ ان کے لیے دعائیں اور مغفرت طلب کرنے لگے، میں بھی وہاں موجود تھا کہ اچانک مجھے ایک آدمی نے کندھے سے پکڑا۔ میں نے دیکھا تو وہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا:

«مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَايْمُ اللّٰهِ! إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَحَسِبْتُ إِنِّي كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ»

'' (اے عمر!) آپ نے اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو (عمل و کردار کے اعتبار سے) مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو (اور میں یہ تمنا کروں) کہ میں بھی اس شخص کے اعمال جیسے اعمال کرتے ہوئے اللہ سے جا ملوں۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پہلے ہی یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور میرا یہ یقین اس بنا پر تھا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے

اکثر اوقات یہی جملے سنا کرتا تھا: ''میں اور ابوبکر وعمر گئے، میں اور ابوبکر وعمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر وعمر باہر نکلے۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب...... الخ: ٣٦٨٥]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے مسلمانوں پر اثرات اور ان کے تاثرات

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سانحۂ شہادت مسلمانوں کے لیے انتہائی الم ناک واقعہ تھا۔ یہ کوئی عام معمول والی بات نہیں تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور پھر وفات پا گئے، بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کی امامت کروا رہے تھے کہ اچانک یہ ہوش ربا حادثہ پیش آیا۔ اس حادثہ کے بعد مسلمانوں پر اس قدر افسردگی اور کرب ناک حالت طاری ہوگئی کہ اسے صحیح طور پر بیان کرنے کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے۔ عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البيعة ...... الخ: ٣٧٠٠]

''گویا لوگوں کی ایسی حالت ہوگئی کہ جیسے اس سے پہلے انھیں کبھی کوئی تکلیف یا مصیبت نہیں پہنچی تھی۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سانحہ کے بعد لوگوں کے جذبات جاننے کے لیے نکلے تو انھوں نے دیکھا کہ سب لوگ اس طرح رو رہے تھے جیسے ان کی جوان اولاد فوت ہوگئی ہے۔[طبراني أوسط: ١/ ١٧٤ تا ١٧٦، ح: ٥٧٩، وإسناده حسن لذاته]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرماتے تو اتنا روتے کہ فرش کی کنکریاں تک بھیگ جاتی تھیں، وہ فرمایا کرتے تھے:

((إِنَّ عُمَرَ كَانَ حِصْنًا حَصِينًا عَلَى الْإِسْلَامِ، وَيَدْخُلُ فِيهِ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ، فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ انْثَلَمَ الْحِصْنُ فَهُوَ يَخْرُجُ مِنْهُ وَلَا يَدْخُلُ فِيهِ))

[مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٣٥٧، ح: ٣١٩٦٨، وإسناده صحيح۔ الطبقات

الکبری لابن سعد: ۳/ ۲۸۳]

''یقیناً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ لوگ ان کے دور میں اسلام میں داخل ہوئے تھے، خارج کوئی نہیں ہوا تھا، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو اس قلعے میں شگاف پڑ گیا اور لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بجائے اس سے خارج ہونے لگے۔''

مرض الموت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل و دماغ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے کا ذوق شوق اور ولولہ اس قدر تھا کہ وہ موت کی سختیوں کے دوران بھی دعوت و تبلیغ کے فریضہ سے غافل نہیں تھے، جیسا کہ عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عیادت کے لیے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

((أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ، مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ وُلِّيتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ شَهَادَةٌ))

''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو خوش خبری ہو کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل رہی اور آپ نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا، جیسا کہ آپ جانتے ہیں، پھر آپ خلیفہ بنائے گئے اور آپ نے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور اب آپ کی زندگی کا اختتام شہادت پر ہو رہا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((وَدِدْتُ أَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا لِي))

''میری تمنا تو یہ ہے کہ میں (اللہ کے دربار میں) برابر برابر ہی چھوٹ جاؤں، نہ مجھے اس میں سے کچھ ملے اور نہ مجھ پر کوئی چیز بوجھ بنے۔''

جب یہ نوجوان واپس جانے کے لیے اٹھا تو اس کا ازار زمین کو چھو رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« رُدُّوا عَلَيَّ الْغُلَامَ، قَالَ ابْنَ أَخِي! اِرْفَعْ ثَوْبَكَ، فَإِنَّهُ أَنْقَى لِثَوْبِكَ وَأَتْقَى لِرَبِّكَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب قصة البيعة والاتفاق......الخ: ٣٧٠٠]

"اس نوجوان کو میرے پاس واپس لاؤ۔" پھر اسے فرمایا: "اے بھتیجے! اپنا تہ بند اونچا کر لو، بلاشبہ یہ تیرے لباس کی طہارت ہے اور تیرے رب کے ہاں زیادہ تقویٰ کا باعث بھی ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو یہ دیکھ کر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے آہ و بکا کی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَهْلًا يَا بُنَيَّةُ! أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ؟ »

"خاموش ہو جاؤ اے بیٹی! کیا تم نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "بلاشبہ میت کو اس کے اہل خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔"

اسی روایت میں ہے کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے گریہ و زاری کرتے ہوئے کہا: "ہائے عمر!" تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« يَا صُهَيْبُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ؟ » [مسلم، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه: ٩٢٧۔ فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل: ١/ ٤١٨، ح: ٤٩٢، و إسناده صحيح]

''اے صہیب! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے؟''

اللہ اکبر! کس قدر فکر آخرت ہے، ڈر رہے ہیں کہ اگر برے کام سے نہ روکوں گا تو عذاب ہوگا۔ زندگی کے آخری لمحات میں تکلیف میں مبتلا ہیں لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو رونے پیٹنے سے منع کیا تھا۔'' [الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢٧٦، و إسناده صحيح]

زندگی کے آخری لمحات میں فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پوری ہمت سے ادا کرنے پر ان کے وہ الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں جو انھوں نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کو موت کی سختیوں میں مبتلا دیکھ کر دل گرفتہ ہوگئیں اور انھوں نے کہا: ''اے رسول اللہ کے ساتھی! اے رسول اللہ کے سسر! اے امیر المومنین!'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''عبداللہ! مجھے اٹھا کر بٹھا دو، میں نے جو کچھ سنا ہے اس پر مجھ سے صبر نہیں ہو رہا۔'' انھیں ٹیک لگا کر بٹھا دیا گیا تو انھوں نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

« إِنِّي أُحَرِّجُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَنْدُبِينِي بَعْدَ مَجْلِسِكِ هٰذَا، فَأَمَّا عَيْنُكِ فَلَنْ أَمْلِكَهَا » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٧٥، و إسناده صحيح۔ بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث : ١/ ٣٦٤، ٣٦٥، ح: ٢٦٤، و إسناده صحيح]

''(میری بیٹی!) میں اپنا وہ حق بروئے کار لاتا ہوں جو میرا تجھ پر ہے۔ لہٰذا میں ممنوع قرار دیتا ہوں کہ تو اس انداز سے رو پیٹ کر میرے محاسن بیان کرے۔ ہاں! اگر آنکھ سے آنسو نکل پڑے تو اس پر کوئی اختیار نہیں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے روبرو ان کی تعریف و تحسین

لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تعریف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کسی فتنے کا سبب نہیں بنے گی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو بڑے للّٰہیت رکھنے والے عالم دین اور عظیم فقیہ تھے، کہنے لگے:

« فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا، أَلَيْسَ قَدْ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِزَّ اللّٰهُ بِكَ الدِّينَ وَالْمُسْلِمِينَ إِذْ يَخَافُونَ بِمَكَّةَ، فَلَمَّا أَسْلَمْتَ كَانَ إِسْلَامُكَ عِزًّا وَ ظَهَرَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ، وَهَاجَرْتَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَكَانَتْ هِجْرَتُكَ فَتْحًا، ثُمَّ لَمْ تَغِبْ عَنْ مَشْهَدٍ شَهِدَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِتَالِ الْمُشْرِكِينَ مِنْ يَوْمِ كَذَا وَيَوْمِ كَذَا، ثُمَّ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ »

"(اے امیر المومنین!) اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا بدلا دے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی تھی کہ اللہ آپ کے ساتھ دین اسلام اور مسلمانوں کو مضبوطی عطا فرمائے، جب مسلمان مکہ میں (مشرکین سے) ڈرتے تھے، پھر جب آپ مسلمان ہو گئے تو آپ کا اسلام لانا (مسلمانوں کے لیے) باعث عزت بنا اور آپ کی وجہ سے اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو قوت و غلبہ حاصل ہوا، پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور آپ کی ہجرت فتح ٹھہری، پھر آپ فلاں فلاں موقع پر ہر اس معرکہ میں شریک ہوئے جو مشرکین سے لڑا گیا اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو اس حال میں کہ وہ آپ سے راضی تھے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور بھی توصیفی کلمات کہے، لیکن ان کے ان توصیفی کلمات نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کسی قسم کا منفی اثر پیدا کیا نہ وہ غرور میں آئے، بلکہ انھوں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

« وَاللّٰهِ! إِنَّ الْمَغْرُوْرَ مَنْ تَغُرُّوْنَهُ » [المعجم الأوسط للطبراني: ١/ ١٧٤ تا ١٧٦، ح: ٥٧٩، وإسناده حسن لذاته]

''اللہ کی قسم! مغرور وہی ہوتا ہے جسے تم مغرور بناتے ہو (یعنی یہ توصیفی کلمات ہی لوگوں کو مغرور بناتے ہیں)۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے سے پہلے ایک موقع پر فرمایا تھا:

« اَلْمَدْحُ ذَبْحٌ » [الأدب المفرد للبخاري: ٣٣٩، و إسناده حسن لذاته]

''منہ پر تعریف ذبح کرنے کے مترادف ہے۔''

صحابہ کرام اور سلف صالحین کا خراجِ تحسین

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تعظیم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« كُنتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي، وَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُم فَوَاللّٰهِ! مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي، حَيَاءً مِنْ عُمَرَ »
[مسند أحمد: ٦/ ٢٠٢، ح: ٢٦١٧٩، وإسناده صحيح. الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٧٧، و إسناده حسن لذاته]

''میں اپنے اس حجرے میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہوئے ہیں، سر پر کپڑا لیے بغیر (بھی) داخل ہو جایا کرتی تھی اور میں کہا کرتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور میرے باپ ہی تو ہیں، لیکن جب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کیا گیا ہے تو اللہ کی قسم! اب میں اپنے سر پر اچھی طرح چادر لے کر ہی جایا کرتی ہوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مزید فرماتی ہیں:

« مَنْ رَأَى ابْنَ الْخَطَّابِ رَأَى أَنَّمَا خُلِقَ غَنَاءً لِلْإِسْلَامِ وَكَانَ وَاللّٰهِ! أَحْوَزِيًا نَسِيجَ وَحْدِهِ، قَدْ أَعَدَّ لِلْأُمُورِ أَقْرَانَهَا » [الفوائد الشهير بالغيلانيات

لأبي بكر الشافعي: ١/ ٦٦٠، ح: ٨٩٩، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٣٠/ ٣١١، ٣١٢، ٣١٣۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ٢٠٠، ح: ١٧٣٠٠]

''جو شخص بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھے گا یقیناً وہ یہ بات جان لے گا کہ وہ تو پیدا ہی دفاعِ اسلام کے لیے ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو یکتائے زمانہ اور بے مثل تھے، وہ تمام معاملات کی بخیر وخوبی تدبیر کرتے تھے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خراج تحسین پیش کرتے ہوئے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُونَ فَحَيَّ هَلًا بِعُمَرَ، إِنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ فَتْحًا، وَايْمُ اللّٰهِ! مَا أَعْلَمُ عَلَى الْأَرْضِ شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ وَجَدَ فَقْدَ عُمَرَ حَتَّى الْعِضَاهُ، وَايْمُ اللّٰهِ! إِنِّي لَأَحْسَبُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ وَيُرْشِدُهُ، وَايْمُ اللّٰهِ! إِنِّي لَأَحْسَبُ الشَّيْطَانَ يَفْرَقُ أَنْ يُحْدِثَ فِي الْإِسْلَامِ فَيَرُدَّ عَلَيْهِ عُمَرُ، وَايْمُ اللّٰهِ! لَوْ أَعْلَمُ أَنَّ كَلْبًا يُحِبُّ عُمَرَ لَأَحْبَبْتُهُ » [مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ٣٥٨، ح: ٣١٩٨٠، و إسناده حسن لذاته۔ عاصم بن أبي النجود صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه ووثقه الجمهور]

''جب نیک و صالح لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شروع کرو، کیونکہ ان کا قبول اسلام، اسلام کی مدد تھا، ان کا دورِ امارت اسلام کی فتح تھا اور اللہ کی قسم! زمین پر ایسی کوئی چیز میرے علم میں نہیں جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم محسوس نہ کر رہی ہو، یہاں تک کہ درخت کا تنا بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جدائی محسوس کر رہا ہو گا اور اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو انھیں درست وصحیح راستے کی طرف راہنمائی فراہم کرتا تھا اور اللہ کی قسم!

میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ شیطان ملعون بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا کہ اگر اس نے کوئی بدعت ایجاد کرائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے اس کے ملعون چہرے پر دے ماریں گے اور اللہ کی قسم! اگر میں کسی ایسے کتے کو جانتا ہوتا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہو تو میں اس کتے سے ضرور محبت رکھتا۔"

سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے تاثرات

سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر کہا:

« فَوَاللّٰهِ! مَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا وَقَدْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فِي مَوْتِ عُمَرَ نَقْصٌ فِي دِينِهِمْ وَفِي دُنْيَاهُمْ » [الطبقات الكبرى لابن سعد : ٣/ ٢٨٥، و إسناده صحيح]

"اللہ کی قسم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے ہر گھر کے دینی اور دنیاوی معاملات میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔"

ایک روایت میں ان سے یہ الفاظ مروی ہیں:

« مَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْعَرَبِ حَاضِرٌ وَلَا بَادٍ إِلَّا قَدْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ بِقَتْلِ عُمَرَ نَقْصٌ » [الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٨٥، و إسناده صحيح]

"اہل عرب خواہ شہری ہوں یا دیہاتی ان کا کوئی بھی گھرانہ ایسا نہیں ہے جہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے نقصان وخسارہ نہ ہوا ہو۔"

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے تاثرات

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

« كَانَ الْإِسْلَامُ فِي زَمَنِ عُمَرَ كَالرَّجُلِ الْمُقْبِلِ لَا يَزْدَادُ إِلَّا قُرْبًا،

فَلَمَّا قُتِلَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ كَالرَّجُلِ الْمُدْبِرِ لَا يَزْدَادُ إِلَّا بُعْدًا »

[الطبقات الكبرىٰ لابن سعد : ۲۸۵/۳ و إسناده صحيح]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام کی مثال اس سپاہی کی طرح تھی جو آگے بڑھتا ہے اور مسلسل بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو اسلام کی مثال اس سپاہی کی سی ہوگئی جو پیچھے ہٹتا ہے اور مسلسل پیچھے ہی ہٹتا چلا جاتا ہے۔''